قرآن کریم
اور
علم النفس

toobaa-elibrary.blogspot.com

مُصنّف
محمد عثمان نجاتی

قاضی پبلیشرز و ڈسٹری بیوٹرز دہلی ۱۳
QAZI PUBLISHERS & DISTRIBUTORS

IQBAL LIBRARY BHOPAL
ESTD. 1939
Tel.: 2542 659
इक़बाल लायब्रेरी भोपाल
اقبال لائبریری، بھوپال

قرآن کریم

اور

علم النفس

مصنّف
محمد عثمان نجاتی

ترجمہ
محمد فہیم اختر ندوی

قاضی پبلیشرز و ڈسٹری بیوٹرز دہلی ۱۳
QAZI PUBLISHERS

IQBAL LIBRARY
& PUBLIC READING ROOM (REGD.)
IQBAL MAIDAN, BHOPAL (M.P.) 462001
toobaa-elibrary.blogspot.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

ISBN 81-85362-61-0

Qur'an Kareem Aur Ilmun Nafs

by Mohammad Usman Najati

نام کتاب : قرآن کریم اور علم النفس
مصنف : محمد عثمان نجاتی
مترجم : محمد فہیم اختر ندوی
صفحات : ۵۰۰
باراول : مارچ ۱۹۹۵
طباعت : بھارت آفسٹ دھلی-۶
ناشر : قاضی پبلیشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز
بی-۳۵ بیسمنٹ، حضرت نظام الدین
ویسٹ، نئی دھلی-۱۱۰۰۱۳
قیمت :
مطبع: بھارت آفسیٹ، دہلی-۶

QAZI Publishers Distributors New West N.D. 13
Rs 150
IQBAL LIBRARY, BHOPAL
Accession No. 8580
Class الف
Book No. 8580
Date 201-9-85

toobaa-elibrary.blogspot.com

فہرست

مضمون	صفحہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

بسم اللہ الرحمان الرحیم

مقدمہ

قرآن کریم ، نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی ساری انسانیت کے لئے آخری کتاب ہدایت اور سرچشمہ دین ہے ۔اس میں انسان کی عقل اور وجدان سے خطاب کیا گیا ہے ۔ عقیدہ توحید کی تعلیم دی گئی ہے ۔ عبادات کی صورت میں پاکیزگی سے آراستگی کی راہ دکھائی گئی ہے ۔ انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ہر خیر و خوبی کی جانب رہنمائی کی گئی ہے ۔ اپنی ذات کی تکمیل، شخصیت کی افزائش ۔اور کمال انسانی کے مدارج تک رسائی حاصل کر کے دونوں جہان کی سعادت و سرخروئی سے ہمکنار بنانے والی جادہ پر چلنا سکھایا گیا ہے ۔قرآن کی آیات ذیل ملاحظہ کیجئے :

هذا بصائر للناس وهدى وحمة لقوم يوقنون .(جاثیہ ۔ ۲۰)

(یہ بصیرت کی روشنیاں ہیں سب لوگوں کے لئے ۔اور ہدایت اور رحمت ان لوگوں کے لئے جو یقین لائیں ۔)

يا ايها الناس قدجاء تكم موعظة من ربكم و شفاء لما فى الصدور وهدى ورحمة للمؤمنين .(یونس ۔ ۵۷)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(لوگو، تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آگئی ہے، یہ وہ چیز ہے جو دلوں کے امراض کی شفاء ہے اور جو اسے قبول کرلیں ان کے لئے رہنمائی اور رحمت ہے۔)

ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شی ء وھدی ورحمة و بشری للمسلمین (نحل۔۸۹)

(اور ہم نے یہ کتاب تم پر نازل کردی ہے جو ہر چیز کی صاف صاف وضاحت کرنے والی ہے، اور ہدایت و رحمت اور بشارت ہے ان لوگوں کے لئے جنھوں نے سر تسلیم خم کردیا۔)

کما ارسلنا فیکم رسولا منکم یتلوا علیکم آیاتنا و یزکیکم و یعلمکم الکتاب و الحکمة و یعلمکم مالم تکونوا تعلمون (بقرة ۱۵۱)

(جس طرح (تمہیں اس چیز میں فلاح نصیب ہوئی کہ) ہم نے تمہارے درمیان خود تم میں سے ایک رسول بھیجا جو تمہیں ہماری آیات سناتا ہے، تمہاری زندگیوں کو سنوارتا ہے، تمہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔)

ھوالذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلو علیھم آیاتہ و یزکیھم و یعلمھم الکتاب و الحکمة و ان کانوا من قبل لفی ضلال مبین (جمعہ۔۲)

(وہی ہے جس نے امیوں کے اندر ایک رسول خود انہی میں سے اٹھایا جو انہیں اس کی آیات سناتا ہے، ان کی زندگی سنوارتا ہے اور ان کو کتاب اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

حکمت کی تعلیم دیتا ہے ۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے ۔)

کائنات ارضی کی سیر ، مشاہدہ مخلوقات ، آسمان و زمین کی نیرنگیوں اور ان میں بکھری قدرت کی کرشمہ سازیوں پر غور و فکر کر کے ان کے خالق کے وجود کا یقین حاصل کرنے کی قرآن کریم نے بار بار دعوت دی ہے :

قل سیروا فی الارض فانظروا کیف بداء الخلق ۔(عنکبوت ۔ ۲۰)

(ان سے کہو کہ زمین میں چلو پھرو اور دیکھو کہ اس نے کس طرح خلق کی ابتداء کی ہے ۔)

اولم ینظروا فی ملکوت السموات و الارض و ما خلق اللہ من شیء ۔ اعراف ۔ ۵۸)

(کیا ان لوگوں نے آسمان و زمین کے انتظام پر کبھی غور نہیں کیا ، اور کسی چیز کو بھی جو خدا نے پیدا کی ہے آنکھیں کھول کر نہیں دیکھا ؟)

قل انظروا ماذا فی السماوات و الارض (یونس ۔ ۱۰۱)

(ان سے کہو " زمین اور آسمان میں جو کچھ ہے اسے آنکھیں کھول کر دیکھو ۔")

زیور علم سے آراستگی اور حصول علم کی اہمیت قرآن کریم کے نزدیک اس قدر زیادہ ہے کہ سب سے پہلے نازل ہونے والی آیت میں پڑھنے اور سیکھنے کی دعوت دی گئی ہے ۔ نیز قلم کی اہمیت سراہی گئی ہے ، جس کے ذریعہ اللہ نے

toobaa-elibrary.blogspot.com

لکھنے کی تعلیم دی۔ اور ناآشنا انسان کو علوم سے آراستہ کیا۔

اقرا باسم ربک الذی خلق ، خلق الانسان من علق اقرا و ربک الاکرم ، الذی علم بالقلم ، علم الانسان مالم یعلم (علق ۱۔ ۵)

(پڑھو (اے نبی) اپنے رب کے نام کے ساتھ۔ جس نے پیدا کیا۔ جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے انسان کی تخلیق کی۔ پڑھو اور تمہارا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا۔ انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا۔)

قلم کی قسم کھا کر اللہ نے تعلیم و تعلم کے اندر اس کی اہمیت کا اظہار فرمایا ہے :

ن و القلم و ما یسطرون (قلم)

(ن۔ قسم ہے قلم کی۔ اور اس چیز کی جسے لکھنے والے لکھ رہے ہیں۔)

علم کے فضل، علماء کی تکریم اور ان کی بلندی عظمت کا اظہار کرتے اور علم کو مساوی ایمان قرار دیتے ہوئے قرآن کہتا ہے :

یرفع اللہ الذین آمنوا منکم و الذین اوتوا العلم درجات (مجادلة ۔ ۱۱)

(تم میں سے جو لوگ ایمان رکھنے والے ہیں اور جن کو علم بخشا گیا ہے اللہ ان کو بلند درجے عطا فرمائے گا۔)

وقال الذین اوتوا العلم و الایمان لقد لبثتم فی کتاب اللہ الی یوم البعث فھذا یوم البعث و لکنکم کنتم لا تعلمون (روم ۔ ۵۶)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(مگر جو علم اور ایمان سے بہرہ مند کئے گئے تھے وہ کہیں گے کہ خدا کے نوشتے میں تو تم روز حشر تک پڑے رہے ہو، سو یہ وہی روز حشر ہے، لیکن تم جانتے نہ تھے۔)

قرآن کریم کی نظر میں علم اور علماء کا مرتبہ اس قدر بلند ہے کہ مذکورہ آیت میں "اہل علم" کا تذکرہ "اہل ایمان" پر مقدم رکھا گیا، اور درج ذیل آیت میں اللہ کی وحدانیت، عدل اور قدرت و حکمت کے اعتراف میں "ملائکہ" کے بعد "اہل علم" کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

شھد اللّٰہ انہ لا الہ الا ھو و الملائکۃ و اولوا العلم قائما بالقسط لا الہ الا ھو العزیز الحکیم (آل عمران ۱۸)

(اللہ نے خود اس بات کی شہادت دی ہے کہ اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے اور فرشتے اور سب اہل علم بھی راستی اور انصاف کے ساتھ اس پر گواہ ہیں، کہ اس زبردست حکیم کے سوا فی الواقع کوئی خدا نہیں ہے۔)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادتی علم کی دعا کرنے کا حکم دیا گیا:

وقل رب زدنی علما (طہ ۱۱۴)

(اور دعا کرو کہ اے پروردگار مجھے مزید علم عطا کر)

علم اور حکمت اللہ کی دو نعمتیں ہیں، اللہ اپنے حسب مشیئت اپنے صالح مومن بندوں کو ان سے نوازتا ہے:

یؤتی الحکمۃ من یشاء ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیر کثیرا و ما یذکر الا

toobaa-elibrary.blogspot.com

اولو الالباب (بقرة ۲۶۹)

(جس کو چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے ۔ اور جس کو حکمت مل اسے حقیقت میں بڑی دولت مل گئی ۔ ان باتوں سے صرف وہی لوگ سبق لیتے ہیں جو دانش مند ہیں ۔)

متعدد قرآن آیات بتاتی ہیں کہ علم اور حمت اللہ کی اہم ترین نعمتیں ہیں ۔ جن سے وہ اپنے منتخب انبیاء و رسولوں کو سرفراز کرتا ہے (۱)

اپنی ذات ، مخلوقات کی بوالعجبیوں اور کائنات کی باریکیوں پر غور کرنے کی قرآن کریم نے ترغیب دی ہے ۔ جو نفسیات اور اس کے اسرار کے مطالعہ و تحقیق کی دعوت ہے ۔ مطالعۂ نفسیات معرفت الٰہی عطا کرتا ہے :

وفی الارض آیات للموقنین و فی انفسکم افلا تبصرون ۔ (ذاریات ۔ ۲۰ ۔ ۲۱)

(زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں یقین لانے والوں کے لئے ۔ اور خود تمہارے اپنے وجود میں ہیں ۔ کیا تم کو سوجھتا نہیں ۔)

اولم یتفکروا فی انفسهم ما خلق اللّٰہ السموات و الارض و ما بینهما الا بالحق و اجل مسمی ۔ (روم ۔ ۸)

(کیا انھوں نے کبھی اپنے آپ میں غور و فکر نہیں کیا ۔ اللہ نے زمین اور آسمانوں کو اور ان ساری چیزوں کو جو ان کے درمیان ہیں برحق اور ایک مدت

---

(۱) مثال کے طور پر دیکھئے : بقرہ ۲۴۷ ۔ یوسف ۲۲ ۔ ۶۸ ۔ انبیاء ۷۴ ۔ نمل ۱۵ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مقرر ہی کے لئے پیدا کیا ہے۔)

سنریهم آیاتنا فی الافاق و فی انفسهم حتی یتبین لهم انه الحق (فصلت۔ ۵۳)

(عنقریب ہم ان کو اپنی نشانیاں آفاق میں بھی دکھائیں گے اور ان کے اپنے نفس میں بھی، یہاں تک کہ ان پر یہ بات کھل جائے گی کہ یہ قرآن واقعی برحق ہے۔)

فلینظر الانسان مم خلق، خلق من ماء دافق یخرج من بین الصلب و الترائب (الطارق۔ ۵۔۲)

(پھر ذرا انسان یہی دیکھ لے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے، ایک اچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے جو پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔)

اور اسی مفہوم کے اظہار کے لئے کہا جاتا ہے کہ "جس نے اپنی ذات کی معرفت حاصل کر لی اس نے اپنے رب کی معرفت پالی"، اور "اپنی ذات کی سب سے زیادہ معرفت رکھنے والا شخص ہی اپنے رب کی سب سے زیادہ معرفت رکھتا ہے" (۱)

ان سب کے علاوہ معرفت ذات کے نتیجہ میں خواہشات پر کنٹرول، گمراہی و انحراف سے حفاظت، ایمان، نیک عمل اور صالح کردار کی رہنمائی

---

(۱) ابو حامد محمد الغزالی: معارج القدس فی مدارج معرفۃ النفس، دوسرا ایڈیشن بیروت، دار الآفاق الجدیدہ ۱۹۷۵، صفحہ ۶

toobaa-elibrary.blogspot.com

نصیب ہوتی ہے ۔ جو پر امن و اطمینان بخش زندگی اور دنیا و آخرت کی سعادت سے نوازتی ہے ۔

قرآن کریم کی متعدد آیات میں انسانی بناوٹ کی نوعیت بتائی گئی ہے ۔ مختلف نفسیاتی احوال کا تذکرہ ہے ۔ نفس کے انحراف اور مرض کے اسباب نیز ان کی اصلاح ، تربیت اور علاج کے طریقے بتائے گئے ہیں ۔ ان امور کا تذکرہ اس کتاب میں فطری بات تھی جو انسان کی ہدایت ، رہنمائی ، تربیت اور تعلیم کے لئے نازل کی گئی ہے ۔ نفس سے متعلق قرآن کریم کی آیات وہ رہنما اشارے اور سنگ ہائے میل ہیں جن سے اپنے نفس اور اس کی مختلف خصلتوں کے فہم اور اصلاح و تربیت کے لئے صحیح طریقۂ کار کی رہنمائی میں مدد لی جاسکتی ہے ۔ انسان ، اس کی صفات اور نفسیاتی احوال کے حقائق سے متعلق قرآنی آیات سے انسانی شخصیت ، اس کے کردار و عمل کے بنیادی محرکات ، اس کی شخصیت کے توازن اور نفسیاتی صحت کی تکمیل سے متعلق صحیح خدو خال متعین کرنے میں روشنی حاصل کی جاسکتی ہے ۔ اس سے ایسے "علم النفس" کی تشکیل کی راہ ہموار ہو سکتی ہے جس کے نتائج اور حقائق ، اللہ رب العزت ، جو انسان کا خالق اور اس کی شخصیت کے اسرار اور فطرت سے سب سے زیادہ آشنا ہے " الا یعلم من خلق و ھو اللطیف الخبیر " کے بتائے ہوئے سچے حقائق انسانی سے ہم آہنگ ہوں ۔

زیر نظر کتاب دراصل قرآن کریم میں وارد انہی نفسیاتی مفاہیم و حقائق کو یکجا کرنے اور انسانی شخصیت و کردار کے واضح تصور کی تعیین میں ان سے روشنی

toobaa-elibrary.blogspot.com

حاصل کرنے کی کوشش ہے جو علم النفس کے اندر جدید تحقیقات کے آغاز کی راہ ہموار کر کے شخصیت کے سلسلہ میں ایسے جدید نظریات کی بنیادیں فراہم کرے گی۔جن کے حقائق۔ انسان کے قرآنی حقائق و مفاہیم سے ہم آہنگ ہوں گے۔

طبیعاتی علوم کے اندر اختیار کئے جانے والے مناہج بحث کو اپنانے کی وجہ سے جدید ماہرین نفسیات نے صرف ان ظاہری نفسیاتی کیفیات کے مطالعہ تک خود کو محدود رکھا جن کا معروضی طریقہ پر مطالعہ و تجربہ کرنا ممکن تھا۔اور ان بہت سی اہم نفسیاتی کیفیات کے مطالعہ کو نظر انداز کر گئے جنہیں مطالعہ و تجربہ کی کسوٹی پر اتارنا دشوار تھا۔چنانچہ انہوں نے اپنے مطالعہ و تحقیق میں خود نفس کو شامل نہیں کیا۔کیونکہ اسے مطالعہ کا موضوع بنانا دشوار تھا۔اور کردار ہی تک اپنے مطالعہ کو محدود رکھا۔بلکہ کچھ ماہرین نفسیات نے "علم النفس" کو بدل کر "علم کردار" نام تجویز کیا۔کیونکہ جدید علم النفس میں کردار و سلوک ہی کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔نفس کا مطالعہ نہیں کیا جاتا ہے۔

نفسیاتی مطالعات میں طبیعاتی علوم کے مناہج بحث کو اپنانے والے مذکورہ رجحان کا نتیجہ یہ ہوا کہ علم النفس کے موضوع پر مادی نقطۂ نظر چھا گیا۔جو تمام ظاہری نفسیاتی کیفیات و امور کو عضویاتی اعمال قرار دیتا ہے۔انسان کو اسی نظر سے دیکھا گیا جس سے حیوان کو دیکھا جاتا ہے۔بلکہ حیوانی کردار کے مطالعہ کو انسانی کردار کے فہم کا فطری ذریعہ سمجھا گیا۔اور بیشتر اوقات اس بڑے فرق کو نظر انداز کر دیا گیا جو روح کی امتیازی صفت سے آراستہ ہونے کی وجہ سے دونوں

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے درمیان پایا جاتا ہے ۔ بلکہ روح کا مطالعہ تو نفسیاتی تحقیقات کے اندر تقریباً مکمل طور پر نظر انداز کر دیا گیا۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انسانی سلوک کے سطحی اور غیر اہم پہلوؤں کا مطالعہ کرنے والی نفسیاتی تحقیقات کی ڈھیر لگ گئی ۔ لیکن ان بہت سے اہم عملی مظاہر کا مطالعہ نظر انداز کر دیا گیا جن میں دینی اور روحانی گوشوں کو زیر بحث لایا جاتا ہے ۔ اعلیٰ انسانی اقدار کا مطالعہ کیا جاتا ہے ۔ محبت کی بلند ترین انسانی تصویریں پیش کی جاتی ہیں ۔ (ان میں وہ جنسی پہلو نہیں ہوتے جو جدید ماہرین نفسیات کے مطالعۂ محبت میں ملتے ہیں) انسانی کردار پر عبادات کے اثرات کا جائزہ لیا جاتا ہے ۔ جسمانی اور روحانی محرکات کے درمیان برپا نفسیاتی کشمکش کا مطالعہ کیا جاتا ہے ۔ مادی اور روحانی پہلوں کے درمیان توازن قائم کر کے شخصیت کی تکمیل و ہم آہنگی زیر بحث لائی جاتی ہے ۔ اور ان کے علاوہ دیگر ان موضوعات کا مطالعہ کیا جاتا ہے جن پر آئندہ اس کتاب میں گفتگو کی جائے گی ۔ چند جدید ماہرین نفسیات نے بھی اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ جدید علم النفس کے اندر انسان کے روحانی پہلو کے مطالعہ میں نقص پایا جاتا ہے ۔ چنانچہ ایک معاصر نفسیاتی تجزیہ نگار Erich Fromm کہتا ہے کہ موجودہ علم النفس نے " بیشتر اوقات میں صرف انہی مسائل کو موضوع بحث بنایا ہے جو بہت معمولی اور ان کے اپنائے ہوئے علمی منہاج سے ہم آہنگ ہیں ۔ نئے مناہج بحث وضع کر کے انسان کے اہم ترین مسائل کا مطالعہ نہیں کیا گیا ہے ۔ اسی طرح علم النفس اپنے بنیادی موضوع یعنی روح کے مطالعہ سے خالی ہے ۔ مشینی افعال ۔ جوابی اعمال

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور خواہشات پر توجہ دی گئی ہے ۔ لیکن انسان کو واضح امتیاز عطا کرنے والے بنیادی امور جیسے محبت، عقل، شعور اور اقدار سے صرف نظر کر لیا گیا ہے " (۱)

ادھر کچھ عرصہ سے معدودے چند ماہرین نفسیات نے انسان کے روحانی پہلو کے مطالعہ کی اہمیت کو محسوس کیا اور بعض روحانی پہلوؤں مثلاً تخاطر (۲) اور استشفاف (۳) کے مطالعہ کی کوششیں شروع کی گئیں ۔ ابھی یہ کوششیں ابتدائی مراحل میں ہیں ۔ اور ان گہرے نتائج تک نہیں پہنچ سکی ہیں جنہیں انسان سے متعلق اپنی گہری معلومات کے مجموعہ میں ہم باطمینان شامل کر سکیں ۔

بلاشبہ اس وقت ضرورت ہے کہ ہم اپنے اسلافی سرمایہ کے مطالعہ کی جانب مزید توجہ دیں ۔ قرآن کریم سے آغاز کرتے ہوئے ۔ حدیث نبوی اور مسلم فلاسفہ و مفکرین کے ذریعہ انجام پانے والی عہد بہ عہد کی نفسیاتی تحقیقات کا مطالعہ کر کے اسلامی نفسیاتی مفاہیم کا صحیح فہم حاصل کریں جو ایک جانب نفسیاتی تحقیقات کے اندر ہمارے لئے رہنما ہو اور دوسری جانب انسانی شخصیت سے متعلق ان مخصوص نظریات کی تشکیل میں وہ معاون بنے جو خالص علمی بحث و تحقیق کی باریکیوں اور انسان سے متعلق قرآنی حقائق کے جامع ہوں ۔ کیونکہ یہ حقائق خالق انسان کی جانب سے حاصل ہونے کی وجہ سے بالکل برحق ہیں :

---

(۱) الدین والتحلیل النفسی ۔ ترجمہ فواد کامل ۔ مکتبہ غریب قاہرہ ۱۹۷۷ء ۔ صفحہ ۱۱ ۔

(۲) کسی دوسرے شخص خواہ وہ دور ہو ۔ کے ساتھ تبادلہ خیالات و افکار کو تخاطر کہتے ہیں ۔

(۳) دائرہ حواس سے باہر دور کی اشیاء کا ادراک استشفاف کہلاتا ہے ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

لا یاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه تنزیل من حکیم حمید (فصلت ۴۲)

(باطل نہ سامنے سے اس پر آسکتا ہے نہ پیچھے سے ، یہ ایک حکیم و حمید کی نازل کردہ چیز ہے ۔)

8580

toobaa-elibrary.blogspot.com

پہلی فصل

قرآن کریم اور محرکات عمل

محرکات، ان حرکت بخش قوتوں کا نام ہے جو کسی زندہ وجود کو سرگرمی پر آمادہ کرتی اور کردار و عمل کا رخ کسی مخصوص مقصد یا چند مقاصد کی جانب پھیرتی ہیں۔ محرکات ہی زندہ وجود کے اہم اور ضروری کام انجام دیتے ہیں۔ زندگی و بقاء کے لئے لازمی بنیادی ضروریات کی تکمیل اور ان میں ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئیے دیگر مفید و اہم افعال کی انجام دہی پر یہی محرکات آمادہ کرتے ہیں۔

جدید ماہرین نفسیات محرکات کی دو بنیادی قسمیں کرتے ہیں:

اول: عضویاتی محرکات (۱)۔ یہ وہ فطری محرکات ہیں جو جسم کی عضویاتی ضروریات اور جسم کے خلیوں میں پیدا ہونے والے نقص اور بے اعتدالی سے متعلق ہوتے ہیں۔ یہ انسان کو ایسے مقاصد پر آمادہ کرتے ہیں جو جسم کی عضویاتی ضروریات پوری کرتے ہیں، یا جسم کے خلیوں میں پیدا ہوجانے والی کمی کو پورا کرکے اسے سابقہ حالت اعتدال پر واپس لاتے ہیں۔

دوم: نفسیاتی محرکات (۲)۔ یہ محرکات سماجی نشو و نما کے دوران اکتسابی

---

(۱) انہیں اولین محرکات بھی کہا جاتا ہے۔

(۲) یہ "ثانوی محرکات" اکتسابی محرکات اور سماجی محرکات بھی کہلاتے ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

طور پر فرد کے اندر پیدا ہوتے ہیں۔

عضویاتی محرکات

ہر مخلوق کو نعمت وجود سے سرفراز کرنے والی ذات الہی نے اپنی حکمت کے پیش نظر تمام مخلوقات کے اندر ایسی مخصوص صفات اور خصوصیات رکھی ہیں جو اپنے مخصوص اعمال کی ادائیگی پر انہیں آمادہ کرتی ہیں۔۔۔

ربنا الذی اعطی کل شئی خلقه ثم هدی (طه ۵۰)

(ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی ساخت بخشی ، پھر اس کو راستہ بتایا۔)

سبح اسم ربک الاعلی الذی خلق فسوی والذی قدر فهدی (اعلی ۱۔ ۲)

(اپنے رب برتر کے نام کی تسبیح کرو ، جس نے پیدا کیا اور تناسب قائم کیا ، جس نے تقدیر بنائی ، پھر راہ دکھائی۔)

انسان اور حیوان کی تکوینی ساخت میں موجود اہم خصوصیات میں عضویاتی محرکات آتے ہیں ، عضویاتی محرکات کی دو قسمیں ہیں ، ایک قسم بقاء فرد کے لئے ضروری ہے ، اور دوسری قسم بقاء نوع کے لئے لازمی ہے ،

عضویاتی وظائف انسان اور حیوان کے اہم حیاتیاتی کام انجام دیتے ہیں ، یہی بدن کی ضروریات پوری کرتے ہیں ، اس میں پیدا ہونے والے عضویاتی

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور کیمیائی نقص کی تلافی کرتے ہیں۔ اور پیش آمدہ اختلال و اضطراب اور بے اعتدالی کا دفاع کرتے ہیں۔ ذات کے تحفظ اور بقاء کے لئے جسم کے اندر حیاتیاتی اعتدال کی لازمی مقدار برقرار رکھنے میں وہ ہمیشہ مصروف رہتے ہیں۔ جب کبھی جسم کے اندر بے اعتدالی پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً خون میں غذاء کی مقدار کم ہوجاتی ہے۔ یا جسم کے خلیوں میں پانی کی کمی ہوجاتی ہے۔ یا بدن کی حرارت یا برودت اپنی مقررہ مقدار سے بڑھ جاتی ہے۔ یا جسم کے اندر مقررہ حد سے زائد تکان پیدا ہوجاتی ہے۔ تو مخصوص محرکات جسم کے اندر فوراً حرکت میں آجاتے ہیں۔ اور جسم کو سابقہ معتدل حالت پر واپس لانے کے لئے ضروری سرگرمی پر فرد کو آمادہ کرتے ہیں۔ جدید عضویاتی تحقیقات (۱) بتاتی ہیں کہ انسان اور حیوان کے جسم میں اعتدال کا ضروری معیار برقرار رکھنے کے لئے طبعی میلان پایا جاتا ہے۔ چنانچہ جب بھی توازن میں فرق پیدا ہوتا ہے۔ سابقہ متوازن کیفیت پیدا کرنے کے لئے متعلقہ محرک فورا مناسب سرگرمی پر آمادہ کرتا ہے۔ یہ مناسب سرگرمی خالص عضویاتی بنیاد پر انجام پاتی ہے۔ جس میں انسان کے اپنے ارادہ کا دخل نہیں ہوتا ہے۔ مثلاً زائد درجۂ حرارت کے موقع پر جسم عرق آلود ہوکر اپنے درجۂ حرارت میں کمی لے آتا ہے۔ یا پپوٹوں کے نیچے کوئی چیز چلی آئے تو آنکھ اشکبار ہوجاتی ہے اور آنسوؤں کے ذریعہ وہ چیز باہر آجاتی ہے۔

---

(1) امریکی ماہر عضویات W. B. Cannon کی تحقیق ہے جو "حکمت بدن" نامی اس کی کتاب میں شائع ہوچکی ہے

The wisdom of the body. New York: norton. 1932

toobaa-elibrary.blogspot.com

کبھی کبھی ایسی سرگرمی فرد کے اپنے مخصوص ارادہ سے بھی انجام پاتی ہے ۔ مثلا بھوک کی حالت میں غذاء اور پیاس کے وقت پانی کا بالارادہ استعمال ۔

حیاتیاتی اعتدال کے جس نظریہ کا انکشاف آج سائنسدانوں نے کیا ہے ۔ قرآن کریم نے چودہ صدی قبل ہی اس کا ذکر کر دیا تھا ۔ ملاحظہ کیجئے :

والارض مددناھا و القینا فیھا رواسی و انبتنا فیھا من کل شیء موزون

(حجر۔۹۱)

(ہم نے زمین کو پھیلایا ۔ اس میں پہاڑ جمائے ۔ اس میں اس نوع کی نباتات ٹھیک ٹھیک نپی تلی مقدار کے ساتھ اگائی ۔)

وخلق کل شئی فقدرہ تقدیرا (فرقان۔۲)

(جس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اس کی ایک تقدیر مقرر کی ۔)

و کل شیء عندہ بمقدار (رعد۔۸)

(ہر چیز کے لئے اس کے ہاں ایک مقدار مقرر ہے)

انا کل شئی خلقناہ بقدر (قمر۔۴۹)

(ہم نے ہر چیز ایک تقدیر کے ساتھ پیدا کی ہے ۔)

الذی خلقک فسواک فعدلک (انفطار۔۷)

(جس نے تجھے پیدا کیا تجھے نک شک سے درست کیا ، تجھے متناسب بنایا ۔)

انسان اور حیوان دونوں مخصوص و مقررہ معیار و انداز اور بہترین و پائدار

toobaa-elibrary.blogspot.com

طریقہ پر بنائے گئے ہیں۔ توازن اور اعتدال کی مخصوص کیفیت دونوں میں موجود ہے، جب بھی اس توازن میں اختلال پیدا ہوتا ہے سابقہ متوازن حالت پر جسم کو واپس لانے کے لئے عضویاتی محرکات انسان اور حیوان کو متعلقہ مناسب سرگرمی آمادہ کرتے ہیں۔

ان اہم عضویاتی محرکات کی جانب قرآن کریم نے اشارے کئے ہیں، جن پر ذیل میں گفتگو کی جارہی ہے :

اول : تحفظ ذات کا محرک

قرآن کریم کی بعض آیات میں اللہ تعالی نے ذات کے تحفظ اور فرد کی بقاء سے متعلق اہم عضویاتی محرکات جیسے بھوک، پیاس، تکان، حرارت، برودت، الم اور سانس لینے کا ذکر فرمایا ہے۔

اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام، جو جنت میں تھے، کو وہاں کی نعمتیں یاد دلائیں جہاں نہ انہیں بھوک اور پیاس کا احساس پریشان کرتا تھا، نہ لباس کی ضرورت اور موسم کی سختیاں ضرر رساں بنتیں، نہ جنت میں سورج تھا کہ اس کی تمازت کا احساس ہوتا، اللہ تعالی نے انہیں شیطان کی سازش کا شکار بننے سے بھی خبردار کیا جو انہیں جنت سے نکال کر زمین پر اتار دینا چاہتا تھا، تاکہ انہیں اور ان کی اولاد کو مسلسل کوشش اور پیہم عمل کی پریشانیوں سے گزرنا پڑے، بھوک مٹانے کے لئے شکار اور زراعت کرنی پڑے، پیاس بجھانے کے لئے کنویں کھودنے اور بہتی نہروں تک سفر کرنے کی ضرورت پیش آئے،

toobaa-elibrary.blogspot.com

موسم کی سختیوں سے حفاظت کے لئے جسم کو ڈھانپنے والے لباس بنانے، اور سورج کی شدت اور رات کی ٹھنڈک سے بچاؤ کے لئے رہائش گاہوں کی تعمیر اور درختوں کے سایوں اور غاروں میں پناہ لینے کی ضرورت پڑے:

فقلنا یا آدم ان هذا عدو لک و لزوجک فلا یخرجنکما من الجنة فتشقی، ان لک ان لا تجوع فیها و لا تعری، و انک لا تظمؤ فیها ولا تضحی، فوسوس الیه الشیطان قال یا آدم هل ادلک علی شجرة الخلد و ملک لا یبلی۔ (طه۔ ۱۱۷۔۱۲۰)

(اس پر ہم نے آدم سے کہا کہ دیکھو یہ تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے ایسا نہ ہو کہ یہ تمہیں جنت سے نکلوادے اور تم مصیبت میں پڑ جاؤ۔ یہاں تو تمہیں یہ آسائشیں حاصل ہیں کہ نہ بھوکے ننگے رہتے ہو، نہ پیاس اور دھوپ تمہیں ستاتی ہے۔ لیکن شیطان نے اس کو پھسلایا، کہنے لگا "آدم! بتاؤں تمہیں وہ درخت جس سے ابدی زندگی اور لازوال سلطنت حاصل ہوتی ہے۔)

ان آیات میں تحفظ ذات سے متعلق تین اہم محرکات کا تذکرہ ہے، یعنی بھوک، پیاس اور سخت حرارت (نیز ٹھنڈک) سے بچاؤ کے محرکات، ان آیات میں جذبۂ بقاء اور جذبۂ ملکیت کی جانب بھی اشارہ ہے، تحفظ ذات کے محرکات جذبۂ بقاء کے لئے عمل کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ محرکات جسم کی عضویاتی ضروریات کو پورا کرکے فرد کی بقاء اور تسلسل زندگی کا کام انجام دیتے ہیں، جذبۂ ملکیت کا شمار نفسیاتی محرکات میں ہوتا ہے، جس پر آئندہ ہم گفتگو کریں گے، بقاء کی خواہش اور جذبہ محرکات کی راہ سے ہی شیطان نے نفس آدم میں رسائی پاکر

toobaa-elibrary.blogspot.com

وسوسہ ڈالا ۔ اور حضرت آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی تنبیہ کو بھول گئے ۔ اور درخت سے کھا کر فرمان الٰہی کی خلاف ورزی کے شکار ہو گئے ۔

سورہ نحل کی درج ذیل آیات میں تحفظ ذات کے چند محرکات حرارت و برودت ، تھکان اور الم کی جانب اشارے ملتے ہیں ۔

واللّٰہ جعل لکم من بیوتکم سکنا و جعل لکم من جلود الانعام بیوتا تستخفونها یوم ظعنکم و یوم اقامتکم و من اصوافها و اوبارها و اشعارها اثاثا و متاعا الی حین ۔ و اللّٰہ جعل لکم مما خلق ظلالا و جعل لکم من الجبال اکنانا و جعل لکم سرابیل تقیکم الحر و سرابیل تقیکم باسکم کذلک یتم نعمتہ علیکم لعلکم تسلمون (نحل ۸۰ : ۸۱)

(اللہ نے تمہارے لئے تمہارے گھروں کو جائے سکون بنایا ۔ اس نے جانوروں کی کھالوں سے تمہارے لئے ایسے مکان پیدا کئے جنہیں تم سفر اور قیام ، دونوں حالتوں میں ہلکا پاتے ہو ۔ اس نے جانوروں کے صوف اور اون اور بالوں سے تمہارے لئے پہننے اور برتنے کی بہت سی چیزیں پیدا کر دیں جو زندگی کی مدت مقررہ تک تمہارے کام آتی ہیں ۔ اسی نے پیدا کی ہوئی بہت سی چیزوں سے تمہارے لئے سائے کا انتظام کیا ، پہاڑوں میں تمہارے لئے پناہ گاہیں بنائیں ، اور تمہیں ایسی پوشاکیں بخشیں جو تمہیں گرمی سے بچاتی ہیں اور کچھ دوسری پوشاکیں جو آپس کی جنگ میں تمہاری حفاظت کرتی ہیں ۔ اس طرح وہ تم پر اپنی نعمتوں کی تکمیل کرتا ہے ۔ شاید کہ تم فرمانبردار بنو ۔)

toobaa-elibrary.blogspot.com

پہاڑوں کے غاروں، خیموں اور گھروں کو رہائش گاہیں بنا کر انسان ضرر رساں جانوروں، دشمنوں کے شر اور موسم کی گردشوں حرارت و برودت سے اپنے بچاؤ کا سامان کرتا ہے، یہاں اسے دن بھر کی مسلسل جدوجہد سے چور ہونے کے بعد راحت، اطمینان اور نیند کا لطف ملتا ہے۔ درختوں کے سایوں، ٹیلوں اور پہاڑوں میں پناہ بنا کر سورج کی تمازت سے وہ اپنی حفاظت کرتا ہے۔ لباس بنا کر سردی و گرمی کی سختیوں سے بچاؤ کرتا ہے، اور لوہے وغیرہ سے ہتھیار بنا کر جنگوں میں دشمنوں کے حملوں اور زخموں کی تکلیفوں سے اپنی حفاظت کرتا ہے۔

بھوک، پیاس اور تکان کے محرکات ایسے ہیں جنہیں عام حالات میں طویل عرصہ تک برداشت کرنے کی صلاحیت انسان کے اندر نہیں ہوتی کہ یہ اس کے لئے باعث الم اور قابل ضرر ہوتی ہیں، اس کی جانب اشارہ قرآن کی درج ذیل آیت میں ہے، جس میں راہ خدا میں بھوک، پیاس اور تکان کو برداشت کرنے پر استحقاق اجر و ثواب کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔

ماکان لاهل المدينة و من حولهم من الاعراب ان يتخلفوا عن رسول الله و لا يرغبوا بانفسهم عن نفسه، ذلك بانهم لا يصيبهم ظما ولا نصب و لا مخمصة فى سبيل الله ولا يطؤن موطئا يغيظ الكفار ولا ينالون من عدو نيلا الا كتب لهم به عمل صالح ان الله لا يضيع اجر المحسنين (توبه ۱۲۰)

(مدینے کے باشندوں اور گرد و نواح کے بدویوں کو یہ ہرگز زیبا نہ تھا کہ اللہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے رسول کو چھوڑ کر گھر بیٹھ رہتے اور اس کی طرف سے بے پروا ہو کر اپنے اپنے نفس کی فکر میں لگ جاتے۔ اس لئے کہ ایسا کبھی نہ ہوگا کہ اللہ کی راہ میں بھوک پیاس اور جسمانی مشقت کی کوئی تکلیف وہ جھیلیں، اور منکرین حق کو جوراہ ناگوار ہے اس پر کوئی قدم وہ اٹھائیں، اور کسی دشمن سے (عدوات حق کا) کوئی انتقام وہ لیں، اور اس کے بدلے ان کے حق میں ایک عمل صالح نہ لکھا جائے۔ یقیناً اللہ کے ہاں محسنوں کا حق الخدمت مارا نہیں جاتا۔)

تحفظ ذات کے محرکات ہر انسان اور حیوان کے اندر موجود ہوتے ہیں۔ سورہ نحل کی آیت میں چیونٹی کے اندر موجود تحفظ ذات کے محرکات کی جانب اشارہ ہے، جس بنا پر ضرر و تکلیف اور ہلاکت و تباہی سے وہ اپنی حفاظت کرتی ہے:

وحشر لسلیمان جنوده من الجن و الانس و الطیر فهم یوزعون، حتی اذا اتوا علی واد النمل قالت نملة یاایها النمل ادخلوا مساکنکم لا یحطمنکم سلیمان وجنوده وهم لا یشعرون (نمل ۱۷، ۱۸)

(سلیمان کے لئے جن اور انسانوں اور پرندوں کے لشکر جمع کئے گئے تھے اور وہ پورے ضبط میں رکھے جاتے تھے (ایک مرتبہ وہ ان کے ساتھ کوچ کر رہا تھا) یہاں تک کہ جب یہ سب چیونٹیوں کی وادی میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا "اے چیونٹیو، اپنے بلوں میں گھس جاؤ، کہیں ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور اس کے لشکر تمہیں کچل ڈالیں اور انہیں خبر بھی نہ ہو۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ان دونوں آیات میں چیونٹی کے اندر موجود تحفظ ذات کے محرکات کی جانب واضح اشارہ ملتا ہے ۔ ایک چیونٹی جو غالباً چیونٹیوں کی ملکہ یا محافظہ تھی ۔ درپیش خطرہ سے بقیہ تمام چیونٹیوں کو آگاہ کرتی ہے ۔ تاکہ حفاظت کے لئے وہ اپنے ٹھکانوں میں پناہ گزیں ہوجائیں۔

بعض آیات میں انسانی زندگی پر خوف کے اور بھوک کے محرک کی خصوصی اہمیت کا ذکر ملتا ہے ۔ بھوک اور خوف یہ دونوں انسانی زندگی میں اہم رول ادا کرتے ہیں ۔ انسان اپنے لئے ، اپنے اہل و عیال اور بچوں کے لئے لقمۂ زندگی کی فراہمی کی راہ میں عام طور پر سخت جدوجہد کرتا ہے ۔ اسی طرح موت، نامعلوم مستقبل ، دشمنوں اور مصائب زمانہ وغیرہ کا خوف انسان کے لئے اکثر و بیشتر پریشانی کا سبب بنتا ہے ۔ اسی لئے بھوک اور خوف کو انسانی زندگی کے لئے اہم مؤثر عوامل قرآن کریم میں تسلیم کیا گیا ہے :

ولنبلونکم بشیء من الخوف و الجوع و نقص من الاموال و الانفس و الثمرات و بشر الصٰبرین ۔ (بقرۃ ۱۵۵)

(اور ہم ضرور تمہیں خوف و خطرہ ، فاقہ کشی ، جان و مال کے نقصانات اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے تمہاری آزمائش کریں گے ۔ ان حالات میں جو لوگ صبر کریں ، انہیں خوشخبری دے دو ۔)

وضرب اللّٰہ مثلا قریۃ کانت آمنۃ مطمئنۃ یاتیھا رزقھا رغدا من کل مکان فکفرت بانعم اللّٰہ فاذاقھا اللّٰہ لباس الجوع و الخوف بما کانوا یصنعون ۔ (نحل ۱۱۲)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(اللہ ایک بستی کی مثال دیتا ہے ۔ وہ امن و اطمینان کی زندگی بسر کر رہی تھی اور ہر طرف سے اس کو بفراغت رزق پہنچ رہا تھا کہ اس نے اللہ کی نعمتوں کا کفران شروع کر دیا ۔ تب اللہ نے اس کے باشندوں کو ان کے کرتوتوں کا یہ مزہ چکھایا کہ بھوک اور خوف کی مصیبتیں ان پر چھا گئیں ۔)

فلیعبدوا رب ھذا البیت الذی اطعمھم من جوع و آمنھم من خوف (قریش ۴،۳)

(لہذا ان کو چاہئے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں جس نے انہیں بھوک سے بچا کر کھانے کو دیا اور خوف سے بچا کر امن عطا کیا ۔)

انسان کی زندگی میں بھوک کے محرک اسی طرح سردی گرمی وغیرہ موسم کی سختیوں سے جسم کی حفاظت کی اہمیت کا اظہار اس بات سے ہوتا ہے کہ ایمان لغو (مہمل قسموں) کا کفارہ دس مساکین کو کھلانا اور کپڑے پہنانا رکھا گیا ہے :

لا یواخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ولکن یواخذکم بما عقدتم الایمان فکفارتہ اطعام عشرۃ مساکین من اوسط ماتطعمون اھلیکم او کسوتھم او تحریر رقبۃ فمن لم یجد فصیام ثلثۃ ایام ذلک کفارۃ ایمانکم اذا حلفتم و احفظوا ایمانکم کذلک یبین اللہ لکم آیاتہ لعلکم تشکرون (مائدہ ۔ ۸۹)

(تم لوگ جو مہمل قسمیں کھا لیتے ہو ان پر اللہ گرفت نہیں کرتا ، مگر جو قسمیں تم جان بوجھ کر کھاتے ہو ان پر وہ ضرور تم سے مواخذہ کرے گا ۔ (ایسی قسم توڑنے کا) کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو وہ اوسط درجہ کا کھانا کھلاؤ جو تم اپنے بال بچوں کو کھلاتے ہو ، یا انہیں کپڑے پہناؤ یا ایک غلام آزاد کرو ، اور جو

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو وہ تین دن کے روزے رکھے یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جبکہ قسم کھا کر توڑ دو۔ اپنی قسموں کی حفاظت کیا کرو۔ اس طرح اللہ اپنے احکام تمہارے لئے واضح کرتا ہے شاید کہ تم شکر ادا کرو۔)

حرارت اور برودت کے محرک کی جانب اشارہ کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے :

وجزاھم بما صبروا جنۃ و حریرا متکئین فیھا علی الارائک لا یرون فیھا شمسا و لا زمھریرا۔ (انسان۔۱۲۔۱۳)

(اور ان کے صبر کے بدلے میں انہیں جنت اور ریشمی لباس عطا کرے گا۔ وہاں وہ اونچی مسندوں پر تکئے لگائے بیٹھے ہوں گے۔ انہیں دھوپ کی گرمی ستائے گی نہ جاڑے کی ٹھر۔)

جنت میں سورج نہیں ہوگا کہ گرمی اور اسی طرح سخت سردی کا احساس انسان کو ستائے۔ تکان کے محرک کی جانب بھی قرآن میں اشارہ ہے۔ اہل جنت مومنین کی زبان سے قرآن میں کہا گیا ہے :

وقالوا الحمد للہ الذی اذھب عنا الحزن ان ربنا لغفور شکور الذی احلنا دار المقامۃ من فضلہ لا یمسنا فیھا نصب و لا یمسنا فیھا لغوب۔ (فاطر۔۳۴۔۳۵)

(اور وہ کہیں گے کہ شکر ہے اس خدا کا جس نے ہم سے غم دور کر دیا۔ یقینا ہمارا رب معاف کرنے والا اور قدر فرمانے والا ہے۔ جس نے ہمیں اپنے

toobaa-elibrary.blogspot.com

فضل سے ابدی قیام کی جگہ ٹھہرادیا ۔ اب یہاں نہ ہمیں کوئی مشقت پیش آتی ہے اور نہ تھکان لاحق ہوتی ہے ۔)

جنت ایک دائمی قیام گاہ ہوگی ۔کسی بھی ذمہ داری سے فراغت کی وجہ سے کسی تھکان اور پریشانی کا احساس انسان کو نہیں ہوگا ۔ اہل جنت کا وصف قرآن بتاتا ہے کہ :

لایمسھم فیھا نصب و ما ھم منھا بمخرجین (حجر۔۴۸)

(انہیں نہ وہاں کسی مشقت سے پالا پڑے گا اور نہ وہاں سے نکالے جائیں گے ۔)

دنیاوی زندگی میں تلاش معاش کی راہ میں جدوجہد اور اپنی مختلف ذمہ داریوں کی انجام دہی میں اسے طرح طرح کی پریشانیوں اور محنتوں سے گزرنا پڑتا ہے ۔ اور نتیجہ اسے نیند اور آرام کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ اپنی معاشی ذمہ داریوں کی مسلسل ادائیگی کے لئے دوبارہ نشاط و تازگی اس کی اندر لوٹ آئے :

ومن آیاتہ منامکم باللیل و النہار و ابتغاؤ کم من فضلہ ان فی ذلک آایات لقوم یسمعون (روم ۲۳)

(اور اس کی نشانیوں میں سے تمہارا رات اور دن کو سونا اور تمہارا اس کے فضل کو تلاش کرنا ہے ۔ یقینا اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو (غور سے) سنتے ہیں ۔)

دن بھر کے کاموں ، حصول رزق کے لئے جدوجہد اور اپنی مختلف ذمہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

داریوں کی ادائیگی سے شکستہ اور چور ہوکر جسم کو راحت پہنچانے کے لئے دن یا رات میں نیند کی لذت بھی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

ھوالذی جعل لکم اللیل لتسکنوا فیه و النهار مبصرا ان فی ذلک لایات لقوم یسمعون (یونس۔ ۶۷)

(وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی کہ اس میں سکون حاصل کرو اور دن کو روشن بنایا۔ اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو (کھلے کانوں سے پیغمبر کی دعوت) کو سنتے ہیں۔)

اللہ الذی جعل لکم اللیل لتسکنوا فیه و النهار مبصرا ان اللہ لذو فضل علی الناس و لکن اکثر الناس لا یشکرون (غافر۔ ۶۱)

(وہ اللہ ہی تو ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تاکہ تم اس میں سکون حاصل کرو اور دن کو روشن کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ لوگوں پر بڑا فضل فرمانے والا ہے مگر اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے ۔)

الم یروا انا جعلنا اللیل لیسکنوا فیه و النهار مبصرا ان فی ذلک لایات لقوم یؤمنون ۔ (نمل۔۸۶)

(کیا ان کو سجھائی نہ دیتا تھا کہ ہم نے رات ان کے لئے سکون حاصل کرنے کو بنائی تھی اور دن کو روشن کیا تھا ؟ اس میں بہت نشانیاں تھیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے تھے ۔)

toobaa-elibrary.blogspot.com

وجعلنا نومکم سباتا و جعلنا اللیل لباس و جعلنا النہار معاشا (نبا ۹۔۱۱)

(اور تمہاری نیند کو باعث سکون بنایا اور رات کو پردہ پوش اور دن کو معاش کا وقت بنایا۔)

وھو الذی جعل لکم اللیل لباسا و النوم سباتا و جعل النہار نشورا (فرقان ۴۷)

(اور وہ اللہ ہی ہے جس نے رات کو تمہارے لئے لباس، اور نیند کو سکون موت، اور دن کو جی اٹھنے کا وقت بنایا۔)

یہ آیات بتارہی ہیں کہ اللہ تعالی نے رات کی تاریکی کو پردہ پوش بنایا ہے، تاکہ دن بھر کی جدوجہد، حرکت و عمل اور محنتوں کے بعد رات میں راحت و سکون اور نیند کی لذت حاصل ہو، اور دن کو روشن بنایا ہے تاکہ زمین میں چل پھر کر تلاش رزق اور تقاضائے زندگی کی وہ تکمیل کر سکے، تکان اور طلب راحت کے محرک کا تذکرہ ذیل کی آیات میں ملتا ہے :

وھو الذی یتوفاکم باللیل و یعلم ما جرحتم بالنہار ثم یبعثکم فیہ لیقضی اجل مسمی ثم الیہ مرجعکم ثم ینبئکم بما کنتم تعملون (انعام ۶۰)

(وہی ہے جو رات کو تمہاری روحیں قبض کرتا ہے اور دن کو جو کچھ تم کرتے ہو اسے جانتا ہے پھر دوسرے روز وہ تمہیں اسی کاروبار کے عالم میں واپس بھیج دیتا ہے تاکہ زندگی کی مقرر مدت پوری ہو۔ آخرکار اسی کی طرف تمہاری واپسی ہے۔ وہ تمہیں بتادے گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔)

ومن رحمتہ جعل لکم اللیل و النہار لتسکنوا فیہ و لتبتغوا من فضلہ و لعلکم

toobaa-elibrary.blogspot.com

تشکرون (قصص۔ ۷۳)

یہ اس کی رحمت ہے کہ اس نے تمہارے لئے رات اور دن بنائے تاکہ (تم رات میں) سکون حاصل کرو اور (دن کو) اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔ شاید کہ تم شکر گزار بنو۔

تکان ایک اہم محرک ہے جو دن بھر کی جہد و عمل کے بعد نیند اور راحت پر انسان کو آمادہ کرتا ہے۔ جس کے ذریعہ جسم کے خلیوں کو نشاط و تازگی حاصل ہو جاتی ہے۔ اور نیند کے بعد انسان چست، چاق و چوبند ہو کر نئی طاقت اور از سر نو کام کے لئے تازگی و نشاط کے ساتھ بیدار ہوتا ہے۔

مختلف قسم کے اندیشوں، خوف اور روزمرہ زندگی میں پیش آنے والی مختلف پریشانیوں اور سختیوں کی وجہ سے جسم کے اندر پیدا ہونے والے جسمانی تناؤ و بے کیفی بھی نیند کی وجہ سے دور ہو جاتا ہے۔ غزوہ بدر کے موقع پر جب کچھ مسلمانوں کے اوپر خوف چھا چکا تھا، مسلمانوں کی حالت بتاتے ہوئے قرآن کہتا ہے:

اذ یغشیکم النعاس امنة منه و ینزل علیکم من السماء ماء لیطهرکم به ویذهب عنکم رجز الشیطان ولیربط علی قلوبکم و یثبت به الاقدام (انفال۔ ۱۱)

(اور وہ وقت جب کہ اللہ اپنی طرف سے غنودگی کی شکل میں تم پر اطمینان و بے خوفی کی کیفیت طاری کر رہا تھا، اور آسمان سے تمہارے اوپر پانی برسا رہا

toobaa-elibrary.blogspot.com

تھا تاکہ تمہیں پاک کرے اور تم سے شیطان کی ڈالی ہوئی نجاست دور کرے اور تمہاری ہمت بندھائے اور اس کے ذریعے سے تمہارے قدم جمادے ۔)

نیند نے ان کے خوف کو دور کردیا ۔ اور امن و اطمینان کی کیفیت ان کے اندر لوٹ آئی ۔ انسان کی زندگی میں نیند کی اہمیت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے ۔

قل ارایتم ان جعل اللہ علیکم النہار سرمدا الی یوم القیامۃ من الہ غیر اللہ یاتیکم بلیل تسکنون فیہ افلا تبصرون (قصص ۷۲)

(ان سے پوچھو ۔ کبھی تم نے سوچا کہ اگر اللہ قیامت تک تم پر ہمیشہ کے لئے دن طاری کردے تو اللہ کے سوا وہ کون سا معبود ہے جو تمہیں رات لادے تاکہ تم اس میں سکون حاصل کرسکو ؟ کیا تم کو سوجھتا نہیں ؟)

اگر مسلسل دن ہی رہتا ۔ اور رات نہ ہوتی ۔ جس میں انسان کو سکون ۔ تکان سے راحت اور نیند حاصل ہوتی تو کیا انسان کے لئے ممکن ہوتا کہ تکان و پریشانی سے خالی پر سکون زندگی گزار سکے ۔ انسان پر اللہ تعالی کے فضل اور احسان کی دلیل یہ ہے کہ رات اور دن کی یکے بعد دیگرے گردش کا نظام بنایا ۔ اور انسان کے اندر تکان کا محرک رکھا ۔ جو نیند و راحت پر انسان کو آمادہ کرکے دوبارہ نشاط و تازگی بخشتا ہے ۔

الم ۔ فطری عضویاتی محرک ہے ۔ جو انسان کو ضرر رساں اور تکلیف دہ چیزوں سے گریز پر آمادہ کرتا ہے ۔ گذشتہ صفحات میں سورہ نحل کی آیات ۸۰ و ۸۱ کا ذکر

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہو چکا ہے ۔ جن میں محرک الم کی جانب اشارہ موجود تھا ۔ الم ایسا طاقتور محرک ہے جو ہر الم رساں چیز سے گریز پر انسان کو آمادہ کرتا ہے ۔ اس کی جانب اشارہ قرآن کی ان متعدد آیات میں ہے جن میں کفار و منافقین کو تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر وہ توبہ نہ کریں اور ایمان نہ لائیں تو ممکن ہے کہ دنیا یا آخرت میں عذاب کے الم سے انہیں دوچار ہونا پڑے ۔ اگر الم تمام انسانوں کے اندر فطری عمومی اور طاقتور محرک نہ ہوتا تو کفر اور انکار رسالت پر کفار و منافقین کو المناک عذاب کی دھمکی اور خوف کا اللہ تعالی تذکرہ نہ فرماتا ۔ قرآن کی بے شمار آیات میں کفار کو عذاب جہنم سے ڈرایا گیا ہے ۔ ذیل میں چند آیتیں ملاحظہ ہوں :

ان الذین کفروا لو ان لھم مافی الارض جمیعا و مثلہ معہ لیفتدوا بہ من عذاب یوم القیامۃ ما تقبل منھم ولھم عذاب الیم ، یریدون ان یخرجوا من النار و ماھم بخارجین منھا ولھم عذاب مقیم (مائدہ ۳۶ - ۳۷ -)

(خوب جان لو کہ جن لوگوں نے کفر کا رویہ اختیار کیا ہے اگر ان کے قبضہ میں ساری زمین کی دولت ہو اور اتنی ہی اور اس کے ساتھ ، اور وہ چاہیں کہ اسے فدیہ میں دے کر روز قیامت کے عذاب سے بچ جائیں تب بھی وہ ان سے قبول نہ کی جائے گی اور انہیں دردناک سزا مل کر رہے گی ۔ وہ چاہیں گے کہ دوزخ کی آگ سے نکل بھاگیں مگر نہ نکل سکیں گے اور انہیں قائم رہنے والا عذاب دیا جائے گا ۔)

فان یتوبوا یک خیرا لھم و ان یتولوا یعذبھم اللہ عذابا الیما فی الدنیا و الآخرۃ ومالھم فی الارض من ولی و لا نصیر (توبہ ۷۴)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(اب اگر یہ اپنی اس روش سے باز آئیں تو انہی کے لئے بہتر ہے۔ اور اگر یہ باز نہ آئے تو اللہ ان کو نہایت دردناک سزا دے گا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اور زمین میں کوئی نہیں جو ان کا حمایتی اور مددگار ہو۔)

یا قومنا اجیبوا داعی اللّٰہ و آمنوا بہ یغفر لکم من ذنوبکم و یجرکم من عذاب الیم (احقاف ۳۱)

(اے ہماری قوم کے لوگو! اللہ کی طرف بلانے والی دعوت قبول کرلو اور اس پر ایمان لے آؤ۔ اللہ تمہارے گناہوں سے درگزر فرمائے گا اور تمہیں عذاب الیم سے بچادے گا۔)

سانس لینے کا محرک زندگی کے لئے لازمی عضویاتی محرکات میں سے ہے۔ انسان اور حیوان دونوں کو زندہ رہنے کے لئے سانس کے ذریعہ آکسیجن لینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب آکسیجن کی کمی ہوتی ہے تو ایک طاقتور محرک انسان کو آکسیجن لینے پر آمادہ کرتا ہے۔ اور یہی آکسیجن مکمل طور پر ختم ہوجاتا ہے تو انسان کی موت ہوجاتی ہے۔ زندگی کے اندر سانس لینے کی اہمیت کا ذکر اللہ تعالی فرماتا ہے:

و آیۃ لھم انا حملنا ذریتھم فی الفلک المشحون و خلقنا لھم من مثلہ ما یرکبون وان نشا نغرقھم فلا صریخ لھم ولا ھم ینقذون (یس ۴۱۔۴۳)

(ان کے لئے یہ بھی ایک نشانی ہے کہ ہم نے ان کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کردیا اور پھر ان کے لئے ویسی ہی کشتیاں اور پیدا کیں جن پر یہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

سوار ہوتے ہیں۔ ہم چاہیں تو ان کو غرق کردیں کوئی ان کی فریاد سننے والا نہ ہو اور کسی طرح یہ نہ بچائے جاسکیں۔)

ومنهم من خسفنا به الارض و منهم من اغرقنا۔ (عنکبوت۔ ۴۰)

(اور کسی کو ہم نے زمین میں دھنسادیا اور کسی کو غرق کردیا۔)

ذات کے تحفظ اور بقاء کے اندر اہم ذمہ داری انجام دینے والے ایک فطری عضویاتی محرک کے طور پر سانس لینے کے محرک کی اہمیت اس بات سے واضح ہوتی ہے کہ جب انسان کو غرقاب ہو کر ہلاک ہونے کا خطرہ ہر چہار جانب سے گھیر لیتا ہے تو اسے شدید خوف محسوس ہونے لگتا ہے، انسان کسی کشتی میں سمندر کی درمیانی موجوں میں ہو، تیز آندھی چلنے لگے، موجوں کے تلاطم میں کشتی آگئی ہو، اور موت کا سایہ سر پر منڈلانے لگا ہو تو انسان کے اندر جو سخت گھبراہٹ اور بے چینی پیدا ہوتی ہے، قرآن کریم اس کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے:

هو الذى يسيركم فى البر و البحر حتى اذا كنتم فى الفلك و جرين بهم بريح طيبة و فرحوا بها جاء تها ريح عاصف و جاء هم الموج من كل مكان و ظنوا انهم احيط بهم دعوا الله مخلصين له الدين لئن انجيتنا من هذه لنكونن من الشاكرين (يونس ۲۲)

(وہ اللہ ہی ہے جو تم کو خشکی اور تری میں چلاتا ہے، چنانچہ جب تم کشتیوں میں سوار ہو کر باد موافق پر فرحاں و شاداں سفر کر رہے ہوتے ہو اور پھر یکایک باد مخالف کا زور ہوتا ہے اور ہر طرف سے موجوں کے تھپیڑے لگتے ہیں اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

مسافر سمجھ لیتے ہیں کہ طوفان میں گھر گئے اس وقت سب اپنے دین کو اللہ ہی کے لئے خالص کر کے اس سے دعائیں مانگتے ہیں کہ " اگر تو نے ہم کو اس بلا سے نجات دے دی تو ہم شکر گزار بندے بنیں گے ۔)

دوم : بقاء نوع کے دو محرک :

انسان اور حیوان کی تکوینی ساخت میں اللہ تعالی نے ایسے فطری عضویاتی محرکات رکھے ہیں ، جو تحفظ ذات کے لئے ضروری عمل پر انہیں آمادہ کرتے رہتے ہیں ۔ ٹھیک اسی طرح حکمت خداوندی نے دونوں کے تکوینی مزاج میں دو ایسے عضویاتی محرکات بھی رکھے ہیں جو انہیں دو ایسے اہم کاموں پر آمادہ کرتے رہتے ہیں جن پر بقاء نوع کا انحصار ہے یعنی جنسی محرک اور جذبہ مادری :

جنسی محرک : جنسی محرک بقاء نوع کے لئے جنسی ملاپ و تناسل کا اہم کام انجام دیتا ہے ۔ جنسی محرک کے ذریعہ خاندان وجود میں آتا ہے ۔ اور خاندانوں سے معاشرہ اور قومیں وجود میں آتی ہیں ۔ اور اس طرح زمین آباد ہوتی ہے ۔ قومیں باہم متعارف ہوتی ہیں ۔ تہذیب عروج پذیر ہوتی ہے ۔ علوم اور صنعتیں ترقی پاتی ہیں :

یاایھا الناس انا خلقناکم من ذکر و انثی و جعلناکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ان اللہ علیم خبیر ۔ (حجرات ۔ ۱۳)

(لوگو ، ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنادیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو ۔ درحقیقت اللہ کے

toobaa-elibrary.blogspot.com

نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیز گار ہے ۔ یقینا اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے ۔)

یاایہا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ و خلق منہا زوجہا و بث منہما رجالا کثیرا و نساء و اتقوا اللّٰہ الذی تساء لون بہ و الارحام ان اللّٰہ کان علیکم رقیبا۔ (نساء۔ ۱)

(لوگو، اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت مرد و عورت دنیا میں پھیلادئے ۔ اس خدا سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حق مانگتے ہو اور رشتہ و قرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو ۔ یقین جانو کہ اللہ تم پر نگرانی کر رہا ہے ۔)

واللّٰہ جعل لکم من انفسکم ازواجا و جعل لکم من ازواجکم بنین وحفدۃ (نحل ۷۲)

(اور وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے تمہاری ہم جنس بیویاں بنائیں اور اسی نے ان بیویوں سے تمہیں بیٹے پوتے عطا کئے ۔)

فاطر السماوات والارض جعل لکم من انفسکم ازواجا و من الانعام ازواجا یذرؤکم فیہ لیس کمثلہ شئی و ھو السمیع البصیر (شوری ۔ ۱۱)

(آسمانوں اور زمین کا بنانے والا، جس نے تمہاری اپنی جنس سے تمہارے

toobaa-elibrary.blogspot.com

لئے جوڑے پیدا کئے اور اسی طرح جانوروں میں بھی (انہی کے ہم جنس) جوڑے بنائے ۔ اور اس طریقہ سے وہ تمہاری نسلیں پھیلاتا ہے کائنات کی کوئی چیز اس کے مشابہ نہیں وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے ۔)

حکمت خداوندی کے مطابق پودوں کے اندر بھی تناسل کا عمل پایا جاتا ہے ۔ بلکہ کائنات کی ہر شئی میں جوڑے کا وجود ہے :

و من کل الثمرات جعل فیھا زوجین اثنین ۔ (رعد ۔ ۲)

اسی نے ہر طرح کے پھلوں کے جوڑے پیدا کئے ہیں ۔

و من کل شئی خلقنا زوجین لعلکم تذکرون ۔ (ذاریات ۔ ۴۹) (۱)

اور ہر چیز کے ہم نے جوڑے بنائے ہیں شاید کہ تم اس سے سبق لو ۔

سبحان الذی خلق الازواج کلھا مما تنبت الارض و من انفسھم و مما لا یعلمون (یس ۔ ۳۶) (۲)

(پاک ہے وہ ذات جس نے جملہ اقسام کے جوڑے پیدا کئے خواہ وہ زمین کی نباتات میں ہوں یا خود ان کی اپنی جنس (یعنی نوع انسان) میں سے ہوں یا ان

---

(۱) علم طبعیات کی جدید تحقیقات بتاتی ہیں کہ اشیاء کائنات کا ہر ذرہ Electron اور Proton سے مرکب ہوتا ہے ۔ سائنسدانوں نے ان دونوں کا تجزیہ کر کے مثبت برقیہ اور منفی برقیہ انہیں بتایا ہے ۔ جو ایک دوسرے کو جذب کرتے ہیں ۔

(۲) اس کے لئے مزید دیکھئے : محمد قطب ۔ دراسات فی النفس الانسانیہ ۔ مطبوعہ دار الشروق ۔ بیروت ۱۹۷۹ ۔ صفحہ ۱۹۵ ۔ ۱۹۶ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اشیاء میں سے جن کو یہ جانتے تک نہیں ہیں۔)

جنسی محرک خاندانی تشکیل کی بنیاد ہے۔ ہر ایک اپنے جوڑے سے مل کر راحت، امن اور اطمینان محسوس کرتا ہے، اور دونوں کے درمیان محبت و مودت اور رحمت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ جو عائلی زندگی کو باہمی تعاون کی فضا میں برقرار رکھتے ہیں اور بچوں کی پرورش و پرداخت اور ان کی بہترین شخصیت سازی کے مناسب اچھا ماحول فراہم کرتے ہیں۔

و من آیاته ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیها و جعل بینکم مودة و رحمة ان فی ذلک لایات لقوم یتفکرون (روم - ۲۱)

(اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے بیویاں بنائیں تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی۔ یقینا اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو غور و فکر کرتے ہیں۔)

هو الذی خلقکم من نفس واحدة و جعل منها زوجها لیسکن الیها (اعراف - ۱۸۹)

(اس کی جنس سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ اس کے پاس سکون حاصل کرے)

جذبۂ مادریت :

اللہ تعالی نے اپنی حکمت سے ماں کی تکوینی ساخت میں ایک ایسا فطری

toobaa-elibrary.blogspot.com

محرک رکھا ہے جو اسے بقائے نوع کے لئے ولادت کی اہم ذمہ داری انجام دینے کے لئے تیار کرتا ہے ۔ ماں حمل اور ولادت کی گراں بار مشقتوں کو بخوشی برداشت کرتی ہے ۔ بچے کی رضاعت، پرورش اور نگہداشت انجام دیتی ہے ، تاکہ وہ بڑا ہوکر خود اپنی نگہداشت پر قادر ہوسکے ۔ ماں کے حمل و ولادت کی مشقتوں کو برداشت کرنے کا تذکرہ قرآن میں ان الفاظ میں آیا ہے :

ووصینا الانسان بوالدیه احسانا حملته امه کرها ووضعته کرها و حمله و فصاله ثلاثون شهرا۔

(ہم نے انسان کو ہدایت کی کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ نیک برتاؤ کرے اس کی ماں نے مشقت اٹھا کر اسے پیٹ میں رکھا اور مشقت اٹھا کر ہی اس کو جنا اور اس کے حمل اور دودھ چھڑانے میں ۳۰ مہینے لگ گئے ۔)

ووصینا الانسان بوالدیه حملته امه وهنا علی وهن و فصاله فی عامین ان اشکر لی ولوالدیک الی المصیر ۔ (لقمان ۱۲)

(اور یہ حقیقت ہے کہ ہم نے انسان کو اپنے والدین کا حق پہچاننے کی خود تاکید کی ہے ۔ اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھاکر اسے اپنے پیٹ میں رکھا اور دو سال اس کا دودھ چھوٹنے میں لگے ۔ (اسی لئے ہم نے اس کو نصیحت کی کہ) شکر کر اور اپنے والدین کا شکر بجالا۔ میری ہی طرف تجھے پلٹنا ہے ۔)

بچے کے ساتھ ماں کی محبت، تعلق، بچے کے دور ہونے پر اندیشہ و خوف

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے واقعات بیان کرتے ہوئے قرآن کریم نے کیا ہے :

واصبح فؤاد ام موسی فارغا ان کانت لتبدی به لولا ان ربطنا علی قلبها لتکون من المومنین۔ (قصص۔ ۱۰)

(ادھر موسیٰ کی ماں کا دل اڑا جا رہا تھا۔ وہ اس کا راز فاش کر بیٹھتی اگر ہم اس کی ڈھارس نہ بندھا دیتے تاکہ وہ (ہمارے وعدے پر) ایمان لانے والوں میں سے ہو۔)

یعنی ماں کے دل سے ہر قسم کی فکر نکل کر صرف لخت جگر کی فکر سما گئی۔ بچے کے فراق پر فرط غم و اندیشہ اس قدر ہوا کہ اگر اللہ نے ان کے دل کو مضبوط نہ کر دیا ہوتا اور دل میں سکون و طمانیت نہ ڈال دیا ہوتا تو قریب تھا کہ وہ اپنے بچے کی نشاندہی کر دیں۔ اور جب نونہال واپس آگیا تو سارا غم جاتا رہا اور خوشی و سکینہ لوٹ آیا۔

فرددناه الی امه کی تقر عینها ولا تحزن۔ (قصص۔ ۱۳)

(اس طرح موسیٰ کو اس کی ماں کے پاس پلٹا لائے تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غمگین نہ ہو۔)

toobaa-elibrary.blogspot.com

نفسیاتی محرکات

نفسیاتی محرکات کو براہ راست جسم کے ان عضویاتی حالات میں شامل نہیں کیا جاسکتا جو کسی نقص اور جسمانی ضروریات کے وجود سے پیدا ہوتے ہیں. جیسا کہ بھوک، پیاس اور تکان جیسے عضویاتی محرکات میں ہوتا ہے، بیشتر جدید ماہرین نفسیات کا خیال ہے کہ نفسیاتی محرکات عام طور سے عضویاتی محرکات کی بنیاد پر اکتسابی ہوتے ہیں. یعنی ان کے نزدیک عضویاتی محرکات اور فرد کے تجربات نیز اس کے سماجی نشو و نما کے عوامل سے تعامل کے نتیجہ میں نفسیاتی محرکات وجود پذیر ہوتے ہیں۔ اس بنیاد پر نفسیاتی محرکات کے اندر فطری عناصر کے وجود کا ماہرین نفسیات انکار نہیں کرتے ہیں، بلکہ بعض ماہرین نفسیات مثلا Erich Fromm کے نزدیک بعض نفسیاتی محرکات جنھیں وہ نفسیاتی ضروریات کا نام دیتا ہے، جیسے نسبت کی ضرورت، ترقی کی ضرورت، شناخت کی ضرورت اور رہنمائی کے لئے دائرہ کی ضرورت، انسان کی طبیعت کے اندر بنیادی فطری ضروریات ہیں، معاشرہ سے اکتسابی نہیں ہیں (۱)

A.Maslow نے محرکات کی نئی تقسیم تجویز کی ہے. جو روحانی محرکات

---

(1) Lindzey, C.S. and Thombson, R.F.: Psychology. New York worth publish. inc. 1976, P 360

toobaa-elibrary.blogspot.com

کو شامل ہے، چنانچہ اس نے دو قسم کے محرکات بلکہ اس کے الفاظ میں دو قسم کی ضروریات کے وجود کو تسلیم کیا ہے۔ ایک بنیادی ضروریات اور دوسری روحانی ضروریات۔ بنیادی ضروریات کے ضمن میں وہ ضروریات آتی ہیں جن کا مطالعہ بیشتر ماہرین نفسیات انسان کی بنیادی ضروریات مثلاً بھوک، پیاس، جنس، امن، اقدام اور دیگر محرکات کے طور پر کرتے ہیں۔ اور روحانی ضروریات انسان کے روحانی پہلو سے متعلق ضروریات مثلاً عدل، خیر، جمال، نظام اور اتحاد وغیرہ کو شامل ہیں۔ Maslow کے نزدیک انسان کی روحانی ضروریات وہ فطری ضروریات ہیں جن کی تکمیل پر فرد کی شخصیت کی نمو اور پختگی منحصر ہے۔ (۱)

اس کتاب میں ہماری ترجیح یہ ہے کہ نفسیاتی محرکات کے عنوان کے تحت ان تمام نفسیاتی امور اور روحانی محرکات کا ذکر کریں جن کی وجہ سے جانور سے انسان کو امتیاز حاصل ہے۔ ہمارے نزدیک بھی بیشتر نفسیاتی محرکات معاشرہ سے اکتسابی نہیں ہے بلکہ ان میں فطری عناصر بھی پائے جاتے ہیں۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ جدید ماہرین نفسیات نے انسان کی عضویاتی ضروریات کے مطالعہ و تحقیق پر بھرپور توجہ دی ہے۔ نفسیاتی محرکات کے مطالعہ میں بیشتر اوقات انسان کی ان مختلف ضروریات پر توجہ دی گئی جو اس کے گرد و پیش کی مخصوص ثقافتی اور سماجی ماحولیات کے تقاضوں کے ساتھ اس کی شخصی اور سماجی ہم آہنگی سے متعلق ہیں۔ لیکن انسان کے روحانی پہلو اور اس

---

toobaa-elibrary.blogspot.com

سے پیدا ہونے والی بلند و اعلیٰ انسانی ضروریات، جو درحقیقت اعلیٰ و ارفع انسانی ضروریات ہیں، اور دیگر حیوانات سے انسان کو واضح طور پر ممتاز کرتی ہیں، کے مطالعہ پر توجہ نہیں دی گئی۔

طبعیاتی علوم کے اندر اپنائے جانے والے علمی منہاج کو جدید ماہرین نفسیات نے انسان کے مطالعہ میں جب اپنایا تو لازمی طور پر انہوں نے اپنے مطالعہ کو انسانی عمل کے صرف انہی پہلوؤں تک محدود رکھا جنہیں تجرباتی اور تحقیقی بحث و عمل کا موضوع بنانا ممکن تھا، اور روحانی پہلو سے تعلق رکھنے والے اہم ترین انسانی عمل کے بیشتر گوشوں کے مطالعہ سے وہ چشم پوشی کر گئے، انسان کے اس روحانی پہلو کے مطالعہ کے مناسب کسی نئے علمی منہاج کے وسائل کی دریافت کرنے کی کوشش کے بجائے وہ اس پہلو کے مطالعہ ہی کو سرے سے نظر انداز کر گئے، البتہ جدید علم النفس میں انسان کے مطالعہ پر چھائے ہوئے موجودہ مادی رجحان اور روحانی پہلو کے مطالعہ سے گریز پر اب کچھ تنقیدیں شروع ہوئی ہیں۔ چنانچہ Erich Fromm نے جدید علم النفس پر تنقید کی ہے کہ عام طور پر اس میں انسانی کردار کے انتہائی معمولی اور سطحی پہلوؤں کا مطالعہ کیا جاتا ہے، انسان کے اہم ترین مسائل، اعلیٰ اقدار اور روحانی پہلو کے مطالعہ سے گریز کیا جاتا ہے، جو انسان کا وصف امتیاز ہے۔ (۱) اس قسم کی تنقیدوں نے Maslow کو انسانی ضروریات کی از سر نو تقسیم کرتے ہوئے بنیادی

---

(۱) حوالہ سابق، صفحہ ۱۱

toobaa-elibrary.blogspot.com

ضروریات اور روحانی ضروریات بیان کرنے کی جانب رہنمائی کی۔

محرک ملکیت : محرک ملکیت ان نفسیاتی محرکات میں سے ہے جسے انسان اپنی سماجی نشو و نما کے دوران سیکھتا ہے ۔ اپنے ماحول کی ثقافت اور انفرادی تجربات سے وہ مال و جائداد اور اراضی کی ملکیت اور فقر کے خوف سے اطمینان نیز معاشرہ کے اندر قوت و جاہ اور رسوخ عطا کرنے والی مختلف قسم کی جائدادوں کی ملکیت کی محبت سیکھتا ہے ۔ محرک ملکیت کی جانب بہت سارے مواقع پر قرآن کریم نے اشارہ کیا ہے :

زین للناس حب الشهوات من النساء و البنین و القناطیر المقنطرة من الذهب و الفضة و الخیل المسومة و الانعام و الحرث ذلک متاع الحیاة الدنیا و الله عنده حسن الماب ۔ (آل عمران ۔ ۱۴)

(لوگوں کے لئے مرغوبات نفس ۔ عورتیں ۔ اولاد ۔ سونے چاندی کے ڈھیر، چیدہ گھوڑے ۔ مویشی اور زرعی زمینیں بڑی خوش آئند بنادی گئی ہیں ۔ مگر یہ سب دنیا کی چند روزہ زندگی کے سامان ہیں ۔ حقیقت میں جو بہتر ٹھکانہ ہے وہ تو اللہ کے پاس ہے ۔)

و تحبون المال حبا جما (فجر ۔ ۲۰)

(اور تم مال کی محبت میں بری طرح گرفتار ہو ۔)

المال و البنون زینة الحیاة الدنیا ۔ (کہف ۴۶)

(یہ مال اور یہ اولاد محض دنیوی زندگی کی ایک ہنگامی آرائش ہے ۔)

toobaa-elibrary.blogspot.com

اعلموا انما الحیاۃ الدنیا لعب و لھو و زینۃ و تفاخر بینکم و تکاثر فی الاموال و الاولاد (حدید ۲۰)

(خوب جان لو کہ یہ دنیا کی زندگی اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک کھیل اور دل لگی اور ظاہری ٹیپ ٹاپ اور تمہارا آپس میں ایک دوسرے پر فخر جتانا اور مال و اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے۔)

محرک ملکیت ان دو اہم محرکات میں سے ایک تھا جنہیں حضرت آدم علیہ السلام کے اندر ابھار کر ابلیس نے انہیں ممنوع درخت سے کھلا کر حکم الہی کی خلاف ورزی کرائی۔

فوسوس الیہ الشیطان قال یا آدم ھل ادلک علی شجرۃ الخلد و ملک لا یبلی۔ (طٰہٰ ۔ ۱۲۰)

(لیکن شیطان نے اس کو پھسلایا، کہنے لگا "آدم، بتاؤں تمہیں وہ درخت جس سے ابدی زندگی اور لازوال سلطنت حاصل ہوتی ہے۔)

بعض ماہرین نفسیات مثلاً "ماکڈو جال" نے محرک ملکیت کو جبلت تصور کیا ہے، لیکن جدید انسانی اور نفسیاتی تحقیقات محرک ملکیت کو جبلت تصور کرنے والی رائے کی تائید نہیں کرتی ہیں بلکہ اسے اکتسابی نفسیاتی محرک قرار دیتی ہیں۔ (۱) شیطان کا حضرتؑ آدم علیہ السلام کو وسوسہ کہ "وہ انہیں لازوال سلطنت (ملکیت)

---

(۱) محمد عثمان نجاتی، علم النفس فی حیاتنا الیومیہ، دار القلم بیروت ۱۹۸۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

کی رہنمائی کرے گا۔" سے یہ نتیجہ لازمی طور پر نہیں نکلتا کہ آدم اور اولاد آدم کے اندر محرک ملکیت فطری اور جبلی ہے۔ کیونکہ یہ مفہوم بھی لیا جاسکتا ہے کہ ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کے اندر ایک ایسے جذبہ کو ابھارنے کی کوشش کی جو اس وقت فی الواقع ان کے اندر موجود نہ تھی۔ اور اس طرح حضرت آدم علیہ السلام نے ابلیس کے بتانے سے محرک ملکیت کو سیکھا ہو۔

محرک سرکشی :

محرک سرکشی کا اظہار دوسروں کے تئیں انسان کے ظالمانہ کردار کے اندر دوسروں کو نقصان پہنچانے کے مقصد سے ہوتا ہے۔ خواہ وہ جسمانی سرکشی کی صورت میں ہو یا لفظی سرکشی کی صورت میں۔ قصۂ آدم و حوا اور جنت سے انہیں نکالنے کے لئے شیطانی وسوسوں کے ضمن میں قرآن نے اس محرک کی جانب اشارہ کیا ہے :

فازلهما الشيطان عنها فاخرجهما مما كانا فيه و قلنا اهبطوا بعضكم لبعض عدوو لكم فى الارض مستقر و متاع الى حين (بقرة ۳۶)

(آخر کار شیطان نے ان دونوں کو اس درخت کی ترغیب دے کر ہمارے حکم کی پیروی سے ہٹادیا اور انہیں اس حالت سے نکلوا کر چھوڑا جس میں وہ تھے۔ ہم نے حکم دیا کہ "اب تم سب یہاں سے اتر جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمہیں ایک خاص وقت تک زمین میں ٹھیرنا اور وہیں گزر بسر کرنا ہے۔)

toobaa-elibrary.blogspot.com

قال اھبطا منھا جمیعا بعضکم لبعض عدو (طہ ۱۲۳)

(اور فرمایا "تم دونوں (فریق، یعنی شیطان اور انسان) یہاں سے اتر جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن رہو گے۔)

یہ دونوں آیات بتاتی ہیں کہ باہمی منافست، اپنی خواہشات اور شیطانی وسوسوں کی وجہ سے لوگوں کے اندر ایک دوسرے پر ظلم اور زیادتی ہوتی ہے۔ سورہ بقرہ کی درج ذیل آیت میں محرک سرکشی کی جانب قرآن نے اشارہ کیا ہے:

و اذ قال ربک للملائکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ قالوا اتجعل فیھا من یفسد فیھا و یسفک الدماء و نحن نسبح بحمدک و نقدس لک قال انی اعلم مالا تعلمون (بقرہ ۳۰)

(اس وقت کا تصور کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا تھا کہ "میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں" انہوں نے عرض کیا: کیا آپ زمین میں کسی ایسے کو مقرر کرنے والے ہیں، جو اس کے انتظام کو بگاڑ دے گا اور خونریزیاں کرے گا۔ آپ کی حمد و ثنا کے ساتھ تسبیح اور آپ کے لئے تقدیس تو ہم کر ہی رہے ہیں"۔ فرمایا "میں جانتا ہوں جو کچھ تم نہیں جانتے"۔)

اس آیت کی شرح میں امام فخرالدین رازی رقم فرماتے ہیں:

"جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو وحی فرمائی کہ:

"انی جاعل فی الارض خلیفۃ قالوا اتجعل فیھا من یفسد فیھا۔"

(میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں، انہوں نے عرض کیا: "کیا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

آپ زمین میں کسی ایسے کو مقرر کرنے والے ہیں جو اس کے انتظام کو بگاڑ دے گا۔)

یعنی جب آپ نے شہوت، غضب، اور عقل تینوں چیزیں جمع کر دی ہیں، تو اس کی موجودہ حالت اسے تکمیل شہوت اور اظہار غضب پر آمادہ کرے گی، اور شہوت کی وجہ سے بگاڑ پیدا ہوگی، اور غضب کی وجہ سے وہ خون بہائے گا، تب اللہ تعالی نے انہیں بتایا کہ " انی اعلم ما لا تعلمون (میں جانتا ہوں جو کچھ تم نہیں جانتے)"(۱)

حیات انسانی کے اندر پہلی سرکشی آدم کے بیٹے قابیل کی طرف سے اپنے بھائی ہابیل پر اس وقت کی گئی جب اللہ نے اس کے بھائی کی قربانی قبول فرمالی اور اس کی قربانی قبول نہیں کی، یہ دیکھ کر اسے غیرت آگئی اور اس نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا۔

واتل علیهم نبا ابنی آدم بالحق اذ قربا قربانا فتقبل من احدهما و لم یتقبل من الاخر قال لاقتلنک قال انما یتقبل الله من المتقین ، لئن بسطت الی یدک لتقتلنی ما انا بباسط یدی الیک لاقتلک انی اخاف الله رب العالمین ، انی ارید ان تبوء باثمی و اثمک فتکون من اصحاب النار و ذلک جزاء الظالمین فطوعت له نفسه قتل اخیه فقتله فاصبح من الخاسرین (مائدہ ۲۷۔۳۰)

---

(۱) فخر الدین رازی، کتاب النفس والروح، تحقیق محمد صغیر معصومی مطبوعہ معہد الابحاث الاسلامیہ کراچی صفحہ ۲۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

(اور ذرا انہیں آدم کے دو بیٹوں کا قصہ بھی بے کم و کاست سنادو جب ان دونوں نے قربانی کی تو ان میں سے ایک کی قربانی قبول کی گئی اور دوسرے کی نہ کی گئی۔ اس نے کہا "میں تجھے مار ڈالوں گا" اس نے جواب دیا "اللہ تو متقیوں ہی کی نذریں قبول کرتا ہے۔ اگر تو مجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ اٹھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ نہ اٹھاونگا۔ میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ میرا اور اپنا گناہ تو ہی سمیٹ لے اور دوزخی بن کر رہے۔ ظالموں کے ظلم کا یہی ٹھیک بدلہ ہے۔ آخر کار اس کے نفس نے اپنے بھائی کا قتل اس کے لئے آسان کردیا اور وہ اسے مار کر ان لوگوں میں شامل ہوگیا جو نقصان اٹھانے والے ہیں۔)

قرآن میں ان عملی سرکشیوں کی جانب اشارہ ہے جن کا اظہار غیبت و بہتان، زبان درازی، گالی گلوج، مذاق و تحقیر جیسے لفظی اسلوبوں سے ہوتا ہے، اس کی چند مثالیں ذیل کی آیات میں دیکھئے :

یاایہا الذین آمنوا لا تتخذوا بطانـة من دونکم لا یالونکم خبالا ودوا ماعنتم قد بدت البغضاء من افواههم و ما تخفی صدورهم اکبر قد بینا لکم الایات ان کنتم تعقلون۔ (آل عمران ۱۱۸)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنی جماعت کے لوگوں کے سوا دوسروں کو اپنا راز دار نہ بناؤ۔ وہ تمہاری خرابی کے کسی موقع سے فائدہ اٹھانے میں نہیں چوکتے۔ تمہیں جس چیز سے نقصان پہنچے وہی ان کو محبوب ہے، ان کے دل کا

toobaa-elibrary.blogspot.com

بغض ان کے منہ سے نکلا پڑتا ہے اور جو کچھ وہ اپنے سینوں میں چھپائے ہوئے ہیں وہ اس سے شدید تر ہے ۔ہم نے تمہیں صاف صاف ہدایات دے دی ہیں اگر تم عقل رکھتے ہو (تو ان سے تعلق رکھنے میں احتیاط برتو گے)

ان یثقفوکم یکونوا لکم اعداء و یبسطوا الیکم ایدیھم و السنتھم بالسوء و ودوا لوتکفرون (ممتحنہ ۔۲)

(ان کا رویہ تو یہ ہے کہ اگر تم پر قابو پاجائیں تو تمہارے ساتھ دشمنی کریں اور ہاتھ اور زبان سے تمہیں آزار دیں ، وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ تم کسی طرح کافر ہو جاؤ۔

زین للذین کفروا الحیاۃ الدنیا و یسخرون من الذین آمنوا ۔(بقرہ ۔۲۱۲)

(جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی ہے ان کے لئے دنیا کی زندگی بڑی محبوب و دل پسند بنادی گئی ہے ۔ ایسے لوگ ایمان کی راہ اختیار کرنے والوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔)

الذین یلمزون المطوعین من المومنین فی الصدقات والذین لا یجدون الا جھدھم فیسخرون منھم ۔(توبہ ۷۹)

(وہ خوب جانتا ہے ان کنجوس دولتمندوں کو جو برضا و رغبت دینے والے اہل ایمان کی مالی قربانیوں پر باتیں چھانٹتے ہیں اور ان لوگوں کا مذاق اڑاتے ہیں جن کے پاس (راہ خدا میں دینے کے لئے) اس کے سوا کچھ نہیں ہے جو وہ اپنے اوپر مشقت برداشت کر کے دیتے ہیں ۔)

toobaa-elibrary.blogspot.com

سرکشی کے معاملہ میں بھی ماہرین نفسیات اور نفسیاتی تجزیہ نگاروں کے اندر اتفاق رائے نہیں ہے کہ آیا وہ فطری محرک ہے یا اکتسابی ؟ فرائڈ (Freud) اور Lorenz وغیرہ بعض ماہرین نفسیات نے اسے فطری محرک شمار کیا ہے ۔ دوسرے بہت سارے ماہرین نفسیات اس رائے سے اتفاق نہیں کرتے کہ اس طرح طبیعت انسانی کے متعلق منفی اور برا تصور سامنے آتا ہے ۔ یعنی اس رائے کی رو سے انسان فطری طور پر شرو سرکشی اور دوسروں کے لئے ایذارسانی پسند نظر آتا ہے ۔ اس لئے دیگر ماہرین نفسیات مثلاً Fromm اور Maslow وغیرہ نے طبیعت انسانی کے نیک و مثبت اور باہمی تعاون پسند پہلوؤں پر زور دیا ہے ۔

جدید تجرباتی تحقیقات سے واضح ہوتا ہے کہ سرکشی کے عمل کا اظہار چھوٹے بچوں کے اندر اس وقت ہوتا ہے جب ان کی جسمانی حرکات پر بندش عائد کرنے کی وجہ سے ان کے اندر ناکامی کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور نتیجہ سرکشی کا اظہار ہوتا ہے ۔ پھر بچے کی نشو و نما کے دوران ناکامی کے حالات پیدا کرنے والی متنوع قسم کی پابندیاں پیش آتی ہیں ۔ مثلاً سماجی ۔ قانونی ۔ اقتصادی ۔ سیاسی اور نفسیاتی پابندیاں وغیرہ ۔ بعض دیگر تحقیقات بتاتی ہیں کہ ناکامی کے نتیجہ میں کوئی لازما سرکشی پیدا نہیں ہوتی ۔ بلکہ مختلف قسم کے کردار کا ظہور ہوتا ہے ۔ مثلاً دوسروں سے تعاون و مدد کی طلب ۔ گریز ۔ شراب و منشیات کا سہارا ۔ اس موقف میں بہت سے دیگر وہ عوامل بھی داخل ہوجاتے ہیں جو بچوں کی تربیت ۔ ان کے ساتھ والدین کے تعلقات ۔ اور بچوں کے سابقہ انفرادی تجربات سے متعلق

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہوتے ہیں، جن کے نتیجہ میں بچے ناکامی پر ظالمانہ عمل اختیار کرنا سیکھ جاتے ہیں، اس بناء پر بہت سارے جدید ماہرین نفسیات اس جانب مائل ہیں کہ محرک سرکشی اپنے ایک جزء میں اکتسابی عمل ہے (۱)

بیشتر جدید ماہرین نفسیات کی اختیار کردہ یہ رائے قرآن کریم کے اس بیان سے ہم آہنگ ہے کہ انسانی طبیعت کے اندر خیر اور شر دونوں کی استعداد موجود ہے :

وھدینہ النجدین (بلد ۱۰)

(اور دونوں نمایا راستے اسے (نہیں) دکھا دئے ۔)

خیر و احسان اور دوسروں کے ساتھ حسن سلوک کی راہ اپنانا، اسی طرح شر و ظلم اور سرکشی پر آمادہ ہونا متعدد عوامل سے تعلق رکھتا ہے، مثلاً فرد کو کس قسم کی تربیت حاصل ہورہی ہے، کن سماجی و ثقافتی ماحول میں وہ پرورش پارہا ہے، اس کے انفرادی تجربات کیا پیش آئے، اسی طرح انسان کبھی ناکامی پر سرکشی و گریز پر آمادہ اور خود سر ہوجاتا ہے، اور کبھی درپیش رکاوٹوں کو دور کرنے کی ترکیب پر غور کر کے ان پر غلبہ پانے کی تدبیر کرتا ہے ۔

---

(1) Moriss Charles G.: Psychology An Introduction, 3 rd ed. Englewood Cliffs, New Jersey, 979 PP. 368 - 370

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس کی رہنمائی کرتی ہے ۔ جہاں اپنے معاشرہ میں رائج اقدار کے مطابق اپنی ترقی و پیش قدمی کے لئے تنافس کو وہ مستحسن خیال کرتا ہے ۔ گرد و پیش کی ثقافت سے انسان اقتصادی تنافس ، سیاسی تنافس ، علمی تنافس اور اسی طرح مختلف نوع کے ایسے تنافس سیکھتا ہے جو مختلف انسانی ثقافتوں میں رائج ہوتے ہیں ۔ قرآن کریم نے اللہ کے خوف ، نیک اعمال ، اعلیٰ انسانی اقدار سے آراستگی ، زندگی کے اندر ربانی منہاج کی اتباع ، خواہ اللہ رب العالمین کے ساتھ تعلقات ہوں ، خاندانی تعلقات ہوں ، یا معاشرتی تعلقات ، کے اندر تنافس کی ترغیب دی ہے ، تاکہ اللہ کی مغفرت ، خوشنودی اور جنت میں داخلہ کی نعمت حاصل ہو :

ان الابرار لفی نعیم ، علی الارائک ینظرون تعرف فی وجوھھم نضرة النعیم ، یسقون من رحیق مختوم ، ختامه مسک و فی ذلک فلیتنافس المتنافسون (مطففین ۲۲ - ۲۶)

(بے شک نیک لوگ بڑے مزے میں ہوں گے ، اونچی مسندوں پر بیٹھے نظارے کر رہے ہوں گے ، ان کے چہروں پر تم خوشحالی کی رونق محسوس کرو گے ۔ ان کو نفیس ترین سربند شراب پلائی جائے گی جس پر مشک کی مہر لگی ہوگی ، جو لوگ دوسروں پر بازی لے جانا چاہتے ہوں وہ اس چیز کو

محرک تنافس :

تنافس ان نفسیاتی محرکات سے تعلق رکھتا ہے جسے انسان اپنے ماحول کی ثقافت سے سیکھتا ہے ، فرد کو حاصل ہونے والی تربیت ایسے گوشوں کی جانب

toobaa-elibrary.blogspot.com

بھلائیوں کی طرف سبقت کرو۔)

سابقوا الی مغفرة من ربکم وجنة عرضها کعرض السماء و الارض اعدت للذین آمنوا باللّٰہ و رسلہ ذلک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء و اللّٰہ ذو الفضل العظیم۔

(حدید ۲۱)

دوڑو اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو اپنے رب کی مغفرت اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان و زمین جیسی ہے، جو مہیا کی گئی ہے ان لوگوں کے لئے جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہوں۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔)

فاستبقوا الخیرات الی اللّٰہ مرجعکم جمیعا فینبئکم بما کُنتم فیه تختلفون

(مائدة ۴۸)

(لہذا بھلائیوں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرو۔ آخر کار تم سب کو خدا کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔ پھر وہ تمہیں اصل حقیقت بتادے گا جس میں تم اختلاف کرتے رہے ہو۔)

محرک دینداری :۔

دینداری کا محرک ایسا نفسیاتی محرک ہے جس کی فطری بنیاد انسان کی تکوینی ساخت کے اندر موجود ہے، انسان اپنے نفس کی گہرائیوں میں ایسا محرک محسوس

toobaa-elibrary.blogspot.com

کرتا ہے جو اسے اپنے خالق اور کائنات کے خالق کی معرفت کے لئے فکر و تلاش پر، اس کی عبادت پر، اس کا وسیلہ اور اس کی پناہ اختیار کر کے ہر مصیبت و پریشانی کے وقت اس کی مدد طلب کرنے پر اسے آمادہ کرتا ہے، اس کی حمایت و نگہبانی میں وہ امن و اطمینان محسوس کرتا ہے۔ تاریخ کے تمام ادوار اور مختلف انسانی معاشروں کے اندر انسانی کردار میں یہ چیز واضح طور پر نظر آتی ہے۔ البتہ تاریخ کے مختلف ادوار اور مختلف انسانی معاشروں میں خدا کی نوعیت سے متعلق انسان کا تصور اور طریقۂ عبادت، فکری معیار اور ثقافتی ارتقاء کے درجہ میں فرق کے لحاظ سے مختلف رہا ہے۔ لیکن خدا کی نوعیت سے متعلق انسانی تصور اور طریقۂ عبادت کے یہ سارے اختلافات انسانی نفس کے اندر موجود محرک دینداری کے اسی ایک فطری محرک کے اظہار کی مختلف شکلیں ہیں۔ قرآن کی بعض آیات میں بھی اس جانب اشارہ ہے کہ محرک دینداری ایک فطری محرک ہے۔ ارشاد ہے :

فاقم وجھک للدین حنیفا فطرۃ اللّٰہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللّٰہ ذلک الدین القیم و لکن اکثر الناس لایعلمون (روم ۔ ۳۰)

(پس (اے نبی اور نبی کے پیروؤ) یکسو ہو کر اپنا رخ اس دین کی سمت میں جمادو، قائم ہو جاؤ اس فطرت پر جس پر اللہ تعالی نے انسانوں کو پیدا کیا ہے ۔ اللہ کی بنائی ہوئی ساخت بدلی نہیں جاسکتی یہی بالکل راست اور درست دین ہے ۔ مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں ۔)

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس آیت میں اللہ تعالی بتارہا ہے کہ انسان کی فطرت یعنی اس کی خلقت اور تکوینی ساخت کے اندر مخلوقات خداوندی میں اللہ کی کرشمہ سازیوں اور ان کے ذریعہ خدا کے وجود اور وحدانیت پر استدلال کی فطری صلاحیت موجود ہے (۱)
ارشاد ہے :

واذ اخذ ربک من بنی آدم من ظھورھم ذریتھم و اشھدھم علی انفسھم الست بربکم قالوا بلی شھدنا ان تقولوا یوم القیامہ انا کنا عن ھذا غافلین (اعراف ۱۷۲)

(اور اے نبی، لوگوں کو یاد دلاؤ وہ وقت جبکہ تمہارے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی نسل کو نکالا تھا اور انہیں خود ان کے اوپر گواہ بناتے ہوئے پوچھا تھا "کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں" ؟ انہوں نے کہا "ضرور آپ ہی ہمارے رب ہیں ہم اس پر گواہی دیتے ہیں" یہ ہم نے اس لئے کہا کہ کہیں تم قیامت کے روز یہ نہ کہہ دو کہ "تم اس بات سے بے خبر تھے")

اس آیت میں اللہ تعالی فرماتا ہے کہ آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کی پشتوں سے نسل در نسل آنے والی نسل انسانی کو دنیاوی تخلیق سے پہلے نکال کر ان سے گواہی لی کہ "کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں ؟" انہوں نے جواب دیا۔ کیوں نہیں، ہم اس کی گواہی دیتے ہیں" اللہ تعالی فرماتا ہے کہ اپنی ربوبیت پر اللہ نے انہیں اس لئے گواہ بنایا، تاکہ روز قیامت وہ یہ نہیں کہہ سکیں ہم اس توحید

---

(۱) تفسیر قرطبی ۱۲، ۷۹، تفسیر جلالین صفحہ ۳۲۰۔۳۲۱

toobaa-elibrary.blogspot.com

سے غافل یا ناآشنا تھے (۱) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی تکوینی ساخت میں اللہ کی ذات اور اس کی واحدانیت کی معرفت کی فطری صلاحیت پائی جاتی ہے۔ اللہ کی ربوبیت کا اعتراف انسان کی فطرت میں جاگزیں اور اس کی روح کی گہرائیوں میں روز اول سے پیوست ہے۔ لیکن جسم کے ساتھ روح کے امتزاج نیز دنیاوی زندگی اور تعمیر کائنات سے متعلق مختلف تقاضائے جسم میں انسان کی مشغولیت کی وجہ سے ربوبیت الہی کی یہ معرفت اور توحید کی فطری صلاحیت پر غفلت و نسیان کا پردہ چھا جاتا ہے۔ اور لاشعور کی گہرائیوں میں وہ پوشیدہ ہوجاتی ہے۔ پھر ضرورت ہوتی ہے کہ اس فطری صلاحیت کو بیدار کیا جائے۔ اس کے غبار کو صاف کیا جائے۔ اور لاشعور کی گہرائیوں سے اسے نکال کر شعور و ادراک کی روشنی میں لایا جائے۔ رازہائے کائنات سے واقفیت۔ انفس و آفاق اور کائنات میں خدا کی کرشمہ سازیوں پر غور و فکر کی راہ سے اس مقصد کی تکمیل ہوتی ہے۔

انسان کے اندر محرک دینداری کو ابھارنے والے اسباب و عوامل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب خطرات اسے ہر چہار جانب سے گھیر لیتے ہیں۔ امید نجات ختم ہوچکی ہوتی ہے۔ اور اللہ کی پناہ کے علاوہ کوئی اور پناہ گاہ نہیں رہ جاتی ہے تو اس وقت یہی فطری محرک درپیش خطرات سے گلو خلاصی کے لئے اللہ کی مدد اور نصرت طلب کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔ (۲)

---

(۱) تفسیر ابن کثیر ۲۔ ۲۶۳ تفسیر جلالین صفحہ ۱۲ (۲) بہی خولی۔ آدم علیہ السلام۔ فلسفہ تقویم الانسان وخلافتہ مکتبہ وہبہ قاہرہ ۱۹۷۲ صفحہ ۱۷۶

toobaa-elibrary.blogspot.com

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

هو الذی یسیر کم فی البر و البحر حتی اذا کنتم فی الفلک و جرین بهم بریح طيبة و فرحوا بها جاء تها ریح عاصف و جاء هم الموج من کل مکان و ظنوا انهم احيط بهم دعوا الله مخلصين له الدين لئن انجيتنا من هذه لنكونن من الشاكرين (یونس ۲۲)

(کشتیوں میں سوار ہو کر باد موافق پر فرحاں و شاداں سفر کر رہے ہوتے ہو اور پھر یکایک باد مخالف کا زور ہوتا ہے اور ہر طرف سے موجوں کے تھپیڑے لگتے ہیں اور مسافر سمجھ لیتے ہیں کہ طوفان میں گھر گئے اسم وقت اپنے دین کو اللہ ہی کے لئے خالص کر کے اس سے دعائیں مانگتے ہیں کہ " اگر تو نے ہم کو اس بلا سے نجات دے دی تو ہم شکر گزار بندے بنیں گے ۔)

قل من ینجیکم من ظلمات البر و البحر تدعونه تضرعا و خفية لئن انجيتنا من هذه لنكونن من الشاكرين (انعام ۶۳)

(اے نبی ، ان سے پوچھو ، صحرا اور سمندر کی تاریکیوں میں کون تمہیں خطرات سے بچاتا ہے ؟ کون ہے جس سے تم (مصیبت کے وقت گڑگڑا گڑا گڑا کر اور چپکے چپکے دعائیں مانگتے ہو ؟ کس سے کہتے ہو کہ اگر اس بلا سے اس نے ہم کو بچالیا تو ہم ضرور شکر گزار ہوں گے ۔)

toobaa-elibrary.blogspot.com

لاشعوری محرکات

بسا اوقات انسان کے اندر ایسے جذبات یا محرکات بھی پیدا ہوتے ہیں، جو ناپسندیدہ یا پریشان کن ہوتے ہیں، دائرہ احساس و شعور سے انہیں دور کرنے کی وہ کوشش کرتا ہے اور بالآخر انہیں لاشعور میں دبادیتا ہے۔ اس قسم کے جذبات یا محرکات کا اظہار اکثر و بیشتر لاشعوری طریقہ پر لغزش بیان و زبان کی صورت میں ہوتا رہتا ہے ۔

نفس کے اندر موجود ایسے ہی جذبات و محرکات، جنہیں انسان چھپانے کی کوشش کرتا ہے لغزش زبان کی صورت میں ان کے لاشعوری اظہار کی جانب قرآن کریم میں اشارہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے :

ام حسب الذین فی قلوبھم مرض ان لن یخرج اللّٰہ اضغانھم ولو نشاء لارینا کھم فلعرفتھم بسیماھم و لتعرفنھم فی لحن القول واللّٰہ یعلم اعمالکم (محمد ۔ ۲۹۔۳۰)

(کیا وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ اللہ ان کے دلوں کے کھوٹ ظاہر نہیں کرے گا ؟ ۔ ہم چاہیں تو انہیں تم کو آنکھوں سے دکھادیں اور ان کے چہروں سے تم ان کو پہچان لو، مگر ان کے انداز کلام سے تو تم ان کو جان ہی لوگے ۔ اللہ تم سب کے اعمال سے خوب واقف ہے۔)

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس مفہوم کی وضاحت حضرت عثمان بن عفان سے مروی اس روایت میں ہے کہ " جو بھی راز انسان اپنے اندر چھپاتا ہے ، چہرہ کے خدو خال اور زبان کی لغزشوں کی صورت میں اللہ تعالی اسے ظاہر کردیتا ہے " (۱) اور حدیث شریف میں ہے " جو راز بھی انسان پوشیدہ رکھتا ہے ، اللہ تعالی اس پر ایک لبادہ ڈال دیتا ہے ، خیر ہو تو خیر کا لبادہ ، اور شر ہو تو شر کا لبادہ " (۲)

آئندہ نویں فصل میں انسانی شخصیت پر گفتگو کرتے ہوئے ہم بتائیں گے کہ بعض لاشعوری عقلی حیلوں مثلاً بدگمانی ، اپنی براءت اور برعکس عمل وغیرہ کی جانب قرآن نے اشارے کئے ہیں ، جو اس بات کی دلیل ہیں کہ نظریہ تحلیل نفسی کے بانی فرائڈ کی تحقیق سے چودہ صدی پیشتر ہی انسانی کردار کے لاشعوری پہلو کی جانب قرآن نے اشارے کردئے تھے ۔

محرکات کے درمیان کشمکش

بسا اوقات کئی محرکات انسان کے اندر ایک دوسرے سے متعارض ہوتے ہیں ، ایک محرک انسان کو کسی ایک مخصوص سمت میں کھینچ رہا ہوتا ہے ، اور دوسرا محرک دوسری برعکس سمت میں ، ایسے موقع پر انسان حیرت و تردد کا شکار ہوکر کسی بھی رخ میں قطعی فیصلہ لینے میں دشواری محسوس کرتا ہے ، اس کیفیت کو نفسیاتی کشمکش کہا جاتا ہے ، قرآن کریم نے بھی ایسی نفسیاتی کشمکش کی

---

(۱) تفسیر ابن کثیر ۲ ، ۱۸۰ (۲) حوالہ سابق

toobaa-elibrary.blogspot.com

تصویر کشی کی ہے جس سے ایمان کے معاملہ میں شک آمیز اور غیر یقینی موقف اپنانے والے دوچار ہوتے ہیں ۔ وہ نہ ایمان کی سمت میں مکمل بڑھتے ہیں ۔ اور نہ سمت کفر پورا جھکتے ہیں ۔ دونوں کے درمیان ڈانوا ڈول کسی قطعی فیصلہ سے بے بس ہوتے ہیں :

قل اندعو من دون اللّٰہ مالا ینفعنا و لا یضرنا و نرد علی اعقابنا بعد اذ هدانا اللّٰہ کالذی استهوته الشیطان فی الارض حیران له اصحاب یدعونه الی الهدی ائتنا (انعام ۔ ۷۱)

(اے نبی ۔ ان سے پوچھو ۔ کیا ہم اللہ کو چھوڑ کر ان کو پکاریں جو نہ ہمیں نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان ؟ اور جب کہ اللہ ہمیں سیدھا راستہ دکھا چکا ہے تو کیا اب ہم الٹے پاؤں ۔ پھر جائیں ؟ کیا ہم اپنا حال اس شخص کا سا کرلیں جسے شیطانوں نے صحرا میں بھٹکادیا ہو اور وہ حیران و سرگرداں پھر رہا ہوں دراں حالیکہ اس کے ساتھی اسے پکار رہے ہوں کہ ادھر آ یہ سیدھی راہ موجود ہے ۔)

نفسیاتی کشمکش کی کیفیت ۔ اور اس سے دوچار فرد کی تردد و حیرت آمیز حالت کی نہایت باریک تصویر کشی اس آیت میں کی گئی ہے ۔ ایسے فرد کو شیاطین سبز باغ دکھاتے اور کفر و ضلال کی جانب کھینچ رہے ہوتے ہیں ۔ دوسری جانب اس کے اہل ایمان اصحاب اسے ہدایت و ایمان کی جانب بلا رہے ہوتے ہیں ۔ ان دونوں پکاروں کے درمیان حیرت و تردد کے عالم میں وہ کھڑا ہوتا ہے ۔ اس حیرت و تردد اور غیر یقینی کیفیت ۔ جس سے کفر و ایمان کے درمیان نفسیاتی کشمکش میں مبتلا شخص دوچار ہوتا ہے ۔ کی تصویر قرآن کے

toobaa-elibrary.blogspot.com

الفاظ میں دیکھئے :

انما یستاذنک الذین لا یؤمنون باللّٰہ و الیوم الآخر وارتابت قلوبھم فھم فی ریبھم یترددون (توبہ - ۴۵)

(ایسی درخواستیں تو صرف وہی لوگ کرتے ہیں جو اللہ اور روز آخر پر ایمان نہیں رکھتے ۔ جن کے دلوں میں شک ہے اور وہ اپنے شک ہی میں متردد ہو رہے ہیں ۔)

ان المنافقین یخادعون اللّٰہ وھو خادعھم و اذا قاموا الی الصلٰوۃ قاموا کسالی یراؤن الناس ولا یذکرون اللّٰہ الا قلیلا مذبذبین بین ذٰلک لا الی ھؤلاء و لا الی ھؤلاء و من یضلل اللّٰہ فلن تجد لہ سبیلا (نساء ۱۴۲ - ۱۴۳)

(یہ منافق اللہ کے ساتھ دھوکہ بازی کر رہے ہیں حالانکہ در حقیقت اللہ ہی نے انہیں دھوکہ میں ڈال رکھا ہے ۔ جب یہ نماز کے لئے اٹھتے ہیں تو کسمساتے ہوئے محض لوگوں کو دکھانے کی خاطر اٹھتے ہیں اور خدا کو کم ہی یاد کرتے ہیں ۔ کفر و ایمان کے درمیان ڈانواڈول ہیں نہ پورے اس طرف ہیں نہ پورے اس طرف ۔ جسے اللہ نے بھٹکا دیا ہو اس کے لئے تم کوئی راستہ نہیں پاسکتے ۔)

اس نفسیاتی کشمکش کی وجہ سے حیرت و تردد میں مبتلا ہو کر جو لوگ فیصلہ نہیں کرپاتے ہیں کہ جنگ میں مسلمانوں کا ساتھ دیں یا اپنی مشرک قوم کا ، اور کشمکش کی وجہ سے بخت تنگی ، پریشانی اور حیرت میں مبتلا ہوتے ہیں ۔ قرآن

toobaa-elibrary.blogspot.com

ان کی بھی تصویر کشی کرتا ہے :

الا الذین یصلون الی قوم بینکم و بینهم میثاق او جاؤکم حصرت صدورهم ان یقاتلوکم او یقاتلوا قومهم (نساء۔۹۰)

(البتہ وہ منافق اس حکم سے مستثنیٰ ہیں جو کسی ایسی قوم سے جا ملیں جس سے تمہارا معاہدہ ہے ۔ اسی طرح وہ منافق بھی مستثنیٰ ہیں جو تمہارے پاس آتے ہیں اور لڑائی سے دل برداشتہ ہیں نہ تم سے لڑنا چاہتے ہیں نہ اپنی قوم سے ۔)

محرکات پر کنٹرول

گذشتہ تفصیلات سے اس قدر واضح ہو جاتا ہے کہ مشیت خداوندی کے مطابق ہر انسان و حیوان کی فطرت میں عضویاتی محرکات رکھ کر تحفظ ذات اور بقاء نوع کے مقاصد کی تکمیل کی گئی ہے ۔ اور ان محرکات و جذبات کی تکمیل ایک لازمی فطری تقاضہ ہے ۔ جو ہر انسان و حیوان کی تکوینی ساخت کا مقتضی ہے ۔ ان کی تکمیل و آسودگی ہی پر زندگی کا تسلسل اور نوع کی بقاء منحصر ہے ۔ اس لئے ان محرکات سے متعلق قرآنی احکام و تعلیمات انسانی فطرت سے پوری طرح ہم آہنگ ہیں ۔ قرآن ان کا اعتراف کرتا ہے ۔ انہیں تسلیم کرتا ہے اور مقررہ حدود کے اندر ان کی تکمیل و آسودگی کا حکم دیتا ہے ۔ قرآن یا حدیث کے اندر کہیں بھی ان محرکات کو ناپسندیدہ بتایا گیا ہے نہ ان کا انکار کیا گیا ہے اور نہ ان کے کچلنے کا حکم دیا گیا ہے ۔ اسی قرآن اور حدیث نبوی کے اندر ان

toobaa-elibrary.blogspot.com

محرکات و خواہشات پر کنٹرول ، ان کی نگرانی اور اسراف و تجاوز سے بچتے ہوئے شریعت کے حدود ہی میں ان کی تکمیل کا حکم دیا گیا ہے ، تاکہ فرد اور سماج کے مفادات محفوظ رہ سکیں۔

کسی جذبہ پر کنٹرول اور اس جذبہ کو کچلنے میں بہت بڑا فرق ہے ، جسے واضح رہنا چاہئے ، کنٹرول کا مطلب یہ ہے کہ کسی جذبہ ، محرک کو بالارادہ روکنا اور ان کی تکمیل و اظہار سے مخصوص حالات میں گریز کرنا ، جس میں سرے سے اس جذبہ کا انکار نہیں ہوتا ہے ، بلکہ دوسرے حالات میں جب اجازت ہو ، اس جذبہ کی تکمیل کی جاتی ہے ، اور کچلنے کا مطلب یہ ہے کہ اس جذبہ کا انکار کیا جائے ، اسے ناپسندیدہ تصور کیا جائے ، اور اس سے خوف محسوس کیا جائے ، اور بالآخر شعور کے دائرہ سے پوری طرح اسے دور کر کے احساس گناہ و قلق سے گلو خلاصی حاصل کی جائے ، اور اس طرح جذبہ کو لاشعور کے اندر کچل کر رکھ دیا جائے ، لہذا کچلنے کا مفہوم یہ ہوا کہ جذبہ کو شعور و احساس کے دائرہ سے دور کر کے لاشعور کی گہرائیوں میں بند کر دیا جائے ، لاشعور کے اندر جذبہ کی موجودگی کو بالکلیہ ختم نہیں کیا جاسکتا ہے ، جبکہ وہ اپنے اظہار کے لئے لاشعوری حیلوں اور طریقوں کے ذریعہ کوشاں رہتا ہے ، نتیجہ کردار میں فساد و بگاڑ کے مختلف مظاہر سامنے آتے ہیں۔

قرآن کریم ہمارے فطری محرکات کو سابقہ مفہوم کے مطابق کچلتا نہیں ہے ، بلکہ ان کی تکمیل کے عمل کو منظم بناتا ہے ، ان پر نگرانی کرتا ہے ، اور ان کی اس طرح درست رخ بندی کرتا ہے جس میں فرد اور سماج دونوں کے

toobaa-elibrary.blogspot.com

مفاد کی رعایت ملحوظ ہوتی ہے ۔ اور اس طرح فرد خود ان محرکات کی باگ اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے اور ان کی رخ بندی کرتا ہے ۔ نہ کہ خود محرکات و جذبات فرد پر حاوی رہتے ہیں ۔ عضویاتی محرکات کی تکمیل کو قرآن جس طرح تسلیم کرتا ہے اس کی وضاحت درج ذیل آیات سے ہوتی ہے :

یا ایھا الناس کلوا مما فی الارض حلالا طیبا و لا تتبعوا خطوات الشیطان انه لکم عدو مبین (بقرۃ - ۱۶۸)

(لوگو ، زمین میں جو حلال اور پاک چیزیں ہیں انہیں کھاؤ اور شیطان کے بتائے ہوئے راستوں پر نہ چلو ، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے ۔)

یا ایھا الذین آمنوا کلوا من طیبات ما رزقناکم واشکروا للّٰہ ان کنتم ایاہ تعبدون (بقرہ ۱۷۲)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو ، اگر تم حقیقت میں اللہ ہی کی بندگی کرنے والے ہو تو جو پاک چیزیں ہم نے تمہیں بخشی ہیں انہیں بے تکلف کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو ۔)

یا ایھا الذین آمنوا لا تحرموا طیبات ما احل اللّٰہ لکم ولا تعتدوا ان اللّٰہ لا یحب المعتدین ، وکلوا مما رزقکم اللّٰہ حلالا طیبا و اتقوا اللّٰہ الذی انتم بہ مومنون (مائدہ ۸۷ - ۸۸)

(اے لوگو ، جو ایمان لائے ہو ، جو پاک چیزیں اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں انہیں حرام نہ کرو اور حد سے تجاوز نہ کرو ۔ اللہ کو زیادتی کرنے والے سخت ناپسند ہیں ، جو کچھ حلال و طیب رزق اللہ نے تمہیں دیا ہے اسے

toobaa-elibrary.blogspot.com

کھاؤ پیو اور اس خدا کی نافرمانی سے بچتے رہو جس پر تم ایمان لائے ہو۔

کلوا واشربوا من رزق اللّٰہ (بقرۃ۔۶۰)

(اللہ کا دیا ہوا رزق کھاؤ پیو۔)

یابنی آدم خذو زینتکم عند کل مسجد و کلوا و اشربوا ولا تسرفوا انہ لا یحب المسرفین ، قل من حرم زینہ اللّٰہ التی اخرج لعبادہ و الطیبات من الرزق قل ھی للذین آمنوا فی الحیاۃ الدنیا خالصۃ یوم القیامۃ کذلک نفصل الایات لقوم یعلمون (اعراف۔۳۱،۳۲)

(اے نبی آدم، ہر عبادت کے موقع پر اپنی زینت سے آراستہ رہو اور کھاؤ پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو۔ اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اے نبی، ان سے کہو کس نے اللہ کی اس زینت کو حرام کردیا جسے اللہ نے اپنے بندوں کے لئے نکالا تھا اور کس نے اللہ کی بخشی ہوئی پاک چیزیں ممنوع کردیں؟ کہو یہ ساری چیزیں دنیا کی زندگی میں بھی ایمان لانے والوں کے لئے ہیں اور قیامت کے روز تو خالصہ انہی کے لئے ہوں گی۔ اس طرح ہم اپنی باتیں صاف صاف بیان کرتے ہیں، ان لوگوں کے لئے جو علم رکھنے والے ہیں۔

و انکحوا الایامی منکم و الصالحین من عبادکم و اماء کم ان یکونوا فقراء یغنھم اللّٰہ من فضلہ و اللّٰہ واسع علیم (نور۔۳۲)

(تم میں سے جو لوگ مجرد ہوں اور تمہاری لونڈی غلاموں میں سے جو

toobaa-elibrary.blogspot.com

صالح ہوں ان کے نکاح کردو۔ اگر وہ غریب ہوں تو اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کردے گا۔ اللہ بڑی وسعت والا اور علیم ہے۔)

وان خفتم ان لا تقسطوا فی الیتامی فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی و ثلث و ربع فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدۃ او ماملکت ایمانکم ذلک ادنی ان لا تعولوا (نساء۔۳)

(اور اگر تم کو اندیشہ ہو کہ یتیموں کے ساتھ انصاف نہ کرسکو گے تو جو عورتیں تم کو پسند آئیں ان میں سے دو دو، تین تین، چار چار سے نکاح کرلو۔ لیکن اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ ان کے ساتھ عدل نہ کرسکو گے تو پھر ایک ہی بیوی کرو یا ان عورتوں کو زوجیت میں لاؤ جو تمہارے قبضہ میں آئی ہیں، بے انصافی سے بچنے کے لئے یہ زیادہ قرین صواب ہے۔)

نساؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم (بقرۃ ۲۲۳)

(تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں تمہیں اختیار ہے جس طرح چاہو اپنی کھیتی میں جاؤ۔)

ان آیات سے واضح ہوجاتا ہے کہ انسان کے فطری محرکات و جذبات کا قرآن کریم انکار نہیں کرتا ہے، نہ انہیں کچلتا اور دباتا ہے اور اس طرح انسان کو اس نفسیاتی کشمکش سے محفوظ رکھتا ہے جو جنسی جذبہ کے انکار اور اس کو کچلنے کے نتیجہ میں پیدا ہوکر کردار میں بگاڑ کا سبب بنتی ہے، لیکن دوسری طرف قرآن انسان کو بے لگام بھی نہیں چھوڑتا ہے کہ وہ جس طرح چاہے بلا قید و حد اپنے جذبات و خواہشات کی تسکین کرتا پھرے، بلکہ ان کی تکمیل کو ضابطہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

کا پابند اور ان پر کنٹرول رکھنے کی دعوت دیتا ہے (۱)

حلال اور جائز دائرہ میں رہتے ہوئے فطری محرکات کی تکمیل سے لطف اندوزی میں کوئی حرج نہیں ہے ۔ لیکن فطری محرکات کی تکمیل کے لئے قرآن کریم دو طرح کی پابندی بتاتا ہے ۔ اول یہ کہ صرف جائز طریقہ سے ان کی تکمیل کی جائے ۔ اور دوم یہ کہ ان کی تکمیل میں اسراف نہ کیا جائے ۔

عضویاتی محرکات کی تکمیل کے لئے جائز و حلال راہ اپنانا پہلا ضابطہ ہے، چنانچہ حرام کمائی کے ذریعہ بھوک کی تکمیل سے قرآن کریم روکتا ہے ۔ اسی طرح بعض مخصوص انواع کی چیزیں کھانے سے بھی وہ ہمیں روکتا ہے جن سے صحت انسانی کو ضرر لاحق ہوتا ہے ۔ قرآن ہمیں شراب نوشی سے روکتا ہے کہ وہ انسان کی جسمانی اور عقلی صحت کے لئے ضرر رساں ہے ؛ وہ ہمیں شادی کے علاوہ طریقے سے جنسی جذبہ کی تکمیل سے منع کرتا ہے ۔ کیونکہ اس سے صحت اور سماج کے لئے بہت سارے نقصانات وابستہ ہیں ۔ اللہ تعالی نے جنسی جذبہ کی تسکین کے لئے ایک ضابطہ بنایا ہے ۔ اس نے مرد اور عورت کی تخلیق فرمائی ۔ اور ان دونوں سے تشکیل پانے والی خاندانی زندگی کو جنسی جذبہ کی تسکین کا ذریعہ بنایا ۔ اس سے خاندانی زندگی باہمی محبت و مودت اور تعاون و ایثار سے آراستہ ہوکر امن و سکون اور طمانیت کا سبب بنتی ہے ۔

---

(۱) اس سلسلہ میں مزید دیکھئے ؛ محمد قطب ۔ الانسان بین المادیۃ و الاسلام ، مطبوعہ قاہرہ ۱۹۷۰ء صفحہ ۸۲ ۔ ۹۱
محمد قطب ، منہج التربیۃ الاسلامیۃ ، مطبوعہ بیروت ، دارالشروق ۔ ۱۲۸ ۔ ۱۲۹ ۔ ۱۳۵

toobaa-elibrary.blogspot.com

و من آیاته ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیها و جعل بینکم مودة و رحمة ان فی ذلک لایات لقوم یتفکرون (روم۔۲۱)

(اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے بیویاں بنائیں۔ تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کردی یقینا اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو غور و فکر کرتے ہیں۔)

ھن لباس لکم و انتم لباس لھن (بقرة۔۱۸۷)

(وہ تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہو۔)

اگر حالات شادی کے لئے سازگار نہ ہوں تو اپنے جنسی جذبہ پر کنٹرول اور پاکدامنی اختیار کرلے کا حکم دیا گیا ہے۔ تاآنکہ حالات شادی کے لئے سازگار ہوجائیں۔ (۱)

---

(۱) یہ بات قابل ذکر ہے کہ فرائڈ کے زیر علاج جو عصبی مریض تھے، ان کی پرورش و پرداخت عموماً مسیحی یوروپی معاشرہ میں ہوئی تھی۔ جہاں جنسی جذبہ ناپسندیدہ اور لائق نفرت تھا۔ اسی لئے فرائڈ کے یہاں جنسی جذبہ کو کچلنے اور عصبی مریضوں کے مابین تعلق کا وجود کوئی قابل تعجب بات نہیں ہے، حالانکہ فرائڈ ہی کے بعض شاگرد جیسے اڈلر اور یونغ اور ان کے علاوہ دیگر نفسیاتی محللین مثلاً کارن ہونی اور اریک فروم نے فرائڈ کے اس نظریہ سے اتفاق نہیں کیا ہے کہ جنسی جذبات پر زائد توجہ دی جائے اور عصبی امراض کی بنیاد جنس کے دباؤ کو مانا جائے، ساتھ ہی یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ فرائڈ کے دریافت کردہ نتائج ممکن ہے کہ بعض حالات میں اس معاشرہ کے اندر درست ہوں جہاں خود فرائڈ نے زندگی گزاری تھی، لیکن یہ ضروری نہیں کہ یہی نتائج دوسرے ان معاشروں کے لئے بھی لازمی طور پر درست ہوں جہاں کی ثقافت فرائڈ کے معاشرہ سے مختلف ہے، جذبہ جنس کے تئیں اسلام کا جو موقف اوپر بیان ہوا ہے، جو نہ اس کا انکار کرتا ہے، نہ اسے گندی و قابل نفرت چیز سمجھتا ہے، اس کے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

toobaa-elibrary.blogspot.com

وليستعفف الذين لا يجدون نكاحا حتى يغنيهم الله من فضله (نور - ۳۲)

(اور جو نکاح کا موقع نہ پائیں انہیں چاہیے کہ عفت مآبی اختیار کریں یہاں تک کہ اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کردے ۔)

مسلم نوجوانوں کے لئے قرآن کریم ایسا معاشرہ فراہم کرنا چاہتا ہے جو اس کے جنسی جذبہ پر کنٹرول میں معاون ہو ۔ ایسا معاشرہ اسے ناپسند ہے جو نوجوانوں کے جنسی جذبات کو مزید برانگیختہ کرتے اور ان میں ہیجان پیدا کرتے ہیں ۔ اسی لئے قرآن کریم نے نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیا اور عورتوں کو اپنی زینت ، بال ، گردن اور سینہ کے ان جسمانی محاسن کو پوشیدہ رکھنے کا حکم دیا جو مردوں کے لئے فتنہ خیز بنتے ہیں ۔

قل للمؤمنين يغضوا من ابصارهم و يحفظوا فروجهم ذلك ازكى لهم ان الله خبير بما يصنعون ، وقل للمؤمنات يغضضن من ابصارهن و يحفظن فروجهن و لا يبدين زينتهن الا ما ظهر منها وليضربن بخمرهن على جيوبهن و لا يبدين

پیش نظر اسلامی معاشرہ ، جہاں بچوں کی پاکیزہ اسلامی تربیت ہوتی ہے ، نوجوانوں کی جلد شادی کی ہمت افزائی کی جاتی ہے اور اس راہ میں رکاوٹ بننے والی عادت و رواج سے جو محفوظ ہوتا ہے ۔ ایسے معاشرہ میں ہم یہ توقع ہی نہیں کرتے کہ جنسی جذبہ کو کچلنے کی ضرورت پیش آئے ۔ جنسی جذبہ پر ضبط و کنٹرول اور شادی کے لئے مناسب وقت تک اس جذبہ کی تکمیل سے گریز کی نوجوانوں کی تربیت کو ہم ان کی نفسیاتی صحت کے لئے ضرر رساں ہی نہیں سمجھتے ، خصوصاً جبکہ نوجوان عبادات اور بالخصوص روزہ کو جنسی خواہش پر کنٹرول کے ایک وسیلہ کے طور پر انجام دیتے ہوں ، اور دیگر ذرائع بلندی جیسے ورزش ، مختلف سماجی سرگرمیوں میں شرکت اور علوم ، آداب و فنون کے حصول میں وہ دلچسپی لیتے ہوں ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

زینتھن الا لبعولتھن او آبائھن او آباء بعولتھن او ابنائھن او ابناء بعولتھن او اخوانھن او بنی اخوانھن او بنی اخواتھن او نسائھن او ما ملکت ایمانھن او التابعین غیر اولی الاربۃ من الرجال او الطفل الذین لم یظھروا علی عورات النساء و لا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن و توبوا الی اللّٰہ جمیعا ایھا المؤمنون لعلکم تفلحون (نور-۳۰-۳۱)

(اے نبی، مومن مردوں سے کہو کہ اپنی نظریں بچاکر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لئے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے، جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ ان سے باخبر رہتا ہے۔ اور اے نبی، مومن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں بچاکر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، اور اپنا بناؤ سنگار نہ دکھائیں بجز اس کے جو خود ظاہر ہوجائے، اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رہیں، وہ اپنا بناؤ سنگار نہ ظاہر کریں مگر ان لوگوں کے سامنے، شوہر، باپ، شوہر کے باپ، اپنے بیٹے، شوہروں کے بیٹے، بھائی، بھائیوں کے بیٹے، بہنوں کے بیٹے، اپنے میل جول کی عورتیں، اپنے لونڈی، غلام، وہ زیر دست مرد جو کسی اور قسم کی غرض نہ رکھتے ہوں اور وہ بچے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے ابھی واقف نہ ہوئے ہوں، وہ اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلا کریں کہ اپنی جو زینت انہوں نے چھپا رکھی ہو اس کا لوگوں کو علم ہوجائے۔ اے مومنو! تم سب مل کر اللہ سے توبہ کرو توقع ہے کہ فلاح پاؤ گے۔)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے، اجنبی مرد و عورت کو تنہائی میں اکٹھا

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہونے سے منع فرمایا کہ یہ جنس جذبہ کو برانگیختہ کرسکتا ہے : سن بلوغ کو نہ پہنچنے والے بچوں اور خادموں کے لئے تعلیم دی گئی ہے کہ مندرجہ ذیل تین اوقات میں بغیر اجازت ان جگہوں میں داخل نہ ہوں جہاں مرد و عورت اکٹھے ہوتے ہیں ، فجر سے پہلے ، دوپہر میں قیولہ کے وقت ، اور بعد نماز عشاء سونے کی تیاری کے وقت ۔

یاایہا الذین آمنو لیستاذنکم الذین ملکت ایمانکم والذین لم یبلغوا الحلم منکم ثلاث مرات من قبل صلاۃ الفجر و حین تضعون ثیابکم من الظہیرۃ و من بعد صلاۃ العشاء ، لیس علیکم و لا علیہم جناح بعدھن طوافون علیکم بعضکم علی بعض ، کذلک یبین اللہ لکم الایات و اللہ علیم حکیم (نور۔ ۵۸)

(اے ایمان والو اجازت لے کر آئیں تم سے جو تمہارے ہاتھ کے مال ہیں اور لوکہ نہیں پہنچے تم میں عقل کی حد کو تین بار فجر کی نماز سے پہلے اور جب اتار رکھتے ہوں اپنے دوپہر میں اور عشاء کی نماز سے پیچھے یہ تین وقت بدن کھلنے کے ہیں ان کے بعد وہ بلا اجازت آئیں تو نہ تم پر کوئی گناہ ہے نہ ان پر ، تمہیں ایک دوسرے کے پاس بار بار آنا ہی ہوتا ہے اس طرح اللہ تمہارے لئے اپنے ارشادات کی توضیح کرتا ہے اور وہ علیم و حکیم ہے ۔)

ان تین اوقات میں عام طور پر لوگ اپنے معمول کے کپڑے اتار کر آرام و خواب کے لباس پہن لیتے ہیں ۔ ایسا ممکن ہوتا ہے کہ ان اوقات میں شرمگاہ کے کچھ حصے کھلے ہوں جن پر دوسروں کی نگاہ نہیں پڑنی چاہیے ۔ ان

toobaa-elibrary.blogspot.com

اوقات میں مردوں اور عورتوں کے پاس بغیر اجازت لئے بچوں اور خادموں کو جانے سے قرآن نے اس لئے روکا ہے کہ ان کی نگاہ شرمگاہ وغیرہ پر نہ پڑسکے ، تاکہ ایک طرف شرم و حیا کو آنچ نہ آئے اور دوسری جانب خادموں کے اندر جنسی خواہش کے بھڑکنے ، یا بچوں کے اپنے والدین کی شرمگاہوں اور ان کے باہمی جنسی تعلق کے گوشوں سے آشنا ہونے کا احتمال نہ رہے ۔ تحلیل نفسی کی تحقیقات بتاتی ہیں کہ ان امور سے بچوں کی واقفیت ان کے اندر برے نتائج پیدا کرتی ہے ۔ (۱) اخبارات کا مطالعہ بھی بتاتا ہے کہ قیود و ضوابط نیز با مقصد نگرانی کے بغیر نوجوان بچیوں اور خادموں کا میل جول بعض خاندانوں میں کیسے غلط واقعات پیدا کر رہے ہیں ۔

عضویاتی محرکات سے متعلق دوسرا ضابطہ محرکات کی تکمیل میں اسراف سے گریز ہے ۔ ہمارے شخصی تجربات اور طبی تحقیقات دونوں بتاتی ہیں کہ کھانے میں زیادتی انسانی صحت کے لئے ضرر رساں ہے ۔ تخمہ ، نظام ہضم میں بگاڑ اور صحت کو نقصان پہچانے والے موٹاپے وغیرہ کی شکایات زیادہ کھانے سے پیدا ہوتی ہیں ۔ پینے میں زیادتی بھی ، اور راحت و آرام ، کاہلی اور سونے میں اسراف بھی صحت کے لئے مضر بنتا ہے ۔ اسی لئے اللہ تعالی نے کھانے پینے میں اسراف سے منع فرمایا ہے :

یا بنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد و کلوا اشربوا ولا تسرفوا انه لا یحب

---

(۱) احمد محمد جمال ، نحو تربیۃ اسلامیۃ ، جدہ ، تہامہ ۱۹۸۰ ، صفحہ ۷۸ - ۷۹

toobaa-elibrary.blogspot.com

المسرفین (اعراف ۳۱)

(اے بنی آدم، ہر عبادت کے موقع پر اپنی زینت سے آراستہ رہو اور کھاؤ پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔)

اس آیت سے فطری طور پر سمجھا جاسکتا ہے کہ اسراف کی ممانعت محض بھوک اور پیاس کے محرکات کی تکمیل کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، بلکہ دیگر عضویاتی محرکات کے لئے بھی یہی حکم ہے۔ بھوک اور پیاس کے محرکات کا ذکر قرآن کریم نے بطور مثال کر کے اس نقصان کی طرف اشارہ کیا ہے جو فطری محرکات کی تکمیل میں اسراف و زیادتی کرنے سے عام طور پر پیدا ہوتا ہے، بیشتر آیات میں اختصار و تلمیح اور اشارہ کا اسلوب قرآن کریم کی خصوصیت ہے۔ البتہ صرف بھوک اور پیاس کے محرکات کا تذکرہ کرنے سے غالبا تحفظ ذات کی اندر ان دونوں محرکات کی اہمیت اور خصوصا ان دونوں کی تکمیل میں اسراف و زیادتی کرنے کی انسانی عادت کی جانب اشارہ مقصود ہے۔

عضویاتی محرکات پر کنٹرول کی طرح نفسیاتی محرکات پر کنٹرول کی بھی قرآن کریم نے انسان کو ہدایت دی ہے، چنانچہ متعدد مقامات پر جذبۂ سرکشی وجذبۂ ملکیت پر کنٹرول کا قرآن میں حکم دیا گیا ہے، ضبط نفس اور خواہشات و شہوات نفسانی، خواہ وہ جسمانی ہوں یا نفسیاتی، پر کنٹرول کی صفات سے ہر متوازن شخصیت کو آراستہ ہونا چاہئے۔

چنانچہ جذبہ سرکشی کے سلسلہ میں قرآن کریم نے جسمانی یا زبانی کسی بھی طور پر دوسروں پر ظلم اور زیادتی کرنے سے منع کیا ہے، اور دوسروں کے

toobaa-elibrary.blogspot.com

ساتھ نرم خوئی اور حسن سلوک کا حکم دیا ہے :

والذین یوذون المؤمنین و المؤمنات بغیر ما کتسبوا فقد احتملوا بھتانا و اثما مبینا (احزاب ۵۸)

(اور جو لوگ مومن مردوں اور عورتوں کو بے قصور اذیت دیتے ہیں انہوں نے ایک بڑے بہتان اور صریح گناہ کا وبال اپنے سر لے لیا ہے ۔)

یا ایھا الذین آمنوا اذا ناجیتم فلا تتناجوا بالاثم و العدوان و معصیۃ الرسول و تناجوا بالبر و التقوی و اتقوا اللّٰہ الذی الیہ تحشرون (مجادلۃ ۔ ۹)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو ، جب تم آپس میں پوشیدہ بات کرو تو گناہ اور زیادتی اور رسولؐ کی نافرمانی کی باتیں نہیں بلکہ نیکی اور تقویٰ کی باتیں کرو ، اور اس خدا سے ڈرتے رہو جس کے حضور تمہیں حشر میں پیش ہونا ہے ۔)

ولا یجرمنکم شنآن قوم ان صدوکم عن المسجد الحرام ان تعتدوا و تعاونوا علی البر و التقوی ولا تعاونوا علی الاثم و العدوان (مائدۃ ۲)

(اور دیکھو ، ایک گروہ نے جو تمہارے لئے مسجد حرام کا راستہ بند کردیا ہے تو اس پر تمہارا غصہ تمہیں اتنا مشتعل نہ کردے کہ تم بھی ان کے مقابلے میں ناروا زیادتیاں کرنے لگو ۔ نہیں جو کام نیکی اور خدا ترسی کے ہیں ان میں سب سے تعاون کرو اور جو گناہ اور زیادتی کے کام ہیں ان میں کسی سے تعاون نہ کرو ۔)

ولا تعتدوا ان اللّٰہ لا یحب المعتدین (مائدۃ ۸۷)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(اور حد سے تجاوز نہ کرو۔ اللہ کو زیادتی کرنے والے سخت ناپسند ہیں۔)

ولا تقتلوا النفس التی حرم اللّٰہ الا بالحق (انعام۔ ۱۵۱)

(اور کسی جان کو جسے اللہ نے محترم ٹھیرایا ہے ہلاک نہ کرو مگر حق کے ساتھ۔)

وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما فان بغت احداھما علی الاخری فقاتلوا التی تبغی حتی تفئی الی امر اللّٰہ فان فائت فاصلحوا بینھما بالعدل و اقسطوا ان اللّٰہ یحب المقسطین ، انما المؤمنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم و اتقوا اللّٰہ لعلکم ترحمون یا ایھا الذین آمنوا لا یسخر قوم من قوم عسی ان یکونوا خیرا منھم و لا نساء من نساء عسی ان یکن خیرا منھن و لا تلمزوا انفسکم و لا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان و من لم یتب فا ولئک ھم الظالمون (حجرات۔ ۹۔ ۱۱)

(اور اگر اہل ایمان میں سے دو گروہ آپس میں لڑجائیں تو ان کے درمیان صلح کراؤ۔ پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے گروہ پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والوں سے لڑو۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے۔ پھر اگر وہ پلٹ آئے تو ان کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کرادو۔ اور انصاف کرو کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ لہذا اپنے بھائیوں کے درمیان تعلقات کو درست کرو۔ اور اللہ سے ڈرو۔ امید ہے کہ تم پر رحم کیا جائے گا۔ اے لوگو، جو

toobaa-elibrary.blogspot.com

ایمان لائے ہو۔ نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں۔ ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرو۔ ایمان لانے کے بعد فسق میں نام پیدا کرنا بہت بری بات ہے۔ جو لوگ اس روش سے باز نہ آئیں وہ ظالم ہیں۔)

محرک ملکیت پر کنٹرول کا حکم دیتے ہوئے قرآن کریم نے حرص و آز، دولت کی ذخیرہ اندوزی، سود اور دوسروں کا مال حرام طریقہ سے کھانے اور چوری سے منع کیا، اور راہ خدا میں خرچ، فقراء و مساکین پر صدقہ اور زکاۃ نکالنے کا حکم دیا ہے:

والذی یکنزون الذهب و الفضة و لا ینفقونها فی سبیل اللّٰه فبشرهم بعذاب الیم، یوم یحمی علیها فی نار جهنم فتکوی بها جباههم وجنوبهم و ظهورهم هذا ماکنزتم لانفسکم فذوقوا ماکنتم تکنزون۔(توبه۔ ۳۴۔۳۵)

(درد ناک سزا کی خوشخبری دو ان کو جو سونے اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں، اور انہیں خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ ایک دن آئے گا کہ اسی سونے چاندی پر جہنم کی آگ دہکا دی جائے گی، اور پھر اسی سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا۔ یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا، لو اب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزہ دیکھو۔)

ولا یحسبن الذین یبخلون بما آتاهم اللّٰه من فضله هو خیرا لهم بل هو شر

toobaa-elibrary.blogspot.com

لهم سیطوقون ما بخلوا به یوم القیامة وللّٰه میراث السموات و الارض واللّٰه بما تعملون خبیر (آل عمران۔۱۸۰)

(جن لوگوں کو اللہ نے اپنے فضل سے نوازا ہے اور پھر وہ بخل سے کام لیتے ہیں وہ اس خیال میں نہ رہیں کہ یہ بخیلی ان کے لئے اچھی ہے، نہیں، یہ ان کے حق میں نہایت بری ہے۔ جو کچھ وہ اپنی کنجوسی سے جمع کر رہے ہیں وہی قیامت کے روز ان کے گلے کا طوق بن جائے گا۔ زمین اور آسمانوں کی میراث اللہ ہی کے لئے ہے اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔)

فاتقوا اللّٰہ مااستطعتم و اسمعوا و اطیعوا و انفقوا خیرا لانفسکم و من یوق شح نفسه فاولئک هم المفلحون (تغابن ۱۲)

(لہذا جہاں تک تمہارے بس میں ہو اللہ سے ڈرتے رہو اور سنو اور اطاعت کرو اور اپنے مال خرچ کرو، یہ تمہارے ہی لئے بہتر ہے۔ جو اپنے دل کی تنگی سے محفوظ رہ گئے بس وہی فلاح پانے والے ہیں۔)

و انفقوا مما رزقناکم من قبل ان یاتی احدکم الموت فیقول رب لولا اخرتنی الی اجل قریب فاصدق و اکن من الصالحین (منافقون ۱۰)

(جو رزق ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرو قبل اس کے تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجائے اور اس وقت وہ کہے کہ "اے میرے رب، کیوں نہ تو نے مجھے تھوڑی سی مہلت اور دے دی کہ میں صدقہ دیتا اور صالح لوگوں میں شامل ہوجاتا۔)

toobaa-elibrary.blogspot.com

آمنوا باللّٰہ و رسولہ و انفقوا مما جعلکم مستخلفین فیہ فالذین آمنوا منکم و انفقوا لھم اجر کبیر (حدید ۔ ۷)

(ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر ۔ اور خرچ کرو ان چیزوں سے جن پر اس نے تمھیں خلیفہ بنایا ہے ۔ جو لوگ تم میں سے ایمان لائیں گے اور مال خرچ کریں گے ان کے لئے بڑا اجر ہے ۔)

ان المصدقین و المصدقات و اقرضوا اللّٰہ قرضا حسنا یضاعف لھم و لھم اجر کریم (حدید ۱۸)

(مردوں اور عورتوں میں سے جو لوگ صدقات دینے والے ہیں اور جنہوں نے اللہ کو قرض حسن دیا ہے ۔ ان کو یقینا کئی گناہ بڑھا کر دیا جائے گا ۔ اور ان کے لئے بہترین اجر ہے ۔)

قل لعبادی الذین آمنوا یقیموا الصلاۃ و ینفقوا مما رزقناھم سرا و علانیۃ من قبل ان یاتی یوم لا بیع فیہ و لا خلال (ابراھیم ۳۱)

(اے نبی ۔ میرے جو بندے ایمان لائے ہیں ان سے کہہ دو کہ نماز قائم کریں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے کھلے اور چھپے (راہ خیر میں) خرچ کریں قبل اس کے کہ وہ دن آئے جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی اور نہ دوست نوازی ہوسکے گی ۔)

عام طور پر قرآن کریم نے انسان کو اپنے جذبات و محرکات پر کنٹرول اور اسراف سے بچتے ہوئے شرعی حدود کے اندر ان کی تکمیل کا حکم دیا ہے ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

تاکہ انسان اسیر ہوس اور بندہ شہوت نہ بن جائے بلکہ ان کی باگ اپنے ہاتھ میں رکھ کر ان کی صحیح رخ بندی کرتا رہے :

فاما من طغی و آثر الحیاۃ الدنیا فان الجحیم ھی الماوی و اما من خاف مقام ربہ و نھی النفس عن الھوی فان الجنۃ ھی الماوی (نازعات۔ ۳۷۔ ۴۱)

(تو جس نے سرکشی کی تھی اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی تھی دوزخ ہی اس کا ٹھکانہ ہوگی، اور جس نے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف کیا تھا اور نفس کو بری خواہشات سے باز رکھا تھا۔ جنت اس کا ٹھکانہ ہوگی۔)

نفس کو خواہشات سے روکنا دراصل جذبات پر ضبط، شہوات پر لگام اور کنٹرول ہی ہے۔

جس کے روز مرہ تقاضے جو اپنی تکمیل پر انسان کو مجبور کرتے رہتے ہیں، اور اپنی روح کے تقاضے، جو اللہ کے شوق اور آخرت کی نعمتوں کے جویا ہوتے ہیں، ان دونوں میں توازن قائم رکھنے کا قرآن حکم دیتا ہے۔ جسمانی ضروریات اور فطری محرکات کی تکمیل جہاں زندگی کی بقاء، تعمیر کائنات اور حیات دنیاوی میں پیغام ربانی کی تبلیغ کے لئے ضروری ہے، اسی طرح ربوبیت خداوندی کا اعتراف، اس کی عبادت و پرستش اور اس کے بتائے ہوئے نظام کی پیروی کر کے تقاضائے روح کی بجا آوری بھی انسان کی ذمہ داری ہے، تاکہ اخروی زندگی میں اللہ کی مغفرت اور اس کی رضا و خوشنودی حاصل ہو۔ جسم اور روح دونوں کے تقاضوں کی تکمیل میں توازن اور اعتدال

toobaa-elibrary.blogspot.com

قائم رکھنے کی کوشش ہوتی رہنی چاہئے ۔ یہی توازن نفسیاتی کشمکش سے گلو خلاصی عطا کر کے بے چینی و اضطراب سے انسان کو محفوظ رکھتا ہے ، اور امن و طمانیت اور سعادت کی نعمت سے نوازتا ہے :

وابتغ فیما آتاک اللّٰہ الدار الآخرۃ ولا تنس نصیبک من الدنیا (قصص۔ ۷۷)

(جو مال اللہ نے تجھے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر بنانے کی فکر کر اور دنیا میں سے بھی اپنا حصہ فراموش نہ کر۔)

یا ایھا الذین آمنوا لا تلھکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر اللّٰہ و من یفعل ذلک فاولئک ھم الخاسرون۔ (منافقون ۹)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو ، تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تم کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کردیں ، جو لوگ ایسا کریں وہی خسارے میں رہنے والے ہیں۔)

جذبات پر کنٹرول ، اس کی بلندی ، اللہ کی رضا نیز فرد ، معاشرہ اور ساری انسانیت کی نفع سازی کرنے والوں کی جانب ان کی رہنمائی کی دعوت قرآن کریم نے بڑی وضاحت کے ساتھ انسان کو دی ہے ، چنانچہ سورہ آل عمران میں بعض ان محرکات ، دنیاوی زندگی میں جن کی تکمیل میں عام طور پر انسان منہمک رہتا ہے ، کا تذکرہ قرآن کرتا ہے تو فوراً ہی یہ بھی بتاتا ہے کہ انسان کے لئے اللہ کا خوف ، دنیاوی زندگی کے اندر ان محرکات کی تکمیل میں مکمل انہماک سے زیادہ افضل ہے ، کیونکہ تقوی اللہ کی خوشنودی اور آخرت کی نعمت سے

toobaa-elibrary.blogspot.com

سرفرازی عطا کرتا ہے :

زین للناس حب الشهوات من النساء والبنین و القناطیر المقنطرة من الذهب والفضة والخیل المسومة و الانعام و الحرث ذلک متاع الحیاة الدنیا و اللّٰه عنده حسن الماب ، قل اؤنبئکم بخیر من ذلکم للذین اتقوا عند ربهم جنت تجری من تحتها الانهار خالدین فیها و ازواج مطهرة و رضوان من اللّٰه و اللّٰه بصیر بالعباد (آل عمران ۱۲-۱۵)

(لوگوں کے لئے مرغوبات نفس ، عورتیں ، اولاد ، سونے چاندی کے ڈھیر، چیدہ گھوڑے ، مویشی اور زرعی زمینیں بڑی خوش آئند بنادی گئی ہیں ۔ مگر یہ سب دنیا کی چند روزہ زندگی کے سامان ہیں ، حقیقت میں جو بہتر ٹھکانہ ہے وہ تو اللہ کے پاس ہے ۔ کہو : میں تمہیں بتاؤں کہ ان سے زیادہ اچھی چیز کیا ہے؟ جو لوگ تقوی کی روش اختیار کریں ان کے لئے ان کے رب کے پاس باغ ہیں ، جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی ، وہاں انہیں ہمیشگی کی زندگی حاصل ہوگی ، پاکیزہ بیویاں ان کی رفیق ہوں گی ، اور اللہ کی رضا سے وہ سرفراز ہوں گے ، اللہ اپنے بندوں کے رویے پر گہری نظر رکھتا ہے ۔)

ان دونوں آیات کے اندر واضح ہدایت دی گئی ہے کہ جذبات پر کنٹرول ، ان کی بلندی اور بالا تری کے لئے اللہ کا خوف اور اس کی خوشنودی کی تلاش کرنی چاہئے ۔ مزید ارشاد ہے :

المال و البنون زینة الحیاة الدنیا و الباقیات الصالحات خیر عند ربک ثوابا

toobaa-elibrary.blogspot.com

و خیر املا (کہف۔۴۶)

(یہ مال اور یہ اولاد محض دنیوی زندگی کی ایک ہنگامی آرائش ہے ۔ اصل میں تو باقی رہ جانے والی نیکیاں ہی تیرے رب کے نزدیک نتیجے کے لحاظ سے بہتر ہیں ۔ اور انہی سے اچھی امیدیں وابستہ کی جاسکتی ہیں ۔)

اعلموا انما الحیوۃ الدنیا لعب و لھو و زینۃ و تفاخر بینکم و تکاثر فی الاموال و الاولاد کمثل غیث اعجب الکفار نباتہ ثم یھیج فتراہ مصفرا ثم یکون حطاما و فی الآخرۃ عذاب شدید و مغفرۃ من اللّٰہ ورضوان و ما الحیاۃ الدنیا الا متاع الغرور.

(حدید ۲۰)

(خوب جان لو کہ یہ دنیا کی زندگی اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ ایک کھیل اور دل لگی اور ظاہری ٹیپ ٹاپ اور تمہارا آپس میں ایک دوسرے پر فخر جتانا اور مال و اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوششیں کرنا ہے ۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک بارش ہوگئی تو اس سے پیدا ہونے والی نباتات کو دیکھ کر کاشت کار خوش ہوگئے پھر وہی کھیتی پک جاتی ہے اور تم دیکھتے ہو کہ وہ زرد ہوگئی پھر وہ بھس بن کر رہ جاتی ہے ۔ اس کے برعکس آخرت وہ جگہ ہے جہاں سخت عذاب ہے اور اللہ کی مغفرت اور اس کی خوشنودی ہے ۔ دنیا کی زندگی ایک دھوکہ کی ٹٹی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے ۔)

ان آیات میں بتایا جارہا ہے کہ دنیاوی زندگی کی زیبائش و آرائش ۔ سامان کھیل و تفریح اور اولاد و دولت کی نمائش ایک دن ناپید ہوجانے والی ہے ۔ جس طرح شاداب لہلہاتے پودے مرجھا کر زمین بوس ہوجاتے ہیں ۔ اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

تیز ہوائیں انہیں بکھیر کر نابود کر دیتی ہیں ۔ بقاء اور دوام انسان کے اعمال کو حاصل ہے ۔ جو آخرت پر دنیا کو ترجیح دیتا ہے ۔ دنیا میں انہماک اور لذات و خواہشات کی تکمیل ہی جس کی فکر و نظر کا محور بنی رہتی ہے ۔ اللہ کی اطاعت و عبادت سے دل ناآشنا رہتا ہے ۔ آخرت میں درد ناک عذاب اس کا انجام ہے ۔ اس کے برعکس دنیاوی زندگی کی ہماہمی میں بھی جو اپنے رب کے سامنے سرافگندگی اور عبادت سے غافل نہیں رہتا ہے ۔ نیک اعمال کی پابندی رکھتا ہے اور اپنی خواہشات و جذبات پر کنٹرول رکھتا ہے ۔ اللہ کی مغفرت اور خوشنودی اس کی جزاء ہوتی ہے ۔ ارشاد ہے :

وما الحیاۃ الدنیا الا لعب و لھو و للدار الاخرۃ خیر للذین یتقون افلا تعقلون

(انعام ۳۲)

(دنیا کی زندگی تو ایک کھیل اور ایک تماشہ ہے ۔ حقیقت میں آخرت ہی کا مقام ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو زیاں کاری سے بچنا چاہتے ہیں ۔ پھر کیا تم لوگ عقل سے کام نہ لوگے ۔)

محرکات کی بے راہ روی

محرکات اور جذبات پر کنٹرول میں جو انسان ناکام رہتا ہے ۔ ان کی آسودگی میں منہمک اور لذات نفس میں ڈوبا رہتا ہے ۔ اور لذت آشنائی وہ اپنا مقصد بنا لیتا ہے ۔ اس کے محرکات اپنے حقیقی مقاصد کے ڈگر سے ہٹ

toobaa-elibrary.blogspot.com

جاتے ہیں ۔ وہ فرد کی زندگی اور نوع انسان کی بقاء کے تسلسل کا ذریعہ رہنے کے بجائے خود مقصود بن جاتے ہیں ۔ ان پر انسان کا کنٹرول نہیں رہتا ہے ۔ بلکہ وہی انسان پر غالب اور اس کی عنان گیر بن جاتے ہیں ۔ محرکات کی یہ غلط روی اور انسان پر ان کا تسلط عضویاتی اور نفسیاتی دونوں قسم کے محرکات کے ساتھ یکساں پیش آتے ہیں ۔ عضویاتی محرکات میں بے راہ روی کا شکار سب سے زیادہ جنسی محرک ہوتا ہے ۔ جنسی بے راہ روی کی ایک عام قسم ، جس میں قوم لوط بتلا تھی ، کا ذکر قرآن کریم نے کیا ہے ۔ قرآن کے بیان سے واضح ہوتا ہے کہ یہ بے راہ روی تاریخ میں پہلی مرتبہ قوم لوط کے اندر پائی گئی :

ولوطا اذ قال لقومه اتاتون الفاحشة ما سبقکم من احد من العالمین ، انکم لتاتون الرجال شهوة من دون النساء بل انتم قوم مسرفون (اعراف ۔ ۸۰ ۔ ۸۱)

(اور لوطؑ کو ہم نے پیغمبر بنا کر بھیجا ، پھر یاد کرو جب اس نے اپنی قوم سے کہا "کیا تم ایسے بے حیا ہو گئے ہو کہ وہ فحش کام کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا میں کسی نے نہیں کیا تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے اپنی خواہش پوری کرتے ہو حقیقت یہ ہے کہ تم بالکل ہی حد سے گزر جانے والے لوگ ہو ۔)

اتاتون الذکران من العالمین و تذرون ما خلق لکم ربکم من ازواجکم بل انتم قوم عادون (شعراء ۱۶۵ ، ۱۶۶)

(کیا تم دنیا کی مخلوق میں سے مردوں کے پاس جاتے ہو اور تمہاری بیویوں میں تمہارے رب نے تمہارے لئے جو کچھ پیدا کیا ہے اسے چھوڑ دیتے

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہیں بلکہ تم لوگ تو حد سے ہی گزر گئے ہو۔)

نفسیاتی محرکات کے اندر پھیلی بے راہ روی کی مثال یہ ہے کہ بعض لوگوں کے اندر مال کی شدید محبت اور دولت جمع رکھنے کی حرص ہوتی ہے ، جبکہ مال دراصل اللہ نے ہمیں عطا کر کے اپنی رضا اور خوشنودی نیز کائنات کی تعمیر اور انسانیت کی پیش رفت کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے اپنا نائب بنایا ہے ، لیکن کچھ لوگ دولت ہی کو اپنا مقصد بنالیتے ہیں ، دولت جمع کرتے جاتے ہیں ، اللہ کی راہ اور ان چیزوں میں خرچ نہیں کرتے جو انسانیت کے لئے نفع بخش اور اس کی ترقی میں معاون بنتی ہیں۔

جذبات کی آسودگی اور محرکات کی تکمیل میں اسراف اور ان پر ضبط و کنٹرول سے عاجزی عمومی طور سے ان جذبات و محرکات کو ان کے حقیقی مقاصد یعنی فرد کی زندگی کی بقاء و تسلسل ، اس کی بھلائی اور معاشرہ کی بھلائی سے برگشتہ کردیتے ہیں ، جذبۂ سرکشی میں زیادتی مثلا لوگوں کے ساتھ تعلقات میں ظلم و عدوان کا رحجان انحراف ہے ، تنافس میں اسراف مثلا جسمانی ، اقتصادی ، سیاسی یا عسکری طور پر دوسروں پر سبقت و تفوق ہی زندگی کا بنیادی مقصد بنالینا انحراف ہے ، راحت پسندی ، گمنامی ، کاہلی اور دنیاوی آسائشوں سے لطف اندوزی میں اسراف مثلا آرام و راحت اور لطف و لذت کی زندگی ہی کو بنیادی مقصد بنالیا جائے ، معاشرہ کے تئیں کسی ذمہ داری ، دوسروں کے ساتھ تعاون اور غیروں کی مدد کا کوئی احساس باقی نہ رہے ، انحراف ہے ، ان محرکات کی تکمیل میں اسراف سے گریز اور اعتدال ہی انسان کو انحراف سے بچاتا ہے ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اعتدال و توازن کسی بھی کام کی زینت ہے :

والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا و کان بین ذلک قواما (فرقان۔ ۶۷)

(جو خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں نہ بخل بلکہ ان کا خرچ دونوں انتہاؤں کے درمیان اعتدال پر قائم رہتا ہے ۔)

ولا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک و لا تبسطھا کل البسط فتقعد ملوما محسورا۔ (اسراء ۲۹)

(نہ تو اپنا ہاتھ گردن سے باندھ رکھو اور نہ اسے بالکل ہی کھلا چھوڑ دو کہ ملامت زدہ اور عاجز بن کر رہ جاؤ ۔)

toobaa-elibrary.blogspot.com

دوسری فصل :

قرآن کریم میں تاثرات

حکمت خداوندی نے انسان اور حیوان دونوں کو ایسے تاثرات سے نوازا ہے جو زندگی اور اس کی بقاء میں ان کے معاون بنتے ہیں۔ خوف کا تاثر زندگی کو درپیش خطرات سے تحفظ پر ہمیں آمادہ کردیتا ہے۔ غصہ کا تاثر جان کی حفاظت اور اپنی بقاء کے لئے جدوجہد پر ہمیں آمادہ کرتا ہے۔ محبت کا تاثر دونوں صنفوں کی باہمی الفت اور نوع انسانی کی بقاء کے لئے ایک دوسرے کی جانب کشش کی بنیاد ہے۔

محرکات اور تاثرات کے درمیان گہرا تعلق ہے۔ محرکات عام طور پر وجدانی تاثراتی کیفیت لئے ہوتے ہیں۔ چنانچہ جب کسی محرک کا تقاضا شدید ہوجائے اور کچھ وقفہ تک اس کی تکمیل نہیں کی جائے تو جسم کے اندر تناؤ کی حالت پیدا ہوجاتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی عام طور پر وجدان کے اندر انقباضی کیفیت بھی پیدا ہوجاتی ہے۔ اور محرکات کی تکمیل مسرت آمیز حالت لئے ہوتی ہے۔ پھر محرک کی طرح تاثر بھی عمل کی رخ بندی کرتا ہے۔ تاثر خوف انسان کو خطرہ سے بچاؤ پر آمادہ کرتا ہے۔ غصہ کا تاثر جان کی حفاظت پر آمادہ کرتا

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے ، اور بسا اوقات سرکشی پر بھی آمادہ کر دیتا ہے ، محبت کا تاثر اپنے محبوب کے تقرب پر آمادہ کرتا ہے ۔

خوف ، غصہ ، محبت ، خوشی ، ناپسندیدگی ، غیرت ، حسد ، شرم ، حیا اور رسوائی جیسے متعدد تاثرات کی باریک تصویر کشی قرآن میں موجود ہے ، ذیل کے صفحات میں قرآن میں مذکور ان تاثرات پر گفتگو کی جارہی ہے ۔

خوف

خوف انسانی زندگی کا ایک اہم تاثر ہے ، جیسا کہ پیچھے اشارہ کیا گیا کہ یہ زندگی کو درپیش خطرات سے بچاؤ میں انسان کے لئے معاون بنتا ہے ، اور اس طرح زندگی اور اس کی بقاء میں مددگار بنتا ہے ، گذشتہ فصل میں بھوک کے محرک پر گفتگو کرتے ہوئے ہم نے اشارہ کیا تھا کہ قرآن کریم کی بعض آیات میں خوف سے امن کو محرک بھوک کی تکمیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے ، جو انسانی زندگی کے اندر بھوک کے محرک اور خوف کے تاثر دونوں کی اہمیت کی جانب اشارہ ہے ، محرک سے متعلق گفتگو کے ضمن میں ہم نے یہ آیات بھی ذکر کی ہیں ۔

خوف کا فائدہ صرف اس قدر نہیں ہے کہ دنیاوی زندگی کے اندر انسان کو درپیش خطرات سے بچاؤ پر وہ آمادہ کرتا ہے ، بلکہ اس کا ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ بندہ مومن کو آخرت میں اللہ کے عذاب سے محفوظ رہنے پر آمادہ کرتا

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے ۔ اللہ کے عذاب کا خوف ۔ معاصی سے گریز ۔ تقویٰ شعاری ۔ عبادت اور مرضیات الٰہی کی پابندی پر بندہ مومن کو آمادہ کرتا ہے :

انما المؤمنون الذین اذا ذکر اللّٰہ وجلت قلوبھم و اذا تلیت علیھم آیاتہ زادتھم ایمانا و علی ربھم یتوکلون (انفال۔۲)

(سچے اہل ایمان تو وہ لوگ ہیں جن کے دل اللہ کا ذکر سن کر لرز جاتے ہیں ۔ اور جب اللہ کی آیات ان کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے ۔ اور وہ اپنے رب پر اعتماد رکھتے ہیں ۔)

تتجافی جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم خوفا و طمعا و مما رزقناھم ینفقون (سجدہ ۱۲)

(ان کی پیٹھیں بستروں سے الگ رہتی ہیں ۔ اپنے رب کو خوف اور طمع کے ساتھ پکارتے ہیں ۔ اور جو کچھ رزق ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں ۔)

یا ایھا الناس اتقوا ربکم ان زلزلۃ الساعۃ شئی عظیم ، یوم ترونھا تذھل کل مرضعۃ عما ارضعت و تضع کل ذات حمل حملھا و تری الناس سکاری و ماھم بسکاری ولکن عذاب اللّٰہ شدید۔ (حج ۱۔۲)

(لوگو ۔ اپنے رب کے غضب سے بچو ۔ حقیقت یہ ہے کہ قیامت کا زلزلہ بڑی (ہولناک) چیز ہے ۔ جس روز تم اسے دیکھو گے ۔ حال یہ ہوگا کہ ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچوں سے غافل ہوجائے گی ۔ ہر حاملہ کا حمل

toobaa-elibrary.blogspot.com

گر جائے گا اور لوگ تم کو مدہوش نظر آئیں گے حالانکہ وہ نشہ میں نہ ہونگے بلکہ اللہ کا عذاب ہی کچھ ایسا سخت ہوگا۔)

خوف تیز اضطرابی کیفیت ہوتی ہے جو انسان کے اوپر چھاجاتی ہے۔ قرآن نے اس اضطرابی کیفیت کو "زلزال شدید" کا نام دیا ہے، جو انسان کو پوری طرح جھنجھوڑ کر رکھ دیتا ہے، اور سوچ و فکر اور ضبط نفس کی قوت انسان کھو دیتا ہے :

اذ جاؤکم من فوقکم و من اسفل منکم و اذ زاغت الابصار و بلغت القلوب الحناجر وتظنون باللّٰہ الظنونا ، ھنالک ابتلی المومنون و زلزلوا زلزالا شدیدا (احزاب ۱۰۔۱۱)

(جب دشمن اوپر سے اور نیچے سے تم پر چڑھ آئے، جب خوف کے مارے آنکھیں پتھرا گئیں، کلیجے منہ کو آگئے، اور تم لوگ اللہ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے، اس وقت ایمان لانے والے خوب آزمائے گئے اور بری طرح ہلا مارے گئے۔)

جب خوف سخت اور اچانک ہوتا ہے تو تھوڑی دیر تک انسان پر ذہول کی حالت طاری رہتی ہے، وہ حرکت کرسکتا ہے نہ کچھ سوچ سکتا ہے، قیامت کا وصف بیان کرتے ہوئے قرآن نے سخت اور اچانک خوف سے پیدا ہونے والی ذہولی حالت کی جانب اشارہ کیا ہے :

بل تاتیھم بغتۃ فتبھتھم فلا یستطیعون ردھا ولا ھم ینظرون (انبیاء ۴۰)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(وہ بلا اچانک آئے گی اور انہیں اس طرح یک لخت دبوچ لے گی کہ یہ نہ اس کو دفع کرسکیں گے اور نہ ان کو لمحہ بھر مہلت ہی مل سکے گی ۔)

کوئی انسان جب کسی سخت خطرہ میں گھر جاتا ہے اور خوف پوری طرح چھاجاتا ہے تو اس کی تمام تر توجہ دوسری تمام چیزوں سے کٹ کر صرف اس خطرہ اور اس سے گلو خلاصی حاصل کرنے کی کوشش پر مرکوز ہو جاتی ہے :

فاذا جاء ت الصاخة یوم یفر المرء من اخیه و امه و ابیه و صاحبته و بنیه لکل امرء منهم یومئذ شان یغنیه (عبس ۳۳۔۳۷)

(آخر کار جب وہ کان بہرے کردینے والی آواز بلند ہوگی) اس روز آدمی اپنے بھائی اور اپنی ماں اور اپنے باپ اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے بھاگے گا۔ ان میں سے ہر شخص پر اس دن ایسا وقت آپڑے گا کہ اسے اپنے سوا کسی کا ہوش نہ ہوگا۔)

خوف کے ساتھ متعدد تغیرات بھی عضویاتی وظائف، چہرہ کے خدو خال، آواز کے زیروبم اور بدن کی ہئیت میں پیدا ہوجاتی ہیں۔ان عضویاتی اور جسمانی تغیرات پر آئندہ ہم گفتگو کریں گے ۔

خطرات اور ان سے پیدا ہونے والے خوف کے مواقع پر انسان عموماً ان سے گریز اور راہ فرار اختیار کرنے کی کوشش کرتا ہے ۔ انبیاء کی تکذیب اور کفر پر اصرار کے نتیجہ میں عذاب خداوندی کا شکار ہونے والی گذشتہ کافر اقوام کا ذکر کرتے ہوئے قرآن کریم نے خوف اور خطرات سے فرار اختیار کرنے کی انسانی کیفیت کی تصویر کشی کی ہے :

toobaa-elibrary.blogspot.com

وكم قصصنا من قرية كانت ظالمة و انشانا بعدها قوما آخرين ، فلما احسوا باسنا اذا هم منها يركضون (انبياء - ۱۱، ۱۲)

(کتنی ہی ظالم بستیاں ہیں جن کو ہم نے پیس کر رکھ دیا، اور ان کے بعد دوسری کسی قوم کو اٹھایا ۔ جب ان کو ہمارا عذاب محسوس ہوا تو لگے وہاں سے بھاگنے ۔)

منافقین کے خوف اور مومنین سے گریز اختیار کرنے کی ان کی خواہشات کا ذکر کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے :

و يحلفون بالله انهم لمنكم و ما هم منكم و لكنهم قوم يفرقون ، لو يجدون ملجئا او مغارات او مدخلا لولوا اليه و هم يجمحون (توبه ۵۶ - ۵۷)

(وہ خدا کی قسم کھا کھا کر کہتے ہیں کہ ہم تمہیں میں سے ہیں حالانکہ وہ ہرگز تم میں سے نہیں ہیں ۔ اصل میں تو وہ ایسے لوگ ہیں جو تم سے خوفزدہ ہیں اگر وہ کوئی جائے پناہ پالیں یا کوئی کھوہ یا گھس بیٹھنے کی جگہ تو بھاگ کر اس میں جا چھپیں ۔)

فرعون سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خوف کھانے اور بھاگ کر پیچھے ہٹنے کا تذکرہ قرآن میں یوں ہے :

ففررت منكم لما خفتكم ۔ (شعراء ۲۱)

(پھر میں تمہارے خوف سے بھاگ گیا ۔)

فخرج منها خائفا يترقب قال رب نجني من القوم الظالمين (قصص - ۲۱)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(یہ خبر سنتے ہی موسی ڈرتا اور سہما نکل کھڑا ہوا اور اس نے دعا کی کہ "اے میرے رب مجھے ظالموں سے بچا"۔)

عصا کو سانپ میں تبدیل ہوتے دیکھ کر حضرت موسی علیہ السلام کے خوف کھانے اور بھاگ کر پیچھے ہٹنے کا تذکرہ قرآن میں یوں ہے :

و الق عصاء فلما راها تهتز كانها جانٌ ولى مدبر و لم يعقب يا موسى لا تخف انی لا يخاف لدی المرسلون (نمل ۱۰)

(اور پھینک تو ذرا اپنی لاٹھی ، جونہی کہ موسی نے دیکھا لاٹھی سانپ کی طرح بل کھا رہی ہے تو پیٹھ پھیر کر بھاگا اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ "اے موسی ڈرو نہیں ، میرے حضور رسول ڈرا نہیں کرتے ۔)

خوف کی قسمیں :

انسان جن چیزوں سے خوف کھاتا ہے وہ متعدد ہیں ۔ خوف کی چند اہم قسموں کا قرآن نے ذکر کیا ہے ، مثلاً اللہ کا خوف ، موت کا خوف ، فقر کا خوف وغیرہ۔ اللہ کا خوف مومن کی زندگی کا اہم خوف ہوتا ہے ۔ اللہ کا تقوی ، اس کی رضا جوئی ، اس کے منہج کی اتباع ، منہیات سے گریز اور احکام کی تعمیل پر وہ انسان کو آمادہ کرتا ہے ۔ اللہ کا خوف ایمان کا ایک رکن اور شخصیت مومن کی تعمیر میں اہم بنیاد ہوتا ہے (۱) :

---

(۱) محمد الغزالی : الجانب العاطفی من الاسلام ، بحث فی الخلق و السلوک و التصوف ، مطبوعہ دارالکتب الحدیثہ قاہرہ ، صفحہ ۷۵۲ - ۷۵۹

toobaa-elibrary.blogspot.com

ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات اولئک هم خیر البریـة ، جزاؤهم عند ربهم جنات عدن تجری من تحتها الانهاو خالدین فیها ابدا رضی اللّٰہ عنهم و رضوا عنه ذلک لمن خشی ربه (بینـة ۷ ، ۸)

(جو لوگ ایمان لے آئے اور جنہوں نے نیک عمل کئے وہ یقینا بہترین خلائق ہیں ۔ ان کی جزاء ان کے رب کے یہاں دائمی قیام کی جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی ۔ وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے ۔ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے، یہ کچھ ہے اس شخص کے لئے جس نے اپنے رب کا خوف کیا ہو ۔)

انما المؤمنون الذین اذا ذکر اللّٰہ وجلت قلوبهم و اذا تلیت علیهم آیاته زادتهم ایمانا (انفال ۲)

(سچے اہل ایمان تو وہ لوگ ہیں جن کے دل اللہ کا ذکر سن کر لرز جاتے ہیں ، اور جب اللہ کی آیات ان کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے ۔)

قل انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم (زمر ۱۳)

(کہو ، اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے ایک بڑے دن کے عذاب کا خوف ہے ۔)

یخافون یوما تتقلب فیه القلوب و الابصار (نور ۳۷)

(وہ اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں دل الٹنے اور دیدے پتھرا

toobaa-elibrary.blogspot.com

جانے کی نوبت آجائے گی۔)

انا نخاف من ربنا یوما عبوسا قمطریرا (انسان۔۱۰)

(ہمیں تو اپنے رب سے اس دن کے عذاب کا خوف لاحق ہے جو سخت مصیبت کا انتہائی طویل دن ہوگا۔)

لوگوں میں زیادہ عام خوف موت کا ہوتا ہے ۔ موت سے لوگوں کے خوف کا بھی قرآن کریم نے تذکرہ کیا ہے :

قل ان الموت الذی تفرون منه فانه ملاقیکم (جمعه ۸)

(ان سے کہو جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ تو تمہیں آکر رہے گی۔)

جنگ کے حالات، خصوصا میدان جنگ میں بھیجی جانے والی فوج کے درمیان موت کا خوف زیادہ واضح نظر آتا ہے ۔ جنگ و قتال سے منافقین کے خوف کا ذکر کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے :

فلما کتب علیهم القتال اذا فریق منهم یخشون الناس کخشیة اللّٰه او اشد خشیة وقالو ربنا لم کتبت علینا القتال لولا اخرتنا الی اجل قریب قل متاع الدنیا قلیل و الآخرة خیر لمن اتقی ولا تظلمون فتیلا (نساء ۷۷)

(اب جو انہیں لڑائی کا حکم دیا گیا تو ان میں سے ایک فریق کا حال یہ ہے کہ لوگوں سے ایسا ڈر رہے ہیں جیسا خدا سے ڈرنا چاہئے یا کچھ اس سے بھی بڑھ کر۔ کہتے ہیں خدایا ۔ یہ ہم پر لڑائی کا حکم کیوں لکھ دیا؟ کیوں نہ ہمیں ابھی کچھ اور مہلت دی؟ ان سے کہو ۔ دنیا کا سرمایہ زندگی تھوڑا ہے اور آخرت ایک خدا

toobaa-elibrary.blogspot.com

ترس انسان کے لئے زیادہ بہتر ہے ۔ اور تم پر ظلم ایک شمہ برابر بھی نہ کیا جائے گا ۔)

و یقول الذین آمنوا لولا انزلت سورۃ فاذا انزلت سورۃ محکمۃ و ذکر فیھا القتال رایت الذین فی قلوبھم مرض ینظرون الیک نظر المغشی علیہ من الموت فاولی لھم (محمد ۲۰)

(جو لوگ ایمان لائے وہ کہہ رہے تھے کہ کوئی سورت کیوں نہیں نازل کی جاتی (جس میں جنگ کا حکم دیا جائے) مگر جب ایک پختہ سورت نازل کردی گئی جس میں جنگ کا ذکر تھا تو تم نے دیکھا کہ جن کے دلوں میں بیماری تھی وہ تمہاری طرف اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے کسی پر موت چھاگئی ہو ۔ افسوس ان کے حال پر (ان کے زبان پر ہے) ۔)

لوگوں کے اندر عام طور پر موت کا خوف ہوتا ہے ۔ حتی کہ اللہ کے نبی حضرت موسی علیہ السلام بھی اس خوف سے خالی نہیں تھے ۔ فرعون کی جانب سے انہیں قتل کا خوف تھا ۔ ان کی زبان سے قرآن کہتا ہے :

ولھم علی ذنب فاخاف ان یقتلون (شعرا ۱۴)

(اور مجھ پر ان کے ہاں ایک جرم کا الزام بھی ہے اس لئے میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کردیں گے ۔)

قال رب انی قتلت منھم نفسا فاخاف ان یقتلون ۔ (قصص ۳۳)

(موسی نے عرض کیا " میرے آقا ، میں تو ان کا ایک آدمی قتل کرچکا

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہوں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے مار ڈالیں گے ۔

اللہ پر سچا ایمان موت کے خوف سے نجات دلا دیتا ہے ۔ کیونکہ مومن کو یقین ہوتا ہے کہ موت اسے آخرت کی اس زندگی تک پہنچاتی ہے جہاں اللہ کی رحمت اور خوشنودی سے وہ سرفراز ہوگا ۔ مومن کو اگر موت کا کچھ خوف بھی ہوتا ہے تو یہ درحقیقت اس بات کا اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں وہ اللہ کی مغفرت سے محروم نہ رہ جائے ، رحمت و رضائے خداوندی سے وہ دور نہ رہ جائے ، موت کا خوف عاصی و نافرمان بندوں کو زیادہ ہوتا ہے کہ مبادا توبہ و انابت سے قبل وہ موت کا شکار نہ ہوجائیں ۔ گویا موت کا خوف دراصل اس بات کا اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں وہ توبہ سے مانع نہ بن جائے (۱) پس موت کے خوف کا گہرا تعلق خوف خداوندی سے ہوتا ہے جس پر پیچھے ہم گفتگو کر چکے ہیں:

وانفقوا مما رزقنكم من قبل ان ياتى احدكم الموت فيقول رب لولا اخرتنى الى اجل قريب فاصدق و اكن من الصالحين (منافقون ۱۰)

(جو رزق ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرو قبل اس کے کہ تم میں سے کسی کی موت کا وقت ہوجائے اور اس وقت وہ کہے کہ " اے میرے رب کیوں نہ تو نے مجھے تھوڑی سی مہلت دے دی کہ میں صدقہ دیتا اور صالح لوگوں میں شامل ہوجاتا ")

قل يا ايها الذين هادوا ان زعمتم انكم اولياء لله من دون الناس

---

(۱) محمد علی تسخیری : التوازن فی الاسلام ۔ مطبوعہ الدار الاسلامیۃ بیروت ۱۹۷۹ء ، صفحہ ۷۹ ۔ ۷۰

toobaa-elibrary.blogspot.com

فتمنوا الموت ان کنتم صادقین و لا یتمنونه ابدا بما قدمت ایدیهم و اللّٰه علیم بالظالمین (جمعه ۶۔۷)

(ان سے کہو، اے لوگو جو یہودی بن گئے ہو، اگر تمہیں یہ گھمنڈ ہے کہ باقی سب لوگوں کو چھوڑ کر بس تم ہی اللہ کے چہیتے ہو تو موت کی تمنا کرو اگر تم اپنے اس زعم میں سچے ہو۔ لیکن یہ ہرگز اس کی تمنا نہ کریں گے اپنے ان کرتوتوں کی وجہ سے جو یہ کر چکے ہیں، اور اللہ ان ظالموں کو خوب جانتا ہے۔)

ملحدین جو دوبارہ اٹھائے جانے اور آخرت کی زندگی پر ایمان نہیں رکھتے ہیں، انہیں موت کا خوف اپنے اس تصور کی وجہ سے ہوتا ہے کہ موت ان کی ذات کے لئے پیغام فنا و زوال ہے، اس لئے اس انجام سے وہ ڈرتے ہیں جہاں موت انہیں پہنچا دیتی ہے۔(۱) کچھ لوگوں کو موت کا خوف اس ناواقفیت کی وجہ سے ہوتا ہے کہ کس نامعلوم انجام تک موت انہیں پہنچادے گی۔ یہ نامعلوم انجام ہی دراصل ان کے لئے باعث خوف و گھبراہٹ ہوتا ہے۔

فقر کا خوف بھی لوگوں میں عموما ہوتا ہے، اپنی اور اپنے بال بچوں کی غذائی ضروریات نیز اپنے اور اہل خاندان کے لئے پرسکون و اطمینان بخش زندگی کے اسباب فراہم کرنے کے لئے انسان ہمیشہ جدوجہد میں مصروف رہتا ہے، کسب معاش کی راہ میں بے شمار مشقت و تکان اور محنت سے اسے دو چار ہونا پڑتا ہے، معاش کو درپیش کوئی بھی امکانی خطرہ اس کے اندر خوف و

---

(۱) یوسف قرضاوی: الانسان و الحیاۃ، مطبوعہ و مکتبہ وھبہ قاہرہ ۱۹۷۸، صفحہ ۱۲۶۔۱۲۷

toobaa-elibrary.blogspot.com

گھبراہٹ پیدا کر دیتا ہے ۔ قبل از اسلام لوگ فقر کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل کر دیتے تھے ۔ قرآن نے انہیں اس بات سے منع کیا اور بتایا کہ ان کا اور ان کی اولاد کا رزق اللہ کے ہاتھ میں ہے :

ولا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق نحن نرزقھم و ایاکم ان قتلھم کان خطئا کبیرا (اسراء ۳۱)

(اپنی اولاد کو افلاس کے اندیشے سے قتل نہ کرو ، ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی ۔ درحقیقت ان کا قتل ایک بڑی خطا ہے ۔)

ولا تقتلوا اولادکم من املاق نحن نرزقکم و ایاھم (انعام ۱۵۱)

(اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو ، ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی دیں گے ۔)

اللہ پر ایمان فقر کا خوف ختم کر دیتا ہے ۔ سچے مومن کو پورا یقین ہوتا ہے کہ اس کا رزق دست خداوندی میں ہے ۔ پھر اسے فقر کا خوف دامنگیر نہیں ہوتا ہے :

ان اللہ ھو الرزاق ذو القوۃ المتین (ذاریات ۵۸)

(اللہ تو خود ہی رزاق ہے ، بڑی قوت والا اور زبردست ہے ۔)

وفی السماء رزقکم و ما توعدون (ذاریات ۲۲)

(آسمان ہی میں ہے تمہارا رزق بھی اور وہ چیز بھی جس کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے ۔)

toobaa-elibrary.blogspot.com

بندہ مومن کو جس حقیقی خوف کا احساس ہوتا ہے وہ صرف خوف خداوندی ہے ۔ (۱) اللہ پر ایمان کے بعد اسے موت ، فقر ، لوگوں بلکہ دنیا کی کسی شئ کا خوف نہیں ہوتا ہے ۔ صرف اللہ کا غضب اس کی ناراضگی اور اس کے عذاب کا خوف اسے ہوتا ہے ۔

اللہ کا خوف مومن کی زندگی میں انتہائی اہم رول ادا کرتا ہے ۔ یہی خوف اسے ارتکاب معاصی سے محفوظ رکھتا ہے ۔ اور اس طرح اللہ کا غضب اور اس کے عذاب سے وہ محفوظ رہتا ہے ۔ رضائے الٰہی کے حصول کے لئے یہی خوف اسے عبادت و اعمال صالحہ پر آمادہ کرتا رہتا ہے ۔ اللہ کا خوف آخر کار بندہ مومن کو نفسیاتی امن بخشتا ہے ۔ کیونکہ اللہ کی مغفرت اور خوشنودی کی امید کا احساس اس پر چھایا رہتا ہے :

ان الذین قالوا ربنا اللّٰہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ ان لا تخافوا و لا تحزنوا و ابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون ۔ (فصلت ۳۰)

(جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے اور پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے ۔ یقیناً ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ " نہ ڈرو نہ غم کرو ۔ اور خوش ہوجاؤ اس جنت کی بشارت سے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے ۔)

غصہ ۔ اہم وظیفہ انجام دینے والا انسان کا اہم تاثر ہے ۔ جو تحفظ ذات میں انسان کو تعاون فراہم کرتا ہے ۔ جب انسان غصہ ہوتا ہے تو شدید اعصابی

---

(۱) محمد علی تسخیری ۔ حوالہ سابق ۔ صفحہ ۱۷

toobaa-elibrary.blogspot.com

جدوجہد کی قوت بڑھ جاتی ہے (۱) جس کی وجہ سے اپنی ذات کا دفاع اور اپنے اہم مقاصد کی راہ میں حائل دشواریوں سے نبرد آزما ہونے کی صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے ۔ اشاعت اسلام کی مخالفت کرنے والے کافروں کے ساتھ سخت روی اپنانے کو قرآن کریم نے بنظر استحسان دیکھا ہے ۔ اللہ کی راہ اور دعوت اسلامی کی اشاعت کی راہ میں پیدا ہونے والے غصہ سے وہ سخت روی پیدا ہوتی ہے ۔ رسول اکرم علیہ السلام اور صحابہ کرام کی شان میں قرآن کہتا ہے :

محمد رسول اللّٰہ و الذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم (فتح ۔ ۲۹)

(محمد اللہ کے رسول ہیں ۔ اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت اور آپس میں رحیم ہیں ۔)

یاایھا الذین آمنوا قاتلو الذین یلونکم من الکفار و لیجدوا فیکم غلظۃ و اعلموا ان اللّٰہ مع المتقین (توبہ ۱۲۳)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو ۔ جنگ کرو ان منکرین حق سے جو تمہارے پاس ہیں اور چاہیئے کہ وہ تمہارے اندر سختی پائیں اور جان لو کہ اللہ متقیوں کے ساتھ ہے ۔

یا ایھا النبی جاھد الکفار و المنافقین و اغلظ علیھم و ما واھم جھنم و بئس المصیر (تحریم ۹)

---

(۱) غصہ اور دیگر تاثرات کے دوران متعدد عضویاتی تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں ۔ مثلاً اڈر نیالین ہارمون نکل کر جگر پر اثر انداز ہوتا ہے ۔ جس سے شوگر کی زائد مقدار کا اخراج جگر سے ہونے لگتا ہے اور نتیجہ جسم کی طاقت بڑھ جاتی ہے ۔ غصہ کے دوران یا خوف کے وقت دوڑنے کے دوران سخت دفاعی جدوجہد کی صلاحیت جسم میں پیدا ہوجاتی ہے ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

(اے نبی! کفار اور منافقین سے جہاد کرو اور ان کے ساتھ سختی سے پیش آؤ۔ ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔)

انسانی کردار پر غصہ کے اثرات کا بیان قرآن میں آیا ہے۔ قرآن بتاتا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے پاس واپس آئے اور دیکھا کہ سامری کے بنائے ہوئے سونے کے بچھڑے کی وہ پرستش کر رہے ہیں۔ تو غصہ میں آکر الواح رکھ دئے۔ اور اپنے بھائی کا سر پکڑ کر کھینچتے ہوئے ان کی سرزنش کی:

ولما رجع موسی الی قومه غضبان اسفا قال بئسما خلفتمونی من بعدی اعجلتم امر ربکم و القی الاواح و اخذ براس اخیه یجره الیه قال ابن ام ان القوم استضعفونی و کادوا یقتلوننی فلا تشمت بی الاعداء ولاتجعلنی مع القوم الظالمین (اعراف ۱۵۰)

(ادھر سے موسیٰ غصے اور رنج میں بھرا ہوا اپنی قوم کی طرف پلٹا۔ آتے ہی اس نے کہا بہت بری جانشینی کی تم لوگوں نے میرے بعد! کیا تم سے اتنا صبر نہ ہوا کہ اپنے رب کے حکم کا انتظار کرلیتے۔ اور تختیاں پھینک دیں اور اپنے بھائی (ہارون) کے سر کے بال پکڑ کر اسے کھینچا۔ ہارون نے کہا کہ "اے میری ماں کے بیٹے! ان لوگوں نے مجھے دبا لیا اور قریب تھا کہ مجھے مار ڈالتے۔ پس تو دشمنوں کو مجھ پر ہنسنے کا موقع نہ دے اور اس ظالم گروہ کے ساتھ مجھے نہ شامل کر۔)

toobaa-elibrary.blogspot.com

قال یا ھارون ما منعک اذ رایتھم ضلوا ان لا تتبعن افعصیت امری ، قال یا ابن ام لا تاخذ بلحیتی و لا براسی انی خشیت ان تقول فرقت بین بنی اسرائیل و لم ترقب قولی (طہ۔ ۹۲۔ ۹۴)

(موسیٰ (قوم کو ڈانٹنے کے بعد ہارون کی طرف پلٹا) بولا " ہارون تم نے جب دیکھا تھا کہ یہ گمراہ ہو رہے ہیں تو کس چیز نے تمہارا ہاتھ پکڑا تھا کہ میرے طریقے پر عمل نہ کرو ؟ کیا تم نے میرے حکم کی خلاف ورزی کی " ؟ ہارون نے جواب دیا " اے میری ماں کے بیٹے ، میری داڑھی نہ پکڑ ، نہ میرے سر کے بال کھینچ ، مجھے اس بات کا ڈر تھا کہ تو آکر کہے گا کہ تم نے بنی اسرائیل میں پھوٹ ڈالدی اور میری بات کا پاس نہ کیا " ۔)

غصہ کے وقت انسان اپنے محرکات اور مقاصد کی تکمیل میں حائل رکاوٹوں کی طرف اپنی شدت کا رخ پھیر دیتا ہے ، خواہ یہ رکاوٹیں اشخاص کی شکل میں ہوں ، یا مادی رکاوٹیں ہوں یا سماجی پابندیاں ، اکثر و بیشتر یہ غصہ دوسرے ان اشخاص کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جو فی الواقع اس کے مقاصد کی راہ میں رکاوٹ نہیں ہوتے ہیں ، یا اس کے غصہ کو برانگیختہ کرنے کا حقیقی سبب نہیں ہوتے ہیں ، مثال کے طور پر بچہ اپنے والد پر غصہ ہوتا ہے تو اس کا یہ غصہ اپنے چھوٹے بھائی کی طرف منتقل ہو جاتا ہے ، اور معمولی بات پر چھوٹے بھائی کو وہ مار بیٹھتا ہے ، یہ عمل منتقلی (Displacement) کہلاتا ہے ، منتقلی غصہ کی مثال قرآن کریم کے اندر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے

toobaa-elibrary.blogspot.com

واقعہ میں ملتی ہے کہ جب وہ گؤ پرستی کی وجہ سے اپنی قوم پر غصہ ہوئے تو ابتداء ان کا غصہ اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی جانب منتقل ہوا اور ان کے سر اور داڑھی کے بال پکڑ کر کھینچنے لگے۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی انسان کسی شخص پر غصہ ہوتا ہے۔ لیکن اس کی جانب سے کسی نقصان کے امکان کی وجہ سے وہ یہ نہیں چاہتا ہے کہ اس کے تئیں اپنے غصہ کا اظہار ہو۔ ان حالات میں بھی غصہ کی منتقلی ہوجاتی ہے۔ اور وہ دوسرے اشخاص کو نشانہ بنالیتا ہے۔ یا دیگر مادی اشیاء کی جانب منتقل ہوکر انہیں تباہ کردیتا ہے۔ کبھی خود اپنی ذات کی طرف منتقل ہوجاتا ہے۔ اور اپنی ذات پر کچھ ظلم و زیادتی کر بیٹھتا ہے۔ قرآن نے ایسی ایک عملی مثال بیان کی ہے جس میں فی الواقع غصہ برانگیختہ کرنے والے شخص کے بجائے خود اپنی ذات کی جانب غصہ منتقل ہوگیا ہے۔ منافقین کا ذکر کرتے ہوئے قرآن بتاتا ہے کہ مومنوں پر غضب و غصہ کے عالم میں وہ اپنی انگلیاں دانتوں سے کاٹنے لگتے ہیں۔ اور جب انسان غصہ میں اپنی انگلیاں کاٹ رہا ہوتا ہے تو وہ دوسروں پر غصہ اتارنے اور انہیں نقصان پہنچانے کے بجائے علامتی طور پر ہی سہی خود اپنے آپ پر غصہ اتارنے اور اپنی ذات کو نقصان پہنچانے لگتا ہے:

ھانتم اولاء تحبونھم و لا یحبونکم و تؤمنون بالکتاب کلہ و اذا لقوکم قالوا آمنا و اذا خلوا عضوا علیکم الانامل من الغیظ قل موتوا بغیظکم ان اللہ علیم بذات الصدور (آل عمران ۱۱۹)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(تم ان سے محبت رکھتے ہو مگر وہ تم سے محبت نہیں رکھتے حالانکہ تم تمام کتب آسمانی کو مانتے ہو، جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے بھی (تمہارے رسول اور تمہاری کتاب کو) مان لیا ہے مگر جب جدا ہوتے ہیں تو تمہارے خلاف ان کے غیظ و غضب کا یہ حال ہوتا ہے. کہ اپنی انگلیاں چبانے لگتے ہیں۔ ان سے کہہ دو کہ اپنے غصہ میں آپ جل مرو، اللہ دلوں کے چھپے ہوئے راز تک جانتا ہے۔)

غصہ جب انسان کے اوپر چھاجاتا ہے تو صحیح سوچ و فکر کی قوت وہ کھو بیٹھتا ہے، اور بعض ایسے نازیبا کلمات اس کی زبان سے نکل جاتے یا ایسے افعال صادر ہوجاتے ہیں، جن پر غصہ اترنے کے بعد اسے ندامت ہونے لگتی ہے، گذشتہ آیات میں ہم دیکھ چکے ہیں، کہ حضرت موسی علیہ السلام نے غصہ کے عالم میں الواح رکھ دئے، اور اس خیال میں اپنے بھائی کے سر اور داڑھی پکڑ کر سرزنش کرتے ہوئے کھینچنے لگے کہ گئو پرستی سے قوم کو روکنے میں انہوں نے کوتاہی سے کام لیا، جب غصہ کم ہوا اور پرسکون ہونے کے بعد آگاہ ہوئے کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے انہیں روکا تھا، لیکن قوم کے سامنے وہ کمزور پڑگئے، اور قوم ان کے قتل کے درپہ آگئ تو اپنے بھائی کے ساتھ اس سلوک پر وہ اللہ سے مغفرت طلب کرنے لگے:

قال رب اغفرلی ولاخی و ادخلنا فی رحمتک و انت ارحم الراحمین

اعراف ۱۵۱

toobaa-elibrary.blogspot.com

(موسیٰ نے کہا " اے رب! مجھے اور میرے بھائی کو معاف کر اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل فرما، تو سب سے بڑھ کر رحیم ہے ۔)

چونکہ غصہ کے عالم میں صحیح سوچ و سمجھ کی قوت انسان کھو بیٹھتا ہے ، بلکہ عام طور پر شدید انفعالی کیفیات کے دوران ایسا ہی ہوتا ہے ، اس لئے غصہ کے دوران ایسے افعال سے گریز ہی انسان کے لئے مناسب ہے جن پر آئندہ ندامت ہو ، اسی طرح غصہ پر کنٹرول کا طریقہ سیکھنا بھی ضروری ہے ، غصہ دبانے اور غضب پر کنٹرول کرنے کے حکم الٰہی کی حکمت بھی اس طرح سمجھ میں آجاتی ہے ، تاثرات پر کنٹرول کے موضوع پر گفتگو کے ضمن میں ہم اس کی تفصیل ذکر کریں گے ۔

محبت

انسانی زندگی میں محبت کا رول بڑا اہم ہے ، وہ عائلی زندگی کی بنیاد ہے ۔ خاندان کی تشکیل اور بچوں کی پرورش کی اساس ہے ، لوگوں کی باہمی الفت اور پرخلوص انسانی تعلقات کی وہ بنیاد ہے ، یہی وہ مضبوط رابطہ ہے جو انسان کو اپنے رب سے جوڑتا ہے ، اللہ کی عبادت ، اس کے نظام کی پیروی اور شریعت پر عمل آوری میں اسے مخلص بناتا ہے ۔

انسان کی زندگی میں محبت مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتی ہے ، انسان اپنی ذات سے محبت کرتا ہے ۔ لوگوں سے محبت کرتا ہے ، اپنی بیوی اور بچوں

toobaa-elibrary.blogspot.com

سے محبت کرتا ہے، دولت سے محبت کرتا ہے، اللہ اور رسولؐ سے محبت کرتا ہے، محبت کی ان مختلف قسموں کا ذکر قرآن کریم کے اندر ہمیں ملتا ہے۔

اپنی ذات سے محبت:

اپنی ذات سے محبت کا گہرا تعلق تحفظ ذات کے محرکات سے ہوتا ہے، انسان پسند کرتا ہے کہ وہ زندہ رہے، اپنے امکانات کو فروغ بخشے، اپنی ذات کا اثبات کرے، انسان ہر اس چیز سے محبت کرتا ہے جو اس کے لئے خیر، امن اور سعادت فراہم کرتی ہے۔ ہر اس چیز کو ناپسند کرتا ہے جو اس کی زندگی، افزائش اور اثبات ذات کی راہ میں رکاوٹ بنتی ہے، اور الم و تکلیف اور نقصان کا سبب بنتی ہے، انسان کے اندر اپنی ذات سے فطری محبت، ہر مفید و نفع بخش چیز کے حصول اور ہر تکلیف و ضرر رساں چیز سے گریز کے میلان کا ذکر قرآن کریم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اس طرح کرتا ہے کہ اگر انہیں غیب کی خبر ہوتی تو وہ اپنے لئے زیادہ سے زیادہ خیر جمع کرلیتے، اور تکلیف و ضرر کو اپنی ذات سے دور کرلیتے:

ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر و ما مسنی السوٓء (اعراف۔۱۸۸)

(اور اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو میں بہت سے فائدے اپنے لئے حاصل کرلیتا، اور مجھے کبھی کوئی نقصان نہ پہنچتا۔)

اپنی ذات کے ساتھ انسان کی محبت کا ایک مظہر دولت کی شدید محبت

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے ۔جس کے ذریعہ وہ اپنی تمام خواہشات کی تکمیل کرتا ہے ۔اور زندگی کے اندر راحت و آرام کے تمام اسباب مہیا کرتا ہے ۔مال کی شدید محبت کا تذکرہ کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے :

و انه لحب الخیر لشدید (عادیات ۸)

(اور وہ مال و دولت کی محبت میں بری طرح مبتلا ہے ۔)

اپنی ذات سے محبت ہی کا مظہر یہ بھی ہے کہ وہ اپنی ذات کے لئے مال و صحت وغیرہ دنیاوی خوبیوں اور نعمتوں کے لئے ہمیشہ دعا کرتا رہتا ہے ۔ اور جب کسی تکلیف ، مصیبت اور فقر سے دوچار ہوتا ہے تو سخت مایوسی اس پر چھاجاتی ہے ۔ اور گمان کرتا ہے کہ اسے خیر ملا ہی نہیں ہے ۔

لا یسئم الانسان من دعاء الخیر و ان مسه الشر فیؤس قنوط (فصلت ۴۹)

(انسان کبھی بھلائی کی دعا مانگتے نہیں تھکتا اور جب کوئی آفت اس پر آجاتی ہے تو مایوس اور دل شکستہ ہوجاتا ہے ۔)

اسی محبت ذات کا مظہر یہ بھی ہے کہ کسی مصیبت و نقصان کے وقت وہ گھبرا اٹھتا ہے ۔خیر سے مایوس ہوکر اللہ کی سابقہ نعمتوں کی ناشکری اور انکار پر اتر آتا ہے ۔ اور جب مالی وسعت و فراخی حاصل ہوتی ہے تو خوش ہوکر اترانے لگتا ہے ۔مال کی شدید حرص پیدا ہوجاتی ہے ۔اور معمولی حصہ بھی فقراء و حاجت مندوں پر خرچ کرنے سے گریز کرنے لگتا ہے :

ان الانسان خلق هلوعا اذا مسه الشر جزوعا و اذا مسه الخیر منوعا ((

toobaa-elibrary.blogspot.com

معارج ۱۹۔۲۱)

(انسان تھڑدلا پیدا کیا گیا ہے جب اس پر مصیبت آتی ہے تو گھبرا اٹھتا ہے اور جب اسے خوشحالی نصیب ہوتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے۔)

و انا اذا اذقنا الانسان منا رحمة فرح بها و ان تصبهم سيئة بما قدمت ايديهم فان الانسان كفوا (شوره ۴۸)

(انسان کا حال یہ ہے کہ جب ہم اسے اپنی رحمت کا مزا چکھاتے ہیں تو اس پر پھول جاتا ہے۔ اور اگر اس کے اپنے ہاتھوں کا کیا دھرا کسی مصیبت کی شکل میں اس پر الٹ پڑتا ہے تو سخت ناشکرا بن جاتا ہے۔)

اپنی ذات سے محبت مقررہ حدود سے تجاوز نہیں کرنی چاہئے۔ اور دوسروں سے محبت اور ان کے لئے خیر کی چاہت، اپنی ذات سے محبت کے برابر رہنی چاہئے۔

لوگوں سے محبت:

دوسروں کے ساتھ الفت اور ہم آہنگی کی زندگی گزارنے کے لئے ضروری ہے کہ اپنی ذات سے محبت اور اپنی انانیت حد کے اندر ہو۔ اور اپنی ذات سے محبت کا موازنہ دوسروں کے ساتھ محبت و مودت اور ان کے ساتھ تعاون و مدد سے کرتے رہا جائے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے کسی مصیبت کے وقت گھبراہٹ و بے چینی، دولت کی حرص اور خرچ کرنے میں بخل کی

toobaa-elibrary.blogspot.com

صورت میں ظاہر ہونے والی اپنی ذات سے انسان کی محبت کی جانب اشارہ فرمایا تو متصلاہی ان لوگوں کی تعریف و مدح بھی کی جو اپنی ذات سے محبت میں غلو نہیں کرتے ۔ مصیبت کے وقت جزع و فزع اور دولت حاصل ہونے پر بخل نہیں کرتے ، اور ان خوبیوں سے آراستگی کے لئے ایمان پر قائم رہ کر نماز اور زکاۃ ادا کرتے ہیں ، فقراء و مساکین اور ضرورت مندوں پر خرچ کرتے ہیں اور اللہ کی ناپسندیدہ چیزوں سے گریز کرتے ہیں ، اس ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ اپنی ذات کے ساتھ محبت اور دوسروں کے ساتھ محبت میں اس طرح وہ توازن قائم رکھتا ہے کہ فرد اور جماعت دونوں کے مفاد کی تکمیل ہو :

ان الانسان خلق ھلوعا اذا مسه الشر جزوعا و اذا مسه الخیر منوعا الا المصلین الذین ھم علی صلاتھم دائمون و الذین فی اموالھم حق معلوم للسائل و المحروم ، و الذین یصدقون بیوم الدین والذی ھم من عذاب ربھم مشفقون (معارج ۱۹ ـ ۲۷)

(انسان تھڑدلا پیدا کیا گیا ہے جب اس پر مصیبت آتی ہے تو گھبرا اٹھتا ہے اور جب اسے خوشحالی نصیب ہوتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے ۔ مگر وہ لوگ اس عیب سے بچے ہوئے ہیں جو نماز پڑھنے والے ہیں ، جو اپنی نماز کی ہمیشہ پابندی کرتے ہیں ، جن کے مالوں میں سائل اور محروم کا ایک مقرر حق ہے ، جو روز جزا کو برحق مانتے ہیں ، جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے ہیں ۔)

لوگوں کی باہمی الفت و محبت ، تعاون و ہمدردی اور بھائی چارگی کو قرآن

toobaa-elibrary.blogspot.com

ان الفاظ میں سراہتا ہے ۔

واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعا ولا تفرقوا و اذکروا نعمۃ اللّٰہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا (آل عمران ۔ ۱۰۳)

(سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ میں نہ پڑو ۔ اللہ کے اس احسان کو یاد رکھو جو اس نے تم پر کیا ہے ، تم ایک دوسرے کے دشمن تھے ۔ اس نے تمہارے دل جوڑ دیے ۔ اور اس کے فضل و کرم سے تم بھائی بھائی بن گئے ۔)

ھو الذی ایدک بنصرہ و بالمؤمنین و الف بین قلوبھم لو انفقت مافی الارض جمیعا ما الفت بین قلوبھم و لکن اللّٰہ الف بینھم انہ عزیز حکیم (انفال ۔ ۶۲، ۶۳)

(وہی تو ہے جس نے اپنی مدد سے اور مومنوں کے ذریعہ سے تمہاری تائید کی اور مومنوں کے دل ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دیے ، تم روئے زمین کی ساری دولت بھی خرچ کر ڈالتے تو ان لوگوں کے دل نہ جوڑ سکتے تھے مگر وہ اللہ ہے جس نے ان لوگوں کے دل جوڑے ۔ یقینا وہ بڑا زبردست اور دانا ہے ۔)

قرآن کریم انصار کی مدح سرائی کرتا ہے کہ انہوں نے مہاجرین کے ساتھ کیسی سچی محبت کا برتاؤ کیا ، انہیں اپنے گھروں میں پناہ دی ۔ اپنی دولت اور جائداد میں انہیں شریک کیا ، اور اپنے آپ پر ان کو ترجیح دی :

والذین تبوؤا الدار و الایمان من قبلھم یحبون من ھاجر الیھم و لا یجدون

toobaa-elibrary.blogspot.com

فی صدورھم حاجۃ مما اوتوا و یوثرون علی انفسھم و لو کان بھم خصاصۃ و من یوق شح نفسہ فاولئک ھم المفلحون (حشر۔ ۹)

(اور وہ ان لوگوں کے لئے بھی ہے) جو ان مہاجرین کی آمد سے پہلے ہی ایمان لاکر دارالہجرت میں مقیم تھے۔ یہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کے پاس آتے ہیں اور جو کچھ بھی ان کو دے دیا جائے اس کی کوئی حاجت تک یہ اپنے دلوں میں محسوس نہیں کرتے اور اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں خواہ اپنی جگہ خود محتاج ہوں، حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اپنے دل کی تنگی سے بچالئے گئے وہی فلاح پانے والے ہیں۔)

مومنوں کو قرآن حکم دیتا ہے کہ ہر انسان دوسرے انسان سے اسی طرح محبت کرے جس طرح ایک بھائی دوسرے بھائی سے محبت کرتا ہے، یہ اس بات کی ہدایت ہے کہ اپنی ذات کے ساتھ محبت میں اسراف نہ کیا جائے، اور اپنے مومن بھائیوں کے ساتھ محبت کی جائے، جس کا تقاضہ ہے کہ اپنی ذات کے ساتھ محبت میں اعتدال سے کام لیا جائے:

انما المؤمنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم و اتقوا اللہ لعلکم ترحمون (حجرات ۱۰)

(مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں، لہذا اپنے بھائیوں کے درمیان تعلقات کو درست کرو اور اللہ سے ڈرو، امید ہے کہ تم پر رحم کیا جائے گا۔)

toobaa-elibrary.blogspot.com

المؤمنون و المؤمنات بعضهم اولیاء بعض (توبہ۔ ۷۱)

(مومن مرد اور مومن عورتیں یہ سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوسکتے ہو جب تک ایمان نہ لے آؤ۔ اور اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتے جب تک ایک دوسرے سے محبت نہ کرنے لگو۔ کیا تمہیں ایسی چیز بتاؤں جسے اگر تم اپنا لو تو آپس میں محبت کرنے لگو؟ اپنے درمیان سلام کو عام کرو۔" (۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے پڑوسی کے لئے۔ یا آپ نے یوں فرمایا: اپنے بھائی کے لئے وہ پسند نہ کرنے لگے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے" (۲)

جنسی محبت:

محبت کا جنسی محرک کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ زن و شوہر کے درمیان الفت و ہم آہنگی اور باہمی تعاون کے تسلسل کی یہی بنیاد ہے۔ خاندانی زندگی کے تسلسل کے لئے محبت ایک ضروری عنصر ہے:

---

(۱) مختصر صحیح مسلم للحافظ منذری۔ تحقیق۔ ناصر الدین البانی۔ حدیث نمبر ۳۷ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۱۹۷۷ء

(۲) حدیث نمبر ۲۴۔ حوالہ سابق

toobaa-elibrary.blogspot.com

و من آیاته ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیها و جعل بینکم مودة ورحمـة ان فی ذلک لایات لقوم یتفکرون (روم ۲۱)

(اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے بیویاں بنائیں تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کردی ۔ یقینا اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو غور و فکر کرتے ہیں ۔)

زین للناس حب الشھوات من النساء (آل عمران ۱۴)

(لوگوں کے لئے مرغوبات نفس ۔ بڑی خوش آئند بنادی گئی ہیں ۔)

حضرت یوسف علیہ السلام اور عزیز مصر کی بیوی کا قصہ بیان کرتے ہوئے اسی جنسی محبت کی جانب قرآن نے اشارہ کیا ہے :

وقال نسوة فی المدینـة امراة العزیز تراود فتاھا عن نفسه قد شغفھا حبا انا لنراھا فی ضلال مبین (یوسف ۔ ۳۰)

(شہر کی عورتیں آپس میں چرچا کرنے لگیں کہ " عزیز کی بیوی اپنے نوجوان غلام کے پیچھے پڑی ہوئی ہے ۔ محبت نے اس کو بے قابو کر رکھا ہے ۔ ہمارے نزدیک تو وہ صریح غلطی کر رہی ہے ۔)

قالت فذلکن الذی لمتننی فیه و لقد راودته عن نفسه فاستعصم و لئن لم یفعل ما آمره لیسجنن و لیکونا من الصاغرین ۔ قال رب السجن احب الی مما یدعوننی الیه و ان لا تصرف عنی کیدھن اصب الیھن و اکن من الجاھلین (یوسف ۳۲، ۳۳)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(عزیز کی بیوی نے کہا " دیکھ لیا! یہ ہے وہ شخص جس کے معاملہ میں تم مجھ پر باتیں بناتی تھیں۔ بیشک میں نے اسے رجھانے کی کوشش کی تھی مگر یہ بچ نکلا۔ اگر یہ میرا کہنا نہ مانے گا تو قید کیا جائے گا اور بہت ذلیل و خوار ہوگا"۔ یوسف نے کہا " اے میرے رب قید مجھے منظور ہے بہ نسبت اس کے کہ میں وہ کام کروں جو یہ لوگ مجھ سے چاہتے ہیں۔ اور اگر تونے ان کی چالوں کو مجھ سے دفع نہ کیا تو میں ان کے دام میں پھنس جاؤں گا اور جاہلوں میں شامل ہو رہوں گا۔)

قرآن میں محرکات عمل سے متعلق گذشتہ فصل میں جنسی محرک پر گفتگو کرتے ہوئے ہم بتا چکے ہیں کہ اسلام جنسی محرک کو تسلیم کرتا ہے۔ اس کا انکار نہیں کرتا۔ اور اس طرح وہ فطری طور پر جنسی محبت کو تسلیم کرتا ہے جو جنسی محرک کے ساتھ پایا جانے والا انسانی طبیعت کا ایک فطری تاثر ہے۔ اسلام نہ اسے ٹھکراتا ہے۔ نہ کچلتا اور دباتا ہے۔ بلکہ اسے تسلیم کرتے ہوئے محبت پر کنٹرول رکھنے اور صرف جائز طریقہ یعنی شادی کے ذریعہ اس کی تکمیل کرنے کا حکم دیتا ہے۔

والدین سے محبت:

پہلی فصل میں عضویاتی محرک کے طور پر محرک مادریت کا ہم نے ذکر کیا تھا۔ کیونکہ ماں کے اندر حمل۔ ولادت اور رضاعت کے دوران پیدا ہونے

toobaa-elibrary.blogspot.com

والی جسمانی اور عضویاتی تبدیلیاں محرک مادریت کی عضویاتی بنیاد پر بنتی ہیں ، یہ عضویاتی اور جسمانی تبدیلیاں ماں کا رشتہ اپنے بچوں کے ساتھ بڑا گہرا اور طاقتور بنادیتی ہیں ، جو بچوں کے ساتھ ماں کی بے پناہ محبت ، شفقت اور جذبۂ عنایت و پرورش کی شکلوں میں محرک امومت کے اندر ظاہر ہوتی ہیں ۔

چونکہ والد کا رشتہ اپنے بچوں کے ساتھ ان عضویاتی روابط سے وابستہ نہیں ہوتا ہے ، جن سے ماں کا اپنے بچوں کے ساتھ ہوتا ہے ، اسی لئے جدید ماہرین نفسیات محرک پدریت کو محرک مادریت کی طرح عضویاتی محرک نہیں قرار دیتے ۔ بلکہ اسے نفسیاتی محرک تسلیم کرتے ہیں ، محرک پدری کا ظہور بچوں کے ساتھ باپ کی محبت کی شکل میں ہوتا ہے ، بچے باپ کے لئے سرمایہ سرور و راحت ، سرچشمۂ قوت و جاہ ، اور جدو جہد زندگی کے تسلسل مین ایک اہم عامل ہوتے ہیں ، موت کے بعد اس کی یاد گار ہوتے ہیں ، حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے رب سے ایک لڑکا عطا کرنے کی دعا مانگی تھی جو ان کا اور آل یعقوب کا وارث بن سکے :

قال رب انی وھن العظم منی واشتعل الراس شیبا و لم اکن بدعائک رب شقیا و انی خفت الموالی من ورائی و کانت امراتی عاقرا فھب لی من لدنک ولیا ، یرثنی و یرث من آل یعقوب و اجعلہ رب رضیا (مریم ۲ ، ۶)

(اس نے عرض کیا " اے پروردگار ، میری ہڈی تک گھل گئی ہیں اور سر بڑھاپے سے بھڑک اٹھا ہے ۔ اے پروردگار ، میں کبھی تجھ سے دعا مانگ کر

toobaa-elibrary.blogspot.com

نامراد نہیں رہا۔ مجھے اپنے پیچھے اپنے بھائی بندوں کی برائیوں کا خوف ہے اور میری بیوی بانجھ ہے۔ تو مجھے اپنے فضل خاص سے ایک وارث عطا کردے جو میرا وارث بھی ہو اور آل یعقوب کی میراث بھی پائے۔ اور اے پروردگار اس کو ایک پسندیدہ انسان بنا۔)

قرآن میں بیشتر آیات کے اندر بچوں کی محبت کا تذکرہ مال کی محبت کے ساتھ کیا گیا ہے۔ کیونکہ اولاد اور دولت دونوں انسان کے لئے اسباب قوت و راحت ہیں :

المال و البنون زینة الحیاة الدنیا (کہف ۴۶)

(یہ مال اور یہ اولاد محض دنیوی زندگی کی ایک ہنگامی آرائش ہے۔)

ثم رددنا لکم الکرۃ علیھم و امددنا کم باموال و بنین و جعلنا کم اکثر نفیرا (اسراء ۶)

(اس کے بعد ہم نے تمہیں ان پر غلبے کا موقع دے دیا اور تمہیں مال اور اولاد سے مدد دی اور تمہاری تعداد پہلے سے بڑھادی۔)

ویمدد کم باموال و بنین و یجعل لکم جنات و یجعل لکم انھارا (نوح ۱۲)

(تمہیں مال اور اولاد سے نوازے گا، تمہارے لئے باغ پیدا کرے گا اور تمہارے لئے نہریں جاری کردے گا۔)

ذرنی و من خلقت وحیدا و جعلت له مالا ممدودا و بنین شھودا (مدثر ۱۱-۱۳)

(چھوڑ دو مجھے اور اس شخص کو جسے میں نے اکیلا پیدا کیا، بہت سا مال

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس کو دیا۔ اس کے ساتھ حاضر رہنے والے بیٹے دئے۔)

قرآن کے اندر محبت پدری کی جانب اشارہ حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ میں ملتا ہے۔ جن کے دل میں بیٹے کی محبت تھی اور شفقت و عنایت اور ہمدردی کی بنا پر کشتی میں سوار ہو کر غرقابی سے بچنے کے لئے بیٹے کو آواز دی:

ونادی نوح ابنہ و کان فی معزل یا بنی ارکب معنا و لا تکن مع الکافرین (ھود ۴۲)

(نوح کا بیٹا دور فاصلے پر تھا۔ نوح نے پکار کر کہا " بیٹا ہمارے ساتھ سوار ہو جا۔ کافروں کے ساتھ نہ رہ۔)

اسی محبت کا ظہور بیٹے کی نجات کے لئے اپنے رب سے حضرت نوح علیہ السلام کی دعا میں بھی ملتا ہے:

ونادی نوح ربہ فقال رب ان ابنی من اھلی و ان وعدک الحق و انت خیر الحاکمین (ھود ۴۵)

(نوح نے اپنے رب کو پکارا۔ کہا " اے رب، میرا بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے، اور تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب حاکموں سے بڑا اور بہتر حاکم ہے۔)

حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے چھوٹے بھائی کے ساتھ حضرت یعقوب علیہ السلام کی محبت کے اندر بھی یہی محبت پدری واضح شکل میں نظر آتی ہے، جس کی وجہ سے دوسرے بھائی ان دونوں سے کینہ و حسد رکھنے لگے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اذ قالوا لیوسف و اخوہ احب الی ابینا منا و نحن عصبة ان اباناً لفی ضلال مبین (یوسف ۸)

(یہ قصہ یوں شروع ہوتا ہے کہ اس کے بھائیوں نے آپس میں کہا "یہ یوسف اور اس کا بھائی دونوں ہمارے والد کو ہم سب سے زیادہ محبوب ہیں حالانکہ ہم ایک پورا جتھا ہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ ہمارے ابا جان بالکل ہی بہک گئے ہیں۔)

محبت پدری ہی کی وجہ سے حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں کے ساتھ بھیجنے پر اندیشہ محسوس کرتے ہوئے حضرت یعقوب علیہ السلام ابتداء تیار نہیں ہوئے :

قال انی لیحزننی ان تذھبوا بہ و اخاف ان یاکلہ الذئب و انتم عنہ غافلون۔ (یوسف ۱۳)

(باپ نے کہا " تمہارا اسے لے جانا مجھے شاق گزرتا ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں اسے بھیڑیا نہ پھاڑ کھائے جبکہ تم اس سے غافل ہو۔)

اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام پر غم و افسوس کرتے ہوئے روتے روتے بینائی کھو دینا بھی اس محبت پدری کا نمونہ تھا :

وتولی عنھم وقال یا اسفی علی یوسف و ابیضت عیناہ من الحزن فھو کظیم (یوسف ۸۴)

پھر وہ ان کی طرف سے منہ پھیر کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ " ہائے یوسف ،

toobaa-elibrary.blogspot.com

وہ دل ہی دل میں غم سے گھٹا جارہا تھا اور اس کی آنکھیں سفید پڑگئی تھیں ۔)

بچوں کی دیکھ ریکھ ، پرورش و نگہداشت اور اچھے کاموں کے لئے نصیحت و خیر خواہی میں عام طور پر محبت پدری کا ظہور ہوتا ہے ، حکیم باپ کی اپنے بیٹے کو نصیحت اور خیر خواہی کی مثال قرآن کریم نے حضرت لقمان علیہ السلام کی زبان سے بیان کی ہے ، جنہوں نے اپنے بیٹے کو عمدہ عمدہ نصیحتیں کیں ۔ (۱)

اللہ کی محبت :

انسان کے اندر محبت کی اعلا ترین شکل ، سب سے زیادہ پاکیزہ ، بلند ترین اور روحانی محبت ، اللہ رب العزت کے ساتھ محبت اور تقرب الہی کے امنڈتے ہوئے شوق کی ہوتی ہے ، جو صرف سجدہ صبح و شام اور مناجاتوں کے اندر ہی نہیں بلکہ انسان کے ایک ایک عمل اور اس کی ہر حرکت و سکون کے اندر ظاہر ہوتی ہے ، تمام اعمال اور حرکات و سکنات میں قبولیت اور خوشنودی کی امید لئے اللہ رب العزت کی جانب اس کا رخ ہوتا ہے :

قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ و یغفر لکم ذنوبکم و اللّٰہ غفور رحیم (آل عمران ۳۱)

یا ایھا الذین آمنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللّٰہ بقوم یحبھم و

---

(۱) دیکھئے سورہ لقمان ۳۰ آیات ۱۳ ۔ ۱۹

toobaa-elibrary.blogspot.com

يحبونه اذلة على المؤمنين اعزة على الكافرين يجاهدون فى سبيل الله ولا يخافون لومة لائم ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء و الله واسع عليم (مائده ۲۵)

(اے نبی، لوگوں سے کہہ دو کہ "اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو اللہ تم سے محبت کرے گا، اور تمہاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا، وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔ اے لوگوں جو ایمان لائے ہو، اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھرتا ہے (تو پھر جائے) اللہ اور بہت سے لوگ ایسے پیدا کردے گا جو اللہ کو محبوب ہوں گے اور اللہ ان کو محبوب ہوگا۔ جو مومنوں پر نرم اور کفار پر سخت ہوں گے جو اللہ کی راہ میں جدوجہد کریں گے، اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے، یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اللہ وسیع ذرائع کا مالک ہے اور سب کچھ جانتا ہے۔)

اللہ کی محبت دنیا کی ہر دوسری چیز کی محبت پر فائق ہوتی ہے، اپنی ذات، اپنے بچوں، بیوی، والدین، آل اولاد اور اپنی دولت کی محبت سے بھی زیادہ ہوتی ہے :

قل ان كان آباؤكم و ابناؤكم و اخوانكم و ازواجكم و عشيرتكم و اموال اقترفتموها و تجارة تخشون كسادها و مساكن ترضونها احب اليكم من الله و رسوله و جهاد فى سبيله فتربصوا حتى ياتى الله بامره و الله لا يهدى القوم الفاسقين (توبه ۲۴)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(اے نبی، کہہ دو اگر تمہارے باپ، اور تمہارے بیٹے، اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں، اور تمہارے عزیز و اقارب، اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں، اور تمہارے وہ کاروبار جن کے ماند پڑجانے کا تم کو خوف ہے، اور تمہارے وہ گھر جو تم کو پسند ہیں، تم کو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے عزیز تر ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لے آئے۔ اور اللہ فاسق لوگوں کی رہنمائی نہیں کیا کرتا ہے۔

و من الناس من یتخذ من دون اللّٰہ اندادا یحبونھم کحب اللّٰہ و الذین آمنوا اشد حبا للّٰہ (بقرہ ۱۶۵)

(مگر وحدت خداوندی پر دلالت کرنے والے ان کھلے کھلے آثار کے ہوتے ہوئے بھی) کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے سوا دوسروں کو اس کا ہمسر اور مد مقابل بناتے ہیں اور ان کے ایسے گرویدہ ہیں جیسی اللہ کے ساتھ گرویدگی ہونی چاہیئے۔ حالانکہ ایمان رکھنے والے لوگ سب سے بڑھ کر اللہ کو محبوب رکھتے ہیں۔)

جب انسان اللہ کی محبت میں مخلص ہوتا ہے تو یہی محبت اس کی زندگی میں رہنما و محرک قوت بن جاتا ہے، اور محبت کی دوسری تمام اقسام محبت الہی کے سامنے خم ہوتی ہے، اور اس کے دل میں لوگوں، جانوروں اور کائنات کی تمام مخلوقات اور پوری کائنات کی محبت موجزن ہوجاتی ہے۔ کیونکہ وہ اپنے گرد و پیش کی تمام چیزوں کے اندر اپنے رب کا پرتو دیکھتا ہے، جس کا روحانی

toobaa-elibrary.blogspot.com

شوق اور قلبی اشتیاق اسے اپنی جانب کھینچ رہا ہوتا ہے (۱)

رسول کی محبت:

محبت الٰہی کے بعد بلندی و پاکیزگی اور روحانیت کے اندر دوسرا درجہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوتا ہے، جسے اللہ نے ساری کائنات کے لئے رحمت بنا کر بھیجا تھا، جو لوگوں کو راہ ہدایت دکھاتے، ان کا تزکیہ کرتے اور کتاب و حکمت کی انہیں تعلیم دیتے تھے، جسے اللہ نے خاتم النبین اور سلسلۂ نبوت کی آخری کڑی کی حیثیت سے منتخب فرمایا تھا، جس پر اللہ نے اپنی سچی اور ہمیشہ رہنے والی وہ کتاب نازل کی جو گذشتہ تمام آسمانی کتابوں کی تصدیق اور نگرانی کرنے والی ہے، رسول اکرم علیہ السلام کی ذات قدسی صفات اپنے اخلاق، کردار اور تمام صفات چیدہ کے اندر انسان کا کامل ترین نمونہ تھی، اس سے بڑھ کر اور کیا وصف بیانی ہو سکتی ہے کہ خود قرآن انہیں اخلاق عظیم کے مرتبہ پر فائز بتاتا ہے:

وانک لعلی خلق عظیم (قلم ۲)

اور بیشک تم اخلاق کے بڑے مرتبے پر ہو۔

ایک سچا مومن اپنے دل میں رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت

---

(۱) ماہرین نفسیات محبت کا مطالعہ کرتے ہوئے حب ذات جنسی محبت اور خاندانی محبت ہی تک خود کو محدود رکھتے ہیں، اللہ کی محبت، رسول کی محبت اور عالی انسانی اقدار جیسے صداقت و عدل وغیرہ کی محبت پر گفتگو نہیں کرتے، حالانکہ یہ انسانی محبت کی اعلیٰ ترین اقسام ہیں، اور انہی کے ذریعہ انسان کو حیوان سے امتیاز حاصل ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

رکھتا ہے جس نے دعوت کی راہ میں مصائب جھیلے اور سخت معرکوں سے گزرتے ہوئے ربع مسکون میں اسلام کو پھیلادیا ۔ گمراہی کی تیرگیوں سے نکال کر انسانیت کو نور ہدایت دکھایا ۔ قرآن کریم نے ہم کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا حکم دیا ہے ۔ اور پیچھے ذکر کردہ سورہ توبہ کی چوبیسویں آیت میں رسول سے محبت کو محبت الہی کے ہم رتبہ بتایا ہے ۔

سچے مومن کے سامنے رسول کریم علیہ السلام کی ذات اعلی ترین نمونہ ہے ۔ جس کے اخلاق سے آراستگی ، جس کے کردار و عمل کی پیروی اور جس کی مشک زار سیرت کی اتباع مومن کا فریضہ ہے :

لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللّٰہ و الیوم الاخر و ذکر اللّٰہ کثیرا ۔ (احزاب ۔ ۲۱)

(درحقیقت تم لوگوں کے لئے اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ تھا ہر اس شخص کے لئے جو اللہ اور یوم آخر کا امید وار ہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے ۔)

خوشی

انسان کی اپنی تمنا جب پوری ہوجاتی ہے اور اپنی مطبوعہ چیز ، دولت ، نفوذ و رسائی ، کامیابی علم یا ایمان و تقوی حاصل ہوجاتا ہے تو اسے خوشی و مسرت کا احساس ہوتا ہے ۔ جس کی زندگی کا مقصد دولت کا حصول ، قوت و

toobaa-elibrary.blogspot.com

سطوت اور نفوذ و رسائی وغیرہ حیات دنیوی کی کوئی متاع ہوتی ہے ۔ ان مقاصد کی تکمیل اس کے لئے باعث مسرت و خوشی بنتی ہے ۔ اور ایمان و تقوی اور عمل صالح سے آراستگی کے ذریعہ حیات اخروی کی سعادت کا حصول جس کا مقصد زندگی ہوتا ہے ۔ یہی امور اس کے لئے امن و سکون ، طمانیت اور خوشی کا باعث ہوتے ہیں ۔ قرآن کریم نے خوشی کی ان دونوں قسموں کو بیان کیا ہے ۔ متاع دنیا پر کفار کی خوشی کا یوں ذکر کرتا ہے :

وفرحوا بالحیاۃ الدنیا و ما الحیاۃ الدنیا فی الآخرۃ الا متاع (رعد۔۲۶)

(یہ لوگ دنیوی زندگی میں مگن ہیں ، حالانکہ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں ایک متاع قلیل کے سوا کچھ بھی نہیں ۔)

اور آیات قرآنی کے نزول ، جو حق کے لئے رہنما ، ذریعہ شفاء اور سرچشمۂ ہدایت و رحمت ہے ، پر مومنین کی خوشی اس طرح بیان کرتا ہے :

یا ایھا الناس قد جاء تکم موعظۃ من ربکم و شفاء لما فی الصدور و ھدی و رحمۃ للمؤمنین ، قل بفضل اللّٰہ و برحمتہ فبذلک فلیفوحوا ھو خیر مما یجمعون (یونس ۵۷ ، ۵۸)

(لوگو ، جو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آگئی ہے ، یہ وہ چیز ہے جو دلوں کے امراض کی شفا ہے اور جو اسے قبول کرلیں ان کے لئے رہنمائی اور رحمت ہے ۔ اے نبی ، کہو کہ " یہ اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی ہے کہ یہ چیز اس نے بھیجی ، اس پر تو لوگوں کو خوشی منانی چاہئے ۔ یہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

ان سب چیزوں سے بہتر ہے جنہیں لوگ سمیٹ رہے ہیں ۔)

سامان دنیا جس کا سرچشمۂ خوشی و مسرت ہو ، جو بیشتر لوگوں کے یہاں دیکھا جاتا ہے ، سچ یہ ہے کہ سعادت آفریں ، اطمینان بخش اور پر سکون زندگی کی لذت سے وہ محروم رہتا ہے ، کیونکہ جب اللہ تعالی صحت کی نعمت ، رزق کی وسعت اور دولت کی فراوانی عطا کرتا ہے تو وہ خوشی و سعادت محسوس کرتا ہے ، متاع و آسائش دنیا اللہ کی یاد اور شکر سے اسے غافل کردیتی ہے ، اور جب کسی مصیبت و پریشانی سے دوچار ہوتا ہے ، یا کسی نعمت سے محروم ہوجاتا ہے تو اس پر مایوسی چھاجاتی ہے ، دوسری موجودہ نعمتوں کا بھی وہ انکار کر بیٹھتا ہے ، اس طرح ہمیشہ وہ ایک اضطراب مسلسل کا شکار رہتا ہے ، اور خوشی و مایوسی دونوں کے احساسات میں غلطیاں و پیچاں رہتا ہے :

ولئن اذقنا الانسان منا رحمة ثم نزعناها منه انه ليؤس كفور و لئن اذقنه نعماء بعد ضراء مسته ليقولن ذهب السيئات عنى انه لفرح فخور (هود ۹۔۱۰)

(اگر کبھی ہم انسان کو اپنی رحمت سے نوازنے کے بعد پھر اس سے محروم کردیتے ہیں تو وہ مایوس ہوتا ہے اور ناشکری کرنے لگتا ہے ، اور اگر اس مصیبت کے بعد جو اس پر آئی تھی ہم اسے نعمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو کہتا ہے کہ میرے تو سارے دلدر پار ہوگئے ، پھر وہ پھولا نہیں سماتا اور اکڑنے لگتا ہے۔)

ایمان و تقوی ، عمل صالح اور منہج خداوندی کی اتباع جس کے لئے

toobaa-elibrary.blogspot.com

سامان خوشی و سعادت ہوتی ہیں اسے ہمیشہ سچی اور دائمی و مکمل سعادت حاصل رہتی ہے ۔ ارشاد خداوندی اس کی ذات پر راست آتی ہے :

من عمل صالحا من ذکر او انثی وهو مؤمن فلنحیینه حیاة طیبة و لنجزینهم اجرهم باحسن ما کانوا یعملون (نحل ۹۷)

(جو شخص بھی نیک عمل کرے گا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ ہو وہ مومن، اسے ہم دنیا میں پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے اور (آخرت میں) ایسے لوگوں کو ان کے اجران کے بہترین اعمال کے مطابق بخشیں گے ۔)

قرآن کریم اس مسرت و سرور کا ذکر کرتا ہے جو آخرت میں حساب و کتاب کے دن کی قیامت خیزیوں سے نجات اور رحمت خداوندی کے زیر سایہ جنت مکانی پر بندہ مومن کو حاصل ہو گا ۔

فوقاهم الله شر ذلک الیوم و لقاهم نضرة و سرورا (انسان ۱۱)

(پس اللہ تعالی انہیں اس دن کے شر سے بچالے گا اور انہیں تازگی اور سرور بخشے گا ۔)

نفرت:

نفرت، محبت کے برعکس ایک تاثر ہے، جو ناپسندیدگی اور نامقبولی کے احساس یا احساس گریز و انقباض اور اس کا سبب بننے والے امور، خواہ اشخاص ہوں، چیزیں ہوں، یا افعال، سے پہلو تہی کا نام ہے ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

محبت باوجودیکہ حیات زوجیت کی بنیاد ہے ۔ لیکن بسا اوقات شوہر و بیوی کے درمیان کسی غلط فہمی ، کشاکش اور اختلاف کے نتیجہ میں باہمی ناپسندیدگی پیدا ہوجاتی ہے ۔ زوجین کے درمیان کی اس ناپسندیدگی کی جانب قرآن نے اشارہ کیا ہے ۔ اور عائلی زندگی کو برقرار رکھنے کے لئے اس پر ضبط و کنٹرول کی کوشش کا حکم دیا ہے :

وعاشروھن بالمعروف فان کرھتموھن فعسی ان تکرھوا شیئا و یجعل اللّٰہ فیہ خیرا کثیرا ۔ (نساء ۱۹)

(اور ان کے ساتھ بھلے طریقے سے زندگی بسر کرو ۔ اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں پسند نہ ہو مگر اللہ نے اسی میں بہت کچھ بھلائی رکھ دی ہو ۔)

کبھی انسان دوسرے شخص یا دوسرے اشخاص کو اختلاف رائے یا کسی معاملہ میں ان کی بالاتری پر حسد یا ان کی جانب سے پہنچنے والی کسی ناکامی یا دل میں نفرت پیدا کردینے والے دوسرے اسباب کی بنا پر ناپسند کرنے لگتا ہے ۔ کفار و منافقین کا شیوہ یہ تھا کہ وہ مومنین کو ناپسند کرتے اور اس سے حسد کرتے تھے :

یا ایھا الذین آمنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یالونکم خبالا و دوا ما عنتم قد بدت البغضاء من افواھھم و ما تخفی صدورھم اکبر قد بینا لکم الآیات ان کنتم تعقلون ، ھا انتم اولاء تحبونھم و لا یحبونکم و تؤمنون بالکتاب کلہ و اذا لقوکم

toobaa-elibrary.blogspot.com

قالوا آمنا و اذا خلوا عضوا علیکم الانامل من الغیظ قل موتوا بغیظکم ان اللہ علیم بذات الصدور، ان تمسسکم حسنـة تسئوھم و ان تصبکم سیئـة یفرحوا بھا و ان تصبروا و تتقوا لا یضرکم کیدھم شیئا ، ان اللہ بما یعملون محیط (آل عمران ۱۱۸ - ۱۲۰)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنی جماعت کے لوگوں کے سوا دوسروں کو اپنا راز دار نہ بناؤ ۔ وہ تمہاری خرابی کے کسی موقع سے فائدہ اٹھانے میں نہیں چوکتے ۔ تمہیں جس چیز سے نقصان پہنچے وہی ان کو محبوب ہے ۔ ان کے دل کا بغض ان کے منہ سے نکلا پڑتا ہے اور جو کچھ وہ اپنے سینوں میں چھپائے ہوئے ہیں وہ اس سے شدید تر ہے ۔ ہم نے تمیں صاف صاف ہدایات دے دی ہیں اگر تم عقل رکھتے ہو (تو ان سے تعلق رکھنے میں احتیاط برتو گے) تم ان سے محبت رکھتے ہو مگر وہ تم سے محبت نہیں رکھتے حالانکہ تم تمام کتب آسمانی کو مانتے ہو ۔ جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے بھی (تمہارے رسول اور تمہاری کتابوں کو) مان لیا ہے مگر جب جدا ہوتے ہیں تو تمہارے خلاف ان کے غیظ و غضب کا یہ حال ہوتا ہے کہ اپنی انگلیاں چبانے لگتے ہیں ۔ ان سے کہہ دو کہ اپنے غصہ میں آپ جل مرو ۔ اللہ دلوں کے چھپے ہوئے راز تک جانتا ہے ۔ تمہارا بھلا ہوتا تو ان کو برا معلوم ہوتا ہے اور تم پر کوئی مصیبت آتی ہے تو یہ خوش ہوتے ہیں ۔ مگر ان کی کوئی تدبیر تمہارے خلاف کار گر نہیں ہو سکتی بشرطیکہ تم صبر سے کام لو اور اللہ سے ڈر کر کام کرتے رہو، جو کچھ یہ کر رہے ہیں اللہ اس پر حاوی ہے ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

انسان اپنی ذات سے محبت کرتا ہے۔ اپنے لئے اچھائی پسند کرتا ہے۔ ذات سے محبت پر گفتگو کے ضمن میں اس طرف اشارہ کیا جاچکا ہے۔ اسے موت اور ہر ایذاء و ضرر رساں چیز ناپسند ہے۔ اسی لئے جنگ و قتال کو وہ پسند نہیں کرتا ہے کہ اس میں موت اور ایذاء کا امکان ہے۔ موت سے انسان کی ناپسندیدگی کا ذکر قرآن کرتا ہے:

کتب علیکم القتال وھو کرہ لکم (بقرہ ۲۱۶)

(تمہیں جنگ کا حکم دیا گیا ہے اور وہ تمہیں ناگوار ہے۔)

عقیدہ کی راہ میں جان کی قربانی پیش کرنے کا حوصلہ انسان کے اندر اس وقت ہوگا جب اس کے اندر عقیدہ کی قوت اس درجہ بلند ہو کہ عقیدہ کی قیمت و محبت اپنی ذات کی قیمت و محبت سے فزوں تر ہوجائے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل ایمان بندے راہ خدا میں جام شہادت نوش کرنے کے لئے ایک دوسرے پر بازی لے جاتے تھے۔ جبکہ منافقین، جنکے دلوں میں ایمان نے گھر نہیں کیا تھا، اللہ کی راہ میں خرچ کرنے اور جانی قربانی پیش کرنے کو ناپسند کرتے تھے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کرنے کے بجائے غزوہ سے پہلو تہی کرتے تھے۔ بلکہ دوسروں کی ہمت بھی توڑتے اور سخت گرمی میں جہاد کے لئے نکلنے سے روکتے تھے:

فرح المخلفون بمقعدھم خلاف رسول اللّٰہ و کرھوا ان یجاھدوا باموالھم و انفسھم فی سبیل اللّٰہ وقالوا لا تنفروا فی الحر قل نار جھنم اشد حرا لو کانوا یفقھون

(توبہ ۸۱)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(جن لوگوں کو پیچھے رہ جانے کی اجازت دے دی گئی تھی وہ اللہ کے رسول کا ساتھ نہ دینے اور گھر بیٹھے رہنے پر خوش ہوئے اور انہیں گوارا نہ ہوا کہ اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کریں۔ انہوں نے لوگوں سے کہا کہ " اس سخت گرمی میں نہ نکلو " ان سے کہو کہ جھنم کی آگ اس سے زیادہ گرم ہے۔ کاش انہیں اس کا شعور ہوتا۔)

ولا ینفقون الا وھم کارھون (توبہ ۵۴)

(اور راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں تو بادل ناخواستہ خرچ کرتے ہیں۔)

مومن کے دل میں ایمان کی اثر انگیزی یہاں تک ہوتی ہے کہ اپنے مومن بھائیوں سے نفرت ان کے اندر پیدا نہیں ہونے دیتی۔ قرآن کریم ان مومنوں کی قدر شناسی کرتا ہے جو انصار و مہاجرین کے بعد آئے اور اللہ سے دعائیں کیں کہ اگلے مومنوں کے گناہوں کو وہ معاف کردے اور اہل ایمان کے لئے کسی قسم کا کینہ یا نفرت ان کے دل میں نہ پیدا ہو :

والذین جاؤا من بعدھم یقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان و لا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا ربنا انک رؤف رحیم (حشر۔ ۱۰)

(اور وہ ان لوگوں کے لئے بھی ہے) جو ان اگلوں کے بعد آئے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ، ہمیں اور ہمارے ان سب بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ہمارے دلوں میں اہل ایمان کے لئے کوئی بغض نہ رکھ ۔ اے ہمارے رب تو بڑا مہربان اور رحیم ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

غیرت

غیرت ایک ناپسندیدہ اور انقباضی تاثر ہے۔کسی شخص کے اندر غیرت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب اسے یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس کا محبوب اپنی توجہ یا محبت اس کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف پھیر رہا ہے۔ غیرت کی عام قسم وہ ہے جو بھائیوں کے اندر اس وقت ہوتی ہے جب کوئی بھائی یہ محسوس کرتا ہے کہ اس کے والدین یا دونوں میں سے کوئی ایک اس کے کسی دوسرے بھائی سے خود اس کے مقابلہ زیادہ محبت کر رہے ہیں: بھائیوں کے اندر غیرت کا ذکر قرآن کریم نے حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں کیا ہے جن کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے چھوٹے بھائی سے ان کے مقابلہ زیادہ محبت کی :

اذ قالوا لیوسف و اخوہ احب الی ابینا منا و نحن عصبة ان ابانا لفی ضلال مبین ، اقتلوا یوسف او اطرحوہ ارضا یخل لکم وجہ ابیکم و تکونوا من بعدہ قوما صالحین (یوسف ۸ ۔ ۹)

(یہ قصہ یوں شروع ہوتا ہے کہ) اس کے بھائیوں نے آپس میں کہا "یہ یوسف اور اس کا بھائی دونوں ہمارے والد کو ہم سب سے زیادہ محبوب ہیں، حالانکہ ہم ایک پورا جتھا ہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ ہمارے ابا جان بالکل ہی بہک گئے ہیں، چلو یوسف کو قتل کردو یا اسے کہیں پھینک دو تاکہ تمہارے والد کی توجہ صرف تمہاری طرف ہوجائے ۔ یہ کام کرلینے کے بعد پھر نیک بن رہنا۔)

toobaa-elibrary.blogspot.com

غیرت ایک مرکب تاثر ہے جس میں کئی دوسرے تاثرات خصوصا تاثر پسندیدگی کے عناصر شامل ہوتے ہیں۔اس لئے عام طور پر غیرت کے ساتھ ناپسندیدگی ،کینہ اور غیرت پیدا کرنے والے شخص کو نقصان پہنچانے کی خواہش شامل ہوتی ہے ۔قرآن کریم نے بھی بھائیوں کے اندر حضرت یوسف علیہ السلام کے قتل اور ان سے گلو خلاصی حاصل کرنے کی خواہش نیز حضرت یوسف علیہ السلام کو گہرے کنویں میں ڈالنے کے فعل کا قصہ بتاتے ہوئے اس جانب اشارہ کیا ہے۔

حسد

حسد اس تاثر کا نام ہے جس میں انسان کسی دوسرے شخص کے پاس موجود شئ کے بارے میں یہ تمنا کرتا ہے کہ بجائے اس شخص کے وہ چیز میرے پاس چلی آئے ،کوئی شخص کسی بڑے سرمایہ کا مالک ہوتا ہے ۔انسان اس تمنا میں اس پر حسد کرتا ہے کہ وہ سرمایہ میرے پاس آجائے ۔قرآن کریم میں اس قسم کے حسد کا ذکر ملتا ہے کہ جب قارون اپنے سازو سامان کے ساتھ قوم کے سامنے نکلا تو کچھ لوگ اس پر حسد کرتے ہوئے تمنا کرنے لگے کہ قارون جیسی دولت و سامان ان کے پاس بھی ہو :

فخرج علی قومه فی زینته قال الذین یریدون الحیاة الدنیا یالیت لنا مثل ما اوتی قارون انه لذو حظ عظیم (قصص ۷۹)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(ایک روز وہ اپنی قوم کے سامنے اپنے پورے ٹھاٹھ میں نکلا ، جو لوگ حیات دنیا کے طالب تھے وہ اسے دیکھ کر کہنے لگے " کاش ہمیں بھی وہی کچھ ملتا جو قارون کو دیا گیا ہے ، یہ تو بڑا نصیبے والا ہے ۔)

اس نوع کا حسد بہت سارے لوگوں میں پایا جاتا ہے ، بہت سارے لوگ دوسروں پر اس لئے حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے انہیں دولت ، اولاد ، صحت یا کامیابی سے نوازا ہوتا ہے ، قرآن بتاتا ہے کہ یہود و مشرکین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حسد کیا کہ اللہ نے انہیں نبوت سے سرفراز فرمایا تھا اور مومنوں پر انہوں نے حسد کیا ، جنہیں اللہ نے ایمان و ہدایت سے آراستہ کیا تھا :

ما یود الذین کفروا من اھل الکتاب و لا المشرکین ان ینزل علیکم من خیر من ربکم و اللّٰہ یختص برحمتہ من یشاء و اللّٰہ ذو الفضل العظیم (بقرہ ۱۰۵)

(یہ لوگ جنہوں نے دعوت حق کو قبول کرنے سے انکار کردیا ہے ، خواہ اہل کتاب میں سے ہوں یا مشرک ہوں ، ہرگز یہ پسند نہیں کرتے کہ تمہارے رب کی طرف سے تم پر کوئی بھلائی نازل ہو مگر اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے لئے چن لیتا ہے اور وہ بڑا فضل فرمانے والا ہے ۔)

ام یحسدون الناس علی ما اتاھم اللّٰہ من فضلہ فقد آتینا آل ابراھیم الکتاب و الحکمۃ و آتیناھم ملکا عظیما (نساء ۵۴)

(پھر کیا یہ دوسروں سے اس لئے حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے انہیں اپنے

toobaa-elibrary.blogspot.com

فضل سے نواز دیا؟ اگر یہ بات ہے تو انہیں معلوم ہو کہ ہم نے تو ابراہیم کی اولاد کو کتاب اور حکمت عطا کی اور ملک عظیم بخش دیا۔)

ود کثیر من اھل الکتاب لو یردونکم من بعد ایمانکم کفارا حسدا من عند انفسھم من بعد ما تبین لھم الحق فاعفوا و اصفحوا حتی یاتی اللہ بامرہ ان اللہ علی کل شئی قدیر (بقرہ۔ ۱۰۹)

(اہل کتاب میں سے اکثر لوگ یہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح تمہیں ایمان سے پھیر کر پھر کفر کی طرف پلٹا لے جائیں۔ اگرچہ حق ان پر ظاہر ہوچکا ہے مگر اپنے نفس کے حسد کی بنا پر تمہارے لئے ان کی یہ خواہش ہے۔ اس کے جواب میں تم عفو و درگزر سے کام لو۔ یہاں تک کہ اللہ خود ہی اپنا فیصلہ نافذ کر دے مطمئن رہو کہ اللہ تعالی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔)

حسد بسا اوقات بھائیوں کے اندر بھی ہوتا ہے۔ ایک بھائی دوسرے بھائی پر اس کی علاحدہ صلاحیتوں کی وجہ سے حسد کرنے لگتا ہے۔ اسی حسد کے خوف سے حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں کے سامنے اپنا خواب بیان کرنے سے منع فرمایا تھا کہ حسد کی وجہ سے بھائیوں کی جانب سے ایذا کا اندیشہ تھا:

قال یا بنی لا تقصص رؤیاک علی اخوتک فیکیدوا لک کیدا ان الشیطان للانسان عدو مبین (یوسف ۵)

(جواب میں اس کے باپ نے کہا۔ "بیٹا، اپنا یہ خواب اپنے بھائیوں

toobaa-elibrary.blogspot.com

کو نہ سنانا ورنہ وہ تیرے درپے آزار ہو جائیں گے ۔ حقیقت یہ ہے کہ شیطان آدمی کا کھلا دشمن ہے ۔)

روئے زمین پر پہلا حسد قابیل نے اپنے بھائی ہابیل سے کیا تھا کہ اللہ نے ہابیل کی قربانی قبول کرلی تھی اور قابیل کی قربانی قبول نہیں کی تھی ۔ جس کی وجہ سے قابیل نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا تھا :

واتل علیهم نبا ابنی آدم بالحق اذ قربا قربانا فتقبل من احدهما ولم یتقبل من الآخر قال لاقتلنک قال انما یتقبل اللّٰه من المتقین (مائدہ ۲۷)

(اور ذرا انہیں آدم کے دو بیٹیوں کا قصہ بھی بے کم و کاست سنادو جب ان دونوں نے قربانی کی تو ان میں سے ایک کی قربانی قبول کی گئی اور دوسرے کی نہ کی گئی ۔ اس نے کہا " میں تجھے مار ڈالوں گا " اس نے جواب دیا " اللہ تو متقیوں ہی کی نذریں قبول کرتا ہے ۔)

غیرت ہی کی مانند حسد بھی کینہ و ناپسندیدگی پیدا کرتا اور محسود کو ایذاء پہنچنے کی تمنا پر آمادہ کرتا ہے ۔ بسا اوقات وہ محسود پر ظلم و زیادتی کر جانے پر بھی آمادہ کر دیتا ہے ۔ قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا ۔ بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو گہرے کنویں میں ڈال دیا ۔ چونکہ حسد ناپسندیدگی ، ظلم اور ایذارسانی پر آمادہ کر دیتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے حاسدین کے شر سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی :

و من شر حاسد اذا حسد (فلق ۵)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(اور حاسد کے شر سے (پناہ مانگتا ہوں) جبکہ وہ حسد کرے ۔)

غم:

غم، خوشی اور مسرت کے برعکس تاثر ہے، یہ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب انسان کسی محبوب شخص یا قیمتی چیز کو کھو بیٹھتا ہے، یا اس پر کوئی مصیبت آپڑتی ہے، یا کسی اہم کام میں وہ ناکام ہوجاتا ہے، باپ اور ماں کو عام طور پر غم کا احساس جب ہوتا ہے کہ ان کے بچے غائب ہوجائیں، یا انہیں کوئی تکلیف پہنچے، یا کسی ناپسندیدہ شئ کا سامنا ہو، قرآن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے غم کا ذکر ہے، انہوں نے بچہ کو صندوق میں بند کرکے دریا میں ڈال دیا اور صندوق موجوں میں بہتا ہوا ان کی نگاہوں سے دور ہوگیا:

فرددناه الی امه کی تقر عینها ولا تحزن (قصص ۱۳)

(اس طرح ہم موسیٰ کو اس کی ماں کے پاس پلٹا لائے تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غمگین نہ ہو۔)

فرجعناک الی امک کی تقر عینها ولا تحزن (طه ۴۰)

(اس طرح ہم نے تجھے پھر تیری ماں کے پاس پہنچا دیا تاکہ اس کی آنکھ ٹھنڈی رہے اور وہ رنجیدہ نہ ہو۔)

حضرت یوسف علیہ السلام کے کھو جانے پر حضرت یعقوب علیہ السلام کے غم کا ذکر قرآن کرتا ہے:

toobaa-elibrary.blogspot.com

وتولی عنھم و قال یا اسفی علی یوسف و ابیضت عیناہ من الحزن فھو کظیم قالوا تاللّٰہ تفتئوا تذکر یوسف حتی تکون حرضا او تکون من الھالکین ، قال انما اشکو بثی و حزنی من اللّٰہ و اعلم من اللّٰہ ما لا تعلمون (یوسف ۸۲۔۸۶)

(پھر وہ ان کی طرف سے منہ پھیر کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ " ہائے یوسف : وہ دل ہی دل میں غم سے گھٹا جارہا تھا اور اس کی آنکھیں سفید پڑگئی تھیں ۔ بیٹوں نے کہا " خدارا ! آپ تو بس یوسف ہی کو یاد کئے جاتے ہیں ۔ نوبت یہ آگئی ہے کہ اس کے غم میں اپنے آپ کو گھلا دیں گے یا اپنی جان ہلاک کر ڈالیں گے ۔ اس نے کہا ، " میں اپنی پریشانی اور اپنے غم کی فریاد اللہ کے سوا کسی سے نہیں کرتا ۔ اور اللہ سے جیسا میں واقف ہوں تم نہیں ہو ۔)

قرآن کریم تنگدست مومنین کے غم و رنج کی حالت بتاتا ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر آپ کے ساتھ شرکت جہاد کی خواہش ظاہر کر رہے تھے ، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس انہیں دینے کے لئے سامان جہاد نہ تھے ، تو وہ رنج و غم میں اشکبار آنکھوں کے ساتھ واپس ہوئے :

ولا علی الذین اذا ما اتوک لتحملھم قلت لا اجد ما احملکم علیہ تولوا و اعینھم تفیض من الدمع حزنا ان لا یجدوا ما ینفقون (توبہ ۹۲)

(اسی طرح ان لوگوں پر بھی کوئی اعتراض کا موقع نہیں ہے جنہوں نے خود آکر تم سے درخواست کی تھی کہ ہمارے لئے سواریاں بہم پہنچائی جائیں ،

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور جب تم نے کہا کہ میں تمہارے لئے سواریوں کا انتظام نہیں کرسکتا تو وہ مجبورا واپس گئے اور حال یہ تھا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور انہیں اس بات کا بڑا رنج تھا کہ وہ اپنے خرچ پر شریک جہاد ہونے کی مقدرت نہیں رکھتے۔)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں غار کے اندر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دل میں پیداء ہونے والے رنج و غم کا ذکر قرآن کریم کرتا ہے :

اذ یقول لصاحبه لا تحزن ان اللّٰه معنا (توبه ـ ۴۰)

(جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ " غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے ")

اللہ اور دعوت اسلامی سے گریز دیکھ کر کفار مکہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج و ملال ہوا کرتا تھا ۔

ولا یحزنک الذین یسارعون فی الکفر انهم لن یضروا اللّٰه شئیا یرید اللّٰه ان لا یجعل لهم حظا فی الآخرة و لهم عذاب عظیم (آل عمران ۱۷۶)

(اے پیغمبر) جو لوگ آج کفر کی راہ میں بڑی دوڑ دھوپ کر رہے ہیں ان کی سرگرمیاں تمہیں آزردہ نہ کریں ۔ یہ اللہ کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکیں گے ۔ اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ ان کے لئے آخرت سے کوئی حصہ نہ رکھے ۔ اور بالآخر ان کو سخت سزا ملنے والی ہے ۔

ومن کفر فلا یحزنک کفره الینا مرجعهم فننبئهم بما عملوا ان اللّٰه علیم

toobaa-elibrary.blogspot.com

بذات الصدور (۳۳)

(اب جو کفر کرتا ہے اس کا کفر تمہیں غم میں بتلا نہ کرے ۔ انہیں پلٹ کر آنا تو ہمارے ہی طرف ہے ۔ پھر ہم انہیں بتادیں گے کہ وہ کیا کچھ کر کے آئے ہیں ۔ یقینا اللہ سینوں کے چھپے ہوئے راز تک جانتا ہے ۔)

اللہ کی شان میں کفار کی گستاخی اور تکذیب دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج و ملال ہونے لگتا تھا :

فلا یحزنک قولھم انا نعلم ما یسرون و ما یعلنون (یس ۷۶)

(اچھا ۔ جو باتیں یہ بنارہے ہیں وہ تمہیں رنجیدہ نہ کریں ۔ ان کی چھپی اور کھلی سب باتوں کو ہم جانتے ہیں ۔)

قد نعلم انه لیحزنک الذین یقولون فانھم لا یکذبونک و لکن الظالمین بآیات اللّٰہ یجحدون (انعام ۳۳)

(اے نبی ۔ ہمیں معلوم ہے کہ جو باتیں یہ لوگ بناتے ہیں ان سے تمہیں رنج ہوتا ہے ۔ لیکن یہ لوگ تمہیں نہیں جھٹلاتے بلکہ یہ ظالم دراصل اللہ کی آیات کا انکار کر رہے ہیں ۔)

بہت ساری آیات کے اندر قرآن کریم نے خوف کے ساتھ رنج کا تذکرہ کیا ہے ۔ جو اس بات کا اشارہ ہے کہ دونوں چیزیں طبیعت انسانی کے لئے ناپسندیدہ ہیں ۔ جب یہ تاثر انسان کو پیش آتے ہیں تو اس کی زندگی کی پرسکون فضاء کو مکدر کردیتے ہیں ۔ یہ آیات یہ بھی بتارہی ہیں کہ اللہ پر ایمان ۔ تقوی اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

عمل صالح خوف و رنج سے تحفظ اور علاج ہے ۔ اس طرح کی چند آیات درج ذیل ہیں :

قلنا اھبطوا منھا جمیعا فاما یا تینکم منی ھدی فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (بقرہ ۳۵)

(ہم نے کہا کہ " تم سب یہاں سے اتر جاؤ ۔ پھر میری طرف سے کوئی ہدایت تمہارے پاس پہنچے ۔ تو جو لوگ میری اس ہدایت کی پیروی کریں گے ان کے لئے کسی خوف اور رنج کا موقع نہ ہوگا ۔

یا بنی آدم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم آیاتی فمن اتقی و اصلح فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (اعراف ۳۵)

(اے بنی آدم ! یاد رکھو ! اگر تمہارے پاس خود تم ہی میں سے ایسے رسول آئیں جو تمہیں میری آیات سنا رہے ہوں تو جو کوئی نافرمانی سے بچے گا اور اپنے رویہ کی اصلاح کرلے گا اس کے لئے کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہے ۔)

وما نرسل المرسلین الا مبشرین و منذرین فمن آمن و اصلح فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (انعام ۴۸)

(ہم جو رسول بھیجتے ہیں اسی لئے تو بھیجتے ہیں کہ وہ نیک کردار لوگوں کے لئے خوشخبری دینے والے اور بدکرداروں کے لئے ڈرانے والے ہوں ۔ پھر جو لوگ ان کی بات مان لیں اور اپنے طرز عمل کی اصلاح کرلیں ان کے

toobaa-elibrary.blogspot.com

لئے کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہے۔

بلی من اسلم وجهه لله و هو محسن فله اجره عند ربه ولا خوف علیهم ولا هم یحزنون (بقرہ۔ ۱۱۲)

(دراصل نہ تمہاری کچھ خصوصیت ہے نہ کسی اور کی۔ حق یہ ہے کہ جو بھی اپنی ہستی کو اللہ کی اطاعت میں سونپ دے اور عملاً نیک روش پر چلے اس کے لئے اس کے رب کے پاس اس کا اجر ہے۔ اور ایسے لوگوں کے لئے کسی خوف یا رنج کا کوئی موقع نہیں۔)

ندامت :

ندامت ایک انفعالی کیفیت ہے جو گناہ کے احساس۔ کسی فعل کے ارتکاب پر افسوس۔ اپنے کئے پر ملامت اور نہ کئے ہونے کی تمنا سے پیدا ہوتی ہے۔

اپنی ملامت اور اپنے فعل پر ندامت انسانی شخصیت سازی کے اہم ترین عوامل میں سے ہے۔ جو برے افعال اور ملامت و ندامت کا سبب بننے والے معاصی سے بچنے پر انسان کو آمادہ کرتی ہے۔ انسانی کردار کی تشکیل اور ندامت و ملامت کا سبب بننے والے معاصی سے گریز کے اندر۔ ملامت کرنے والے نفس کی اسی اہمیت کے اظہار کے لئے اللہ تعالی نے درج ذیل آیت میں اس کی قسم کھائی ہے :

toobaa-elibrary.blogspot.com

لا اقسم بیوم القیامة و لا اقسم بالنفس اللوامة (قیامة ۱، ۲)

(نہیں، میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی اور نہیں، میں قسم کھاتا ہوں ملامت کرنے والے نفس کی۔)

اس ملامت کرنے والے نفس کے بالمقابل جو چیز ہوتی ہے اسے ہم ضمیر کہتے ہیں، اور اسے فرائڈ اور نفسیاتی محللین (Sper Ego) یا (Ideal Ego) کا نام دیتے ہیں۔ وہ نفس کا ایک جزء ہے جو انسان کے افعال و اعمال کا محاسبہ کرتا، غلطیوں پر اس کی تنبیہ کرتا اور گناہوں کے ارتکاب پر ندامت کا احساس دلاتا ہے۔

انسان میں پیدا ہونے والا سب سے پہلا احساس ندامت ہمارے ابا و اماں حضرت آدم و حضرت حواء علیہما السلام میں زمین پر اتارے جانے سے پہلے جنت کے اندر ہوا تھا، انہوں نے غلطی کرتے ہوئے اس درخت سے کھالیا تھا جس کے قریب جانے سے بھی اللہ نے انہیں منع فرمایا تھا، اس وقت ان کے ستر کھل گئے، انہیں ندامت کا احساس ہوا، اور اللہ کی طرف متوجہ ہو کر توبہ او استغفار کرنے لگے:

و یا آدم اسکن انت و زوجک الجنة فکلا من حیث شئتما ولا تقربا هذه الشجرة فتکونا من الظالمین، فوسوس لهما الشیطان لیبدی لهما ما ووری عنهما من سوآتهما و قال ما نهاکما ربکما عن هذه الشجرة الا ان تکونا ملکین او تکونا من الخالدین، و قاسمهما انی لکما لمن الناصحین فدلهما بغرور فلما ذاقا الشجرة بدت لهما سوئاتهما و طفقا یخصفان علیهما من ورق الجنة و ناداهما ربهما الم انهکما

toobaa-elibrary.blogspot.com

عن تلکما الشجرۃ و اقل لکما ان الشیطان لکما عدو مبین ، قالا ربنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفر لنا و ترحمنا لنکونن من الخاسرین (اعراف ۱۹۔ ۲۲)

(اور اے آدم ، تو اور تیری بیوی ، دونوں اس جنت میں رہو ، جہاں جس چیز کو تمہارا جی چاہے کھاؤ ، مگر اس درخت کے پاس نہ پھٹکنا ورنہ ظالموں میں سے ہو جاؤ گے ۔ پھر شیطان نے ان کو بہکایا تاکہ ان کی شرمگاہیں جو ایک دوسرے سے چھپائی گئی تھیں ان کے سامنے کھول دے ۔ اس نے ان سے کہا " تمہارے رب نے تمہیں جو اس درخت سے روکا ہے اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ ، یا تمہیں ہمیشگی کی زندگی حاصل نہ ہو جائے ۔ اور اس نے قسم کھا کر ان سے کہا کہ میں تمہارا سچا خیر خواہ ہوں ۔ اس طرح دھوکہ دے کر وہ ان دونوں کو رفتہ رفتہ اپنے ڈھب پر لے آیا۔ آخر کار جب انہوں نے اس درخت کا مزہ چکھا تو ان کے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے اور وہ اپنے جسموں کو جنت کے پتوں ڈھانکنے لگے ۔ تب ان کے رب نے انہیں پکارا " کیا میں نے تمہیں اس درخت سے نہ روکا تھا ؟ اور نہ کہا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے ؟ دونوں بول اٹھے " اے رب ، ہم نے اپنے اوپر ستم کیا ، اب اگر تو نے ہم سے درگزر نہ فرمایا اور رحم نہ کیا تو یقینا ہم تباہ ہو جائیں گے ۔)

اس کے بعد دوسرا احساس ندامت انسان کو اس وقت ہوا جب قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا۔ پھر اپنے قتل پر نادم ہوا :

toobaa-elibrary.blogspot.com

فطوعت له نفسه قتل اخيه فقتله فاصبح من الخاسرين فبعث الله غرابا يبحث فی الارض ليريه كيف يواری سواة اخيه قال يويلتی اعجزت ان اكون مثل هذا الغراب فاواری سواة اخی فاصبح من النادمين (مائده ۳۰-۳۱)

(آخر کار اس کے نفس نے اپنے بھائی کا قتل اس کے لئے آسان کر دیا اور وہ اسے مار کر ان لوگوں میں شامل ہوگیا جو نقصان اٹھانے والے ہیں۔ پھر اللہ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کھودنے لگا تاکہ اسے بتائے کہ اپنے بھائی کی لاش کیسے چھپائے۔ یہ دیکھ کر وہ بولا" افسوس مجھ پر! میں اس کوے جیسا بھی نہ ہوسکا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپانے کی تدبیر نکال لیتا۔ اس کے بعد وہ اپنے کئے پر بہت پچھتایا۔)

قرآن بتاتا ہے کہ روز قیامت اللہ پر ایمان نہ لانے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق نہ کرنے پر کفار کو احساس ندامت ہوگا۔

ويوم يعض الظالم علی يديه يقول يا ليتنی اتخذت مع الرسول سبيلا يويلتی ليتنی لم اتخذ فلانا خليلا (فرقان ۲۷-۲۸)

(ظالم انسان اپنا ہاتھ چبائے گا اور کہے گا" کاش میں نے رسول کا ساتھ دیا ہوتا۔ ہائے میری کم بختی، کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا۔)

دوسرے تاثرات

اوپر ذکر کردہ تاثرات کے علاوہ بعض دوسرے تاثرات کی جانب بھی

toobaa-elibrary.blogspot.com

قرآن نے اشارہ کیا ہے ۔ مثلاً حیاء، رسوائی، عجب اور کبر وغیرہ ۔

حیا ایک ایسا تاثر ہے جو خوف اور خجالت کے عناصر سے مرکب ہوتا ہے ۔ حیاء انسان کو اس وقت ہوتی ہے جب یہ اندیشہ ہو کہ دوسرے لوگ اس کی ایسی چیز نہ دیکھ لیں جس کی وجہ سے اس کو معیوب سمجھے جانے یا اس کی مذمت کئے جانے کا امکان ہو ۔ تو حیاء بہترین انسانی خصلت ہے ۔ وہ قبیح اور معیوب افعال سے انسان کو محفوظ رکھتی ہے ۔ قرآن کریم نے حیاء کی جانب اشارہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں کیا ہے جب انہوں نے فرعون کے دربار سے بھاگ کر سرزمین مدین میں پناہ لی ۔ وہاں کنویں کے کنارے کھڑی دو لڑکیوں کے پانی بھر دئے ۔ پھر ان میں سے ایک لڑکی ان کے پاس شرماتی ہوئی چل کر آئی اور پانی بھر دینے کا بدلہ دینے کے لئے اپنے والد سے ملاقات کرانے لے گئی :

فجاء تہ احداھما تمشی علی استحیاء قالت ان ابی یدعوک لیجزیک اجر ما سقیت لنا (قصص - ۲۵)

(کچھ دیر نہ گزری تھی کہ) ان دونوں عورتوں میں سے ایک شرم و حیاء کے ساتھ چلتی ہوئی اس کے پاس آئی اور کہنے لگی "میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں تاکہ آپ نے ہمارے لئے جانوروں کو پانی جو پلایا ہے اس کا اجر آپ کو دیں ۔)

رسوائی اس خجالت کو کہتے ہیں جس کے ساتھ ذلت، فضیحت، عار اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

پستی کا احساس شامل ہو۔ قرآن کریم کی متعدد آیات میں رسوائی کی حالت بتائی گئی ہے جو دنیا اور آخرت میں کفار و مشرکین کو پیش آئے گی:

و من اظلم ممن منع مساجد اللّٰہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعی فی خرابھا اولئک ماکان لھم ان یدخلوھا الا خائفین، لھم فی الدنیا خزی و لھم فی الاخرۃ عذاب عظیم (بقرہ ۱۱۴)

(اور اس شخص سے بڑھ کر کون ہوگا جو اللہ کے معبدوں میں اس کے نام کی یاد سے روکے اور ان کی ویرانی کے درپے ہو؟ ایسے لوگ اس قابل ہیں کہ ان عبادت گاہوں میں قدم نہ رکھیں اور اگر وہاں جائیں بھی تو ڈرتے ہوئے جائیں۔ ان کے لئے تو دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں عذاب عظیم ہے۔)

انما جزاء الذین یحاربون اللّٰہ ورسولہ و یسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم و ارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض ذلک لھم خزی فی الدنیا و لھم فی الآخرۃ عذاب عظیم۔ (مائدہ ۳۳)

(جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں اس لئے تگ و دو کرتے پھرتے ہیں کہ فساد برپا کریں ان کی سزا یہ ہے کہ قتل کئے جائیں یا سولی پر چڑھائے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ ڈالے جائیں۔ یا وہ جلا وطن کردئے جائیں۔ یہ ذلت و رسوائی تو ان کے لئے دنیا میں ہے اور آخرت میں ان کے لئے اس سے بڑی سزا ہے۔)

فارسلنا علیھم ریحا صرصرا فی ایام نحسات لنذیقھم عذاب الخزی فی الحیاۃ

toobaa-elibrary.blogspot.com

الدنیا و لعذاب الآخرۃ اخزی و ھم لا ینصرون (فصلت ۱۲)

(آخر کار ہم نے چند منحوس دنوں میں سخت طوفانی ہوا ان پر بھیج دی تاکہ انہیں دنیا ہی کی زندگی میں ذلت و رسوائی کے عذاب کا مزہ چکھادیں اور آخرت کا عذاب تو اس سے بھی زیادہ رسوا کن ہے۔ وہاں کوئی ان کی مدد کرنے والا نہ ہوگا۔)

عجب ایک بے چیدہ انفعالی حالت ہے جو بعض لوگوں کے اندر دیکھی جاتی ہے۔ یہ خوش فہمی، غرور، احساس برتری اور گھمنڈ کا نام ہے۔ کچھ لوگوں کے اندر عجب ان کی پہچان بن جاتی ہے۔ قرآن کریم نے عجب کبر، اور احساس برتری کی مذمت کی ہے :

ولا تمش فی الارض مرحا انک لن تخرق الارض و لن تبلغ الجبال طولا (اسراء ۳۷)

(زمین میں اکڑ کر نہ چلو، تم نہ زمین کو پھاڑ سکتے ہو نہ پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکتے ہو۔)

ولا تصعر خدک للناس و لا تمش فی الارض مرحا ان اللہ لا یحب کل مختال فخور (لقمان ۱۸)

(اور لوگوں سے منہ پھیر کر بات نہ کر، نہ زمین میں اکڑ کر چل، اللہ کسی خود پسند اور فخر جتانے والے شخص کو پسند نہیں کرتا۔)

خود پسندی انسان کے اندر احساس برتری، دوسروں پر فوقیت اور ان

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے ساتھ حقارت کا معاملہ کرنیکی صفات پیدا کردیتی ہے ۔ بہت ساری آیات کے اندر قرآن نے مشرکین و منافقین کے غرور و کبر اور قبولیت حق سے تکبراً انکار کی مذمت کی ہے ۔ چند آیات درج ذیل میں :

واذا قیل لهم تعالوا یستغفر لکم رسول الله لووا رؤسهم و رایتهم یصدون و هم مستکبرون (منافقون ۵)

(اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ تاکہ اللہ کا رسول تمہارے لئے مغفرت کی دعا کرے ، تو سر جھٹکتے ہیں ۔ اور تم دیکھتے ہو کہ وہ بڑے گھمنڈ کے ساتھ آنے سے رکتے ہیں ۔)

ویل لکل افاک اثیم یسمع آیات الله تتلی علیه ثم یصر مستکبرا کان لم یسمعها فبشره بعذاب الیم (جاثیه ۷-۸)

(تباہی ہے ہر اس جھوٹے بد اعمال شخص کے لئے جس کے سامنے اللہ کی آیات پڑھی جاتی ہیں ، اور وہ ان کو سنتا ہے ، پھر پورے غرور کے ساتھ اپنے کفر پر اس طرح اڑا رہتا ہے کہ گویا اس نے ان کو سنا ہی نہیں ۔ ایسے شخص کو درد ناک عذاب کا مژدہ سنادو ۔)

قصۂ فرعون کے اندر قرآن کریم نے کبر و گھمنڈ اور غرور پسند شخصیات کا نمونہ ہمیں دکھایا ہے :

فحشر فنادی فقال انا ربکم الاعلی (نازعات ۲۳-۲۴)

اور لوگوں کو جمع کر کے اس نے پکار کر کہا " میں تمہارا سب سے بڑا رب

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہوں "۔)

وقال فرعون یا ایھا الملا ما علمت لکم من الہ غیری (قصص ۳۸)

(اور فرعون نے کہا " اے اہل دربار، میں تو اپنے سوا تمہارے کسی خدا کو نہیں جانتا "۔)

ونادی فرعون فی قومہ قال یقوم الیس لی ملک مصر و ھذہ الانھار تجری من تحتی افلا تبصرون ، ام انا خیر من ھذا الذی ھو مھین و لا یکاد یبین (زخرف ۵۱۔ ۵۲)

(ایک روز فرعون نے اپنی قوم کے درمیان پکار کر کہا۔ لوگو، کیا مصر کی بادشاہی میری نہیں ہے، اور یہ نہریں میرے نیچے نہیں بہہ رہی ہیں؟ کیا تم لوگوں کو نظر نہیں آتا؟ میں بہتر ہوں یا یہ شخص جو ذلیل و حقیر ہے اور اپنی بات بھی کھول کر بیان نہیں کرسکتا؟)

تاثرات کے ساتھ پیدا ہونے والی جسمانی تبدیلیاں

تاثر کے دوران جسم کے اندر بہت ساری عضویاتی تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں۔ جسم کی خارجی ہیئت اور چہرہ کے خدو خال میں بھی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں، تاثرات کے دوران دل کی دھڑکن تیز ہوجاتی ہے، آنتوں کے اندر خون کی رگیں سکڑ جاتی ہیں، بدن اور اعضاء کی سطح پر خون کی رگیں پھیل جاتی ہیں، جس کی وجہ سے دل کی جانب خون کا دوران بہت تیز ہوجاتا ہے۔ اور خون

toobaa-elibrary.blogspot.com

سے بھر جانے کی وجہ سے دل کا حجم بڑا ہوجاتا ہے اور ہوا کی نالی سے وہ قریب ہوجاتا ہے ۔جبکہ قلب ہوا کی نالی سے تقریبا ڈیڑھ سنٹی میٹر کے فاصلہ پر ہوتا ہے (۱) خوف کے دوران دل میں پیدا ہونے والی تبدیلی کی حالت کا قرآن نے ذکر کیا ہے کہ شدید اضطراب کی وجہ سے دھڑکن تیز ہوجاتی ہے ۔دل کی جانب خون کا دوران بڑھ جاتا ہے ۔جس کے نتیجے میں دل کا حجم بڑھ جاتا ہے اور وہ ہوا کی نالی سے قریب ہوجاتا ہے :

اذ جاؤکم من فوقکم و من اسفل منکم و اذ زاغت الابصار و بلغت القلوب الحناجر و تظنون باللّٰہ الظنونا هنالک ابتلی المومنون و زلزلوا زلزالا شدیدا (احزاب ۱۰۔۱۱)

(جب دشمن اوپر سے اور نیچے سے تم پر چڑھ آئے ،جب خوف کے مارے آنکھیں پتھرا گئیں ،کلیجے منہ کو آگئے اور تم لوگ اللہ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے ۔ اس وقت ایمان لانے والے خوب آزمائے گئے اور بری طرح ہلا مارے گئے ۔)

قیامت کے دن لوگوں کے اندر پیدا ہونے والی گھبراہٹ و فزع کی تصویر کشی قرآن کرتا ہے :

وانذرهم یوم الآزفـة اذ القلوب لدی الحناجر کاظمین ما للظالمین من حمیم و لا شفیع یطاع (غافر ۔۱۸)

(۱) جمال ماضی ابو العزائم ۔ القرآن و علم النفس ۔نفسیات اور اسلام سمینار ۔ جلد وال، مطبوعہ کلیـۃ التربیـۃ جامعـۃ الریاض ۱۹۷۸ ۔ صفحہ ۷۱

toobaa-elibrary.blogspot.com

(اے نبی، ڈرا دو ان لوگوں کو اس دن سے جو قریب آلگا ہے ۔ جب کلیجے منہ کو آرہے ہوں گے، اور لوگ چپ چاپ غم کے گھونٹ پئے کھڑے ہوں گے ۔ ظالموں کا نہ کوئی مشفق دوست ہوگا اور نہ کوئی شفیع جس کی بات مانی جائے ۔)

تاثر کے ساتھ پیدا ہونے والی جسمانی تبدیلیوں میں چہرہ کے خدو خال کی تبدیلی بھی ہے، جسے دیکھ کر دوسرا شخص اس کی انفعالی حالت کا اندازہ لگا سکتا ہے، متعدد آیات میں قرآن کریم نے اس امر کی جانب اشارہ کیا ہے، اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں :

واذا تتلی علیهم آیاتنا بینات تعرف فی وجوه الذین کفروا المنکر یکادون یسطون بالذین یتلون علیهم آیاتنا (حج ۷۲)

(اور جب ان کو ہماری صاف صاف آیات سنائی جاتی ہیں تو تم دیکھتے ہو کہ منکرین حق کے چہرے بگڑنے لگتے ہیں اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ابھی وہ ان لوگوں پر ٹوٹ پڑیں گے جو انہیں ہماری آیات سناتے ہیں ۔)

و اذا بشر احدهم بما ضرب للرحمن مثلا ظل وجهه مسودا و هو کظیم (زخرف ۱۷)

(اور حال یہ ہے کہ جس اولا کو یہ لوگ اس خدائے رحمان کی طرف منسوب کرتے ہیں، اس کی ولادت کا مژدہ جب خود ان میں سے کسی کو دیا جاتا ہے تو اس کے منہ پر سیاہی چھاجاتی ہے اور وہ غم سے بھر جاتا ہے ۔)

toobaa-elibrary.blogspot.com

قرآن میں بہت ساری آیات کے اندر غم، اداسی، سرور اور سعادت کی کیفیات کا ذکر ہے جنہیں قیامت کے دن لوگ محسوس کریں گے، اور انفعالی کیفیات کا عکس ان کے چہروں کے خدو خال پر ظاہر ہورہا ہوگا، قرآن بتاتا ہے کہ قیامت کے دن کفار کے اوپر غم اور اداسی چھائی ہوگی، وہ عذاب کے انتظار میں ہوں گے، اور رنج و اداسی کی وجہ سے ان کے چہرے سیاہ اور بسوڑے ہوئے ہوں گے:

ویوم القیامۃ تری الذین کذبوا علی اللّٰہ وجوھھم مسودۃ (زمر ٦٠)

(آج جن لوگوں نے خدا پر جھوٹ باندھے ہیں قیامت کے روز تم دیکھو گے کہ ان کے منہ کالے ہوں گے۔)

ووجوہ یومئذ باسرۃ تظن ان یفعل بھا فاقرۃ (قیامہ ٢٤۔٢٥)

(اور کچھ چہرے اداس ہوں گے اور سمجھ رہے ہوں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑ برتاؤ ہونے والا ہے۔)

ووجوہ یومئذ علیھا غبرۃ ترھقھا قترۃ اولئک ھم الکفرۃ الفجرۃ (عبس ٤٠)

(اور کچھ چہروں پر اس روز خاک اڑ رہی ہوگی اور کلونس چھائی ہوئی ہوگی، یہی کافر و فاجر لوگ ہوں گے۔)

دوسری جانب اللہ کی نعمتوں کے انتظار میں مومنوں کے چہروں پر خوشی و سعادت کے آثار ظاہر ہوں گے، اور وہ مسرور و شاداں نظر آرہے ہوں گے:

وجوہ یومئذ مسفرۃ ضاحکۃ مستبشرۃ (عبس ٣٨۔٣٩)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(کچھ چہرے اس روز دلک رہے ہوں گے ۔ ہشاش بشاش اور خوش و خرم ہوں گے ۔)

ان الابرار لفی نعیم علی الارائک ینظرون تعرف فی وجوههم نضرة النعیم (مطففین ۲۲ - ۲۴)

(بے شک نیک لوگ بڑے مزے میں ہوں گے ۔ اونچی مسندوں پر بیٹھے نظارے کر رہے ہوں گے ۔ ان کے چہروں پر تم خوشحالی کی رونق محسوس کرو گے ۔)

وجوه یومئذ ناعمة لسعیها راضیة فی جنة عالیة (غاشیة ۸ - ۱۰)

(کچھ چہرے اس روز بارونق ہوں گے ۔ اپنی کارگزاری پر خوش ہوں گے ۔ عالی مقام جنت میں ہوں گے ۔)

وجوه یومئذ ناضرة الی ربها ناظرة (قیامه ۲۲ - ۲۳)

(اس روز کچھ چہرے ترو تازہ ہوں گے ۔ اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے ۔)

ایسی ہی ایک عضویاتی تبدیلی ۔ جو خصوصا خوف کی حالت میں پیدا ہوتی ہے ۔ گوشۂ چشم کا پھیلاؤ ہے :

ولا تحسبن اللّٰه غافلا عما یعمل الظالمون ، انما یؤخرهم لیوم تشخص فیه الابصار ، مهطعین مقنعی رؤوسهم لا یرتد الیهم طرفهم و افئدتهم هواء ابراہیم ۴۲،۴۳

(اب یہ ظالم لوگ جو کچھ کر رہے ہیں ۔ اللہ کو تم اس سے غافل نہ سمجھو ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اللہ تو انہیں ٹال رہا ہے اس دن کے لئے جب حال یہ ہوگا کہ آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی، سر اٹھائے بھاگے چلے جا رہے ہیں۔ نظریں اوپر جمی ہیں اور دل اڑے جاتے ہیں۔)

واقترب الوعد الحق فاذا ھی شاخصة ابصار الذین کفروا یویلنا قد کنا فی غفلة من ھذا بل کنا ظالمین (انبیاء ۹۷)

(اور وعدہ برحق کے پورا ہونے کا وقت قریب آلگے گا تو یکایک ان لوگوں کے دیدے پھٹے کے پھٹے رہ جائیں گے جنہوں نے کفر کیا تھا، کہیں گے "ہائے ہماری کم بختی، ہم اس چیز کی طرف سے غفلت میں پڑے ہوئے تھے بلکہ ہم خطا کار تھے۔)

تاثر کے دوران عام طور پر پورے بدن کی ہیئت میں تبدیلی آجاتی ہے، مثلا خوشی اور مسرت کی حالت میں انسان چست و نشیط، دراز قامت، بلند سر اور کشادہ سینہ نظر آتا ہے، رسوائی اور گناہ و ندامت کے احساس کی حالت میں انسان ذلیل، سر خم، سکڑا جسم، ایسا نظر آتا ہے کہ وہ لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہونا چاہ رہا ہو، جسم کی ان تبدیلیوں کی بھی قرآن نے تصویر کشی کی ہے:

ولو تری اذ المجرمون ناکسوا رؤوسھم عند ربھم ربنا ابصرنا و سمعنا فارجعنا نعمل صالحا انا موقنون (سجدہ ۱۲)

(کاش تم دیکھو وہ وقت جب یہ مجرم سر جھکائے اپنے رب کے حضور کھڑے ہوں گے (اس وقت یہ کہہ رہے ہوں گے) "اے ہمارے رب ہم

toobaa-elibrary.blogspot.com

نے خوب دیکھ لیا اور سن لیا ، اب ہمیں واپس بھیج دے تاکہ ہم نیک عمل کریں ، ہمیں اب یقین آگیا ہے "۔ اور تم دیکھو گے کہ یہ جہنم کے سامنے جب لائے جائیں گے تو ذلت کے مارے جھکے جارہے ہوں گے اور اس کو نظر بچا بچاکر کن انکھیوں سے دیکھیں گے ۔)

خاشعة ابصاهم ترهقهم ذلة (قلم ۴۳)

(ان کی نگاہیں نیچی ہوں گی ، ذلت ان پر چھا رہی ہوگی ۔)

خوف کی حالت میں ایک جسمانی تبدیلی یہ ہوتی ہے کہ سر کے بال اور جسم کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں ، بعض جانوروں مثلاً بلی کے اندر واضح طور پر نظر آتا ہے کہ خوف کے وقت جسم کے بال کھڑے ہوجاتے ہیں ۔ ایسا انسان کے اندر بھی ہوتا ہے ، لیکن حیوانات کے مقابلہ انسان کے اندر کم واضح ہوتا ہے ، جسم کے رونگٹے کھڑے ہونے کی حالت میں ایک قسم کی لرزاہٹ سی محسوس ہونے لگتی ہے ، خوف کے دوران کی اس کیفیت کا تذکرہ قرآن کی درج ذیل آیت میں ہے :

اللّٰہ نزل احسن الحدیث کتابا متشابها مثانی تقشعر منه جلود الذین یخشون ربهم ثم تلین جلودهم و قلوبهم الی ذکر اللّٰہ ذلک هدی اللّٰہ یهدی به من یشاء و من یضلل اللّٰہ فما له من هاد (زمر ۲۳)

(اللہ نے بہترین کلام اتارا ہے ، ایک ایسی کتاب جس کے تمام اجزاء ہم رنگ ہیں اور جس میں بار بار مضامین دہرائے گئے ہیں ، اسے سن کر ان لوگوں

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرنے والے ہیں ۔ اور پھر ان کے جسم اور ان کے دل نرم ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف راغب ہوجاتے ہیں ۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے جس سے وہ راہ راست پر لے آتا ہے جسے چاہتا ہے ۔ اور جسے اللہ ہی ہدایت نہ دے اس کے لئے پھر کوئی ہادی نہیں ہے ۔)

قول خداوندی " پھر ان کے جسم اور ان کے دل نرم ہوکر اللہ کے ذکر کی طرف راغب ہوجاتے ہیں " اس اطمینان و راحت کی حالت کی جانب اشارہ ہے جو اللہ کے ذکر ۔ اس کی عبادت اور تسبیح خوانی کے نتیجہ میں نفس کے اندر پیدا ہوتی ہے ۔ انسان اپنے تاثرات کا اظہار اپنے ہاتھوں کی حرکت سے بھی کرتا ہے ۔ قرآن بتاتا ہے کہ ندامت کے وقت کس طرح انسان اپنا ہاتھ ملتا ہے ۔

و احیط بثمرہ فاصبح یقلب کفیه علی ما انفق فیه وھی خاویة علی عروشھا و یقول یا لیتنی لم اشرک بربی احدا (کہف ۴۲)

(آخرکار ہوا یہ کہ اس کا سارا ثمرہ مارا گیا اور وہ اپنے انگوروں کے باغ کو ٹٹیوں پر الٹا پڑا دیکھ کر اپنی لگائی ہوئی لاگت پر ہاتھ ملتا رہ گیا ۔ اور کہنے لگا کہ " کاش ! میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیرایا ہوتا ")

حیرت و تعجب کا اظہار کرنے کے لئے انسان اپنا ہاتھ منہ میں ڈال لیتا ہے ۔ اللہ تعالی فرماتا ہے :

الم یا تکم نبا الذین من قبلکم قوم نوح و عاد و ثمود و الذین من بعدھم لا یعلمھم الا اللّٰه جاء تھم رسلھم بالبینات فردوا ایدیھم فی افواھھم و قالوا انا کفرنا بما

toobaa-elibrary.blogspot.com

ارسلتم بہ و انا لفی شک مما تدعوننا الیہ مریب (ابراھیم ۹)

(کیا تمہیں ان قوموں کے حالات نہیں پہنچے جو تم سے پہلے گذر چکی ہیں قوم نوح، عاد، ثمود، اور ان کے بعد آنے والی بہت سی قومیں جن کا شمار اللہ ہی کو معلوم ہے ؟ ان کے رسول جب ان کے پاس صاف صاف باتیں اور کھلی کھلی نشانیاں لئے ہوئے آئے تو انہوں نے اپنے منہ میں ہاتھ دبالئے اور کہا کہ " جس پیغام کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو ہم اس کو نہیں مانتے اور جس چیز کی تم ہمیں دعوت دیتے ہو اس کی طرف سے ہم سخت خلجان آمیز شک میں پڑے ہوئے ہیں۔)

تاثراتی حالت کے وقت سوچ و فکر کی قوت جواب دے جاتی ہے ۔ اور درپیش مشکلات کے مقابلہ کے لئے انسان اس طرح نہیں سوچ پاتا ہے جیسا عام حالات میں وہ سوچ لیتا ہے ۔ پیچھے ذکر کردہ سورہ ابراہیم کی آیت ۴۳ میں ایسی حالت کے وقت غور و فکر کی قوت کے جواب دے جانے کی جانب قرآن نے اشارہ کیا ہے ، جس آیت میں کہا گیا ہے کہ :

لا یرتد الیھم طرفھم و افئدتھم ھواء (ابراھیم ۴۳)

(ان کی نظریں اوپر جمی ہوئی ہوں گی اور ان کے دل اڑے جاتے ہوں گے۔

" دل اڑے جاتے ہوں " کا جملہ بتا رہا ہے کہ خوف کے وقت سوچنے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے ، کیونکہ ظالموں کی عقل سوچ و فکر سے خالی ہوتی

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے۔(۱)

تاثرات پر کنٹرول

انسانی زندگی کے اندر تاثرات کارول گرچہ بہت اہم ہے کہ وہ ذات کے تحفظ اور بقاء میں معاون بنتے ہیں، لیکن ان میں اسراف انسان کی جسمانی و نفسیاتی صحت کے لئے ضرر رساں ہے، مثال کے طور پر خوف انسان کے لئے مفید ہے، کہ زندگی کو درپیش خطرہ سے بچاؤ پر وہ آمادہ کرتا ہے۔ لیکن جب کسی انسان کے اندر خوف کی زیادتی ہوجاتی ہے، اور بہت سی ان چیزوں سے بھی وہ خوف کھانے لگتا ہے جن میں اس کے لئے حقیقی خطرات نہیں ہوتے تو ایسی صورت میں خوف اس کے لئے مضر ہوجاتا ہے، اسی طرح بے شمار خوف عموما شخصیت کے اضطرب کی دلیل ہوتے ہیں، جسمانی نفسیاتی طب کی جدید تحقیقات بتاتی ہیں کہ انسانی کی انفعالی کیفیت میں اضطراب بہت سے جسمانی امراض پیدا ہونے کا اہم سبب ہوتے ہیں۔

بعض سروے نے معلوم ہوا ہے کہ ڈاکٹروں کی کلینک میں آنے والے عام مریضوں کی اکثریت بنیادی طور پر اپنی نفسیاتی مشکلات سے پیدا ہونے والی انفعالی پیچیدگی کے شکار ہوتے ہیں، اور ان مریضوں کو کسی طبی علاج کی نہیں بلکہ درحقیقت نفسیاتی علاج کی ضرورت ہوتی ہے، اب ڈاکٹروں کے درمیان

---

(۱) تفسیر قرطبی ۲، ۳۷۷۔ ۳۷۸، تفسیر جلالین صفحہ ۲۱۵

toobaa-elibrary.blogspot.com

یہ بات معروف ہوگئی ہے کہ ان مریضوں کے لئے سب سے بہترین نسخہ قلق و بے چینی سے گلو خلاصی ہے۔ جدید طبی اور نفسیاتی علوم سے کافی پہلے قرآن کریم نے لوگوں کو یہ ہدایت دے دی تھی کہ اپنے تاثرات پر کنٹرول رکھیں۔ اس میں صحت کے بہت سے فوائد ہیں۔ جن سے تفصیلی اور دقیق واقفیت موجودہ دور میں حاصل ہورہی ہے۔

موت کے خوف پر کنٹرول

قرآن نے لوگوں کو ان امور سے بے خوف رہنے کی تعلیم دی ہے جو عام طور پر لوگوں کے اندر خوف پیدا کرتے ہیں۔ جیسے موت، فقر و تنگی وغیرہ۔ موت کے خوف سے متعلق قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ دنیا کی زندگی فانی ہے۔ اس کی نعمتیں زوال پذیر ہیں۔ آخرت کی زندگی ہی باقی رہنے والی ہے۔ اور وہاں کی نعمتوں کو زوال و فناء نہیں ہے۔ موت صرف ایک مرحلہ ہے جو انسان کو حیات فانی سے حیات جاودانی کی طرف منتقل کردیتی ہے۔ اسی لئے سچا مومن موت سے خوف نہیں کھاتا کہ اسے یقین ہوتا ہے کہ موت اسے ایسی پائیدار اور دائمی زندگی کی نعمتوں تک پہنچادے گی جس کا اللہ نے اپنے تقوی شعار بندوں سے وعدہ فرمایا ہے:

وما هذه الحياة الدنيا الا لهو و لعب و ان الدار الآخرة لهي الحيوان ، لو كانوا يعلمون ، (عنکبوت ۶۴)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(اور یہ دنیا کی زندگی کچھ نہیں ہے مگر ایک کھیل اور دل کا بہلاوا۔ اصل زندگی کا گھر تو دار آخرت ہے۔ کاش یہ لوگ جانتے۔

وما الحیاۃ الدنیا الا لعب و لہو و للدار الاخرۃ خیر للذین یتقون افلا تعقلون

(انعام ۳۲)

(دنیا کی زندگی تو ایک کھیل اور ایک تماشہ ہے۔ حقیقت میں آخرت ہی کا مقام ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو زیاں کاری سے بچنا چاہتے ہیں۔ پھر کیا تم لوگ عقل سے کام نہ لوگے۔)

یقوم انما ھذہ الحیاۃ الدنیا متاع و ان الآخرۃ ھی دار القرار (غافر ۳۹)

(اے قوم، یہ دنیا کی زندگی تو چند روزہ ہے، ہمیشہ کے قیام کی جگہ تو آخرت ہی ہے۔)

آخرت کی دائمی زندگی اور اس کی لازوال نعمتوں پر ایمان نے اولین مسلمانوں کو موت سے نڈر بنادیا تھا، اور وہ بے خوف و خطر راہ خدا میں گھس جاتے اور تمنائے شہادت و شوق جنت میں آگے قدم بڑھاتے جاتے تھے۔

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون، فرحین بما آتاھم اللہ من فضلہ و یستبشرون بالذین لم یلحقوا بھم من خلفھم الا خوف علیھم و لا ھم یحزنون (آل عمران ۱۶۹۔۱۷۰)

(جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ہیں انہیں مردہ نہ سمجھو، وہ تو حقیقت میں زندہ ہیں اپنے رب کے پاس رزق پارہے ہیں، جو کچھ اللہ نے

toobaa-elibrary.blogspot.com

اپنے فضل سے انہیں دیا ہے اس پر خوش و خرم ہیں اور مطمئن ہیں کہ جو اہل ایمان ان کے پیچھے دنیا میں رہ گئے ہیں اور ابھی وہاں نہیں پہنچے ہیں ان کے لئے بھی کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہے ۔)

ولئن قتلتم فی سبیل اللّٰہ او متم لمغفرۃ من اللّٰہ و رحمۃ خیر مما یجمعون، و لئن متم او قتلتم لا لی اللّٰہ تحشرون (آل عمران ۱۵۷-۱۵۸)

(اگر تم اللہ کی راہ میں مارے جاؤ تو اللہ کی جو رحمت اور بخشش تمہارے حصہ میں آئے گی وہ ان ساری چیزوں سے زیادہ بہتر ہے جنہیں یہ لوگ جمع کرتے ہیں ۔ اور خواہ تم مرو یا مارے جاؤ بہر حال تم سب کو سمٹ کر جانا اللہ ہی کی طرف ہے ۔)

فلیقاتل فی سبیل اللّٰہ الذین یشرون الحیاۃ الدنیا بالاخرۃ ومن یقاتل فی سبیل اللّٰہ فیقتل او یغلب فسوف نوتیہ اجرا عظیما (نساء ۷۴)

(ایسے لوگوں کو معلوم ہو کہ) اللہ کی راہ میں لڑنا چاہیئے ان لوگوں کو جو آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی کو فروخت کردیں ، پھر جو اللہ کی راہ میں لڑے گا اور مارا جائے گا یا غالب رہے گا اسے ضرور ہم اجر عظیم عطا کریں گے ۔)

ان اللّٰہ اشتری من المؤمنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنۃ یقاتلون فی سبیل اللّٰہ فیقتلون و یقتلون وعدا علیہ حقا فی التوارۃ و الانجیل و القرآن و من اوفی بعھدہ من اللّٰہ فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ و ذلک ھو الفوز العظیم (توبہ ۱۱۱)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مومنوں سے ان کے نفس اور ان کے مال جنت کے بدلے خرید لئے ہیں ۔ وہ اللہ کی راہ میں لڑتے اور مارتے اور مرتے ہیں ۔ ان سے (جنت کا وعدہ) اللہ کے ذمہ ایک پختہ وعدہ ہے توراۃ اور انجیل اور قرآن میں ۔ اور کون ہے جو اللہ سے بڑھ کر اپنے عہد کا پورا کرنے والا ہو ؟ پس خوشیاں مناؤ اپنے اس سودے پر جو تم نے خدا سے چکا لیا ہے ۔ یہی سب سے بڑی کامیابی ہے ۔)

سچے مومن کو موت کی حقانیت پر کامل یقین ہوتا ہے ۔ ایک حتمی حقیقت کے طور پر بغیر خوف و گھبراہٹ کے وہ موت کا استقبال کرتا ہے ۔ اسے علم ہوتا ہے کہ اس دنیائے ارضی پر اس کی عمر کتنی ہی طویل ہو جائے ۔ زوال اس کی منزل ہے ۔ اور موت ہی اسے خلود و بقاء کی زندگی تک پہنچا دے گی :

کل نفس ذائقۃ الموت و انما توفون اجورکم یوم القیامۃ فمن زحزح عن النار وادخل الجنۃ فقد فاز و ما الحیاۃ الدنیا الا متاع الغرور (آل عمران ۱۸۵)

(آخر کار ہر شخص کو مرنا ہے اور تم سب اپنے اپنے پورے اجر قیامت کے روز پانے والے ہو ۔ کامیاب دراصل وہ ہے جو وہاں آتش دوزخ سے بچ جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے ۔ رہی یہ دنیا ۔ تو یہ محض ایک ظاہر فریب چیز ہے ۔)

کل نفس ذائقۃ الموت و نبلوکم بالشر و الخیر فتنۃ و الینا ترجعون

toobaa-elibrary.blogspot.com

(انبیاء ۳۵)

(ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور ہم اچھے اور برے حالات میں ڈال کر تم سب کی آزمائش کر رہے ہیں ۔ آخر کار تمہیں ہماری ہی طرف پلٹنا ہے۔)

کل نفس ذائقة الموت ثم الينا ترجعون (عنكبوت ۵۷)

(ہر متنفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے ۔ پھر تم سب ہماری طرف ہی پلٹا کر لائے جاؤ گے ۔)

قل لن ينفعكم الفرار ان فررتم من الموت او القتل و اذا لا تمتعون الا قليلا (احزاب ۱۲)

(اے نبی ۔ ان سے کہو ، اگر تم موت یا قتل سے بھاگو تو یہ بھاگنا تمہارے لئے کچھ بھی نفع بخش نہ ہو گا ۔ اس کے بعد زندگی کے مزے لوٹنے کا تھوڑا ہی موقع تمہیں مل سکے گا ۔)

اينما تكونوا يدرككم الموت و لو كنتم فی بروج مشيدة (نساء ۷۸)

(رہی موت تو جہاں بھی تم ہو وہ بہر حال تمہیں آکر رہے گی خواہ تم کیسی ہی مضبوط عمارتوں میں ہو ۔)

موت سے بے خوفی اور راہ خدا میں جہاد و سرفروشی کی تمنائے فزوں کی وجہ سے مسلمانوں کو مسلسل فتح و نصرت حاصل ہوتی گئی اور بڑی سرعت کے ساتھ اسلام کا ڈنکا پورے عالم میں بجنے لگا ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

فقر کے خوف پر کنٹرول

قرآن کریم ہمیں فقر کے خوف سے بھی روکتا ہے ۔ وہ بتاتا ہے کہ رزق اللہ کے ہاتھ میں ہے ، وہ زبردست قوت والا رازق ہے :

ان اللّٰہ ھو الرزاق ذو القوہ المتین (ذاریات ۵۸)

(اللہ تو خود ہی رزاق ہے بڑی قوت والا اور زبردست ۔)

وفی السماء رزقکم و ما توعدون (ذاریات ۲۲)

(آسمان ہی میں ہے تمہارا رزق بھی اور وہ چیز بھی جس کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے ۔)

وما من دابۃ فی الارض الا علی اللّٰہ رزقھا و یعلم مستقرھا و مستودعھا کل فی کتاب مبین (ھود ۶)

(زمین میں چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں ہے جس کا رزق اللہ کے ذمہ نہ ہو اور جس کے متعلق وہ نہ جانتا ہو کہ کہاں وہ رہتا ہے اور کہاں وہ سونپا جاتا ہے ۔ سب کچھ ایک صاف دفتر میں درج ہے ۔)

وکاین من دابۃ لا تحمل رزقھا اللّٰہ یرزقھا و ایاکم وھو السمیع العلیم (عنکبوت ۶۰)

(کتنے ہی جانور ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے ، اللہ ان کو رزق دیتا ہے اور تمہارا رازق بھی وہی ہے ، وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے ۔)

toobaa-elibrary.blogspot.com

اللّٰہ یبسط الرزق لمن یشاء من عبادہ و یقدر لہ ان اللّٰہ بکل شئی علیم (عنکبوت ۶۲)

(اللہ ہی ہے جو اپنے بندوں میں سے جس کا چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کرتا ہے ۔ یقینا اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے ۔)

ما یفتح اللّٰہ للناس من رحمۃ فلا ممسک لہا وما یمسک فلا مرسل لہ من بعدہ وھو العزیز الحکیم یا ایھا الناس اذکروا نعمۃ اللّٰہ علیکم ھل من خالق غیر اللّٰہ یرزقکم من السماء و الارض لا الہ الا ھو فانی تؤفکون ۔ (فاطر ۲،۳)

اللہ جس رحمت کا دروازہ بھی لوگوں کے لئے کھول دیئے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جسے وہ بند کردے اسے اللہ کے بعد پھر کوئی دوسرا کھولنے والا نہیں ۔ وہ زبردست اور حکیم ہے ۔ لوگو ۔ تم پر اللہ کے جو احسانات ہیں انہیں یاد رکھو ۔ کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق بھی ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہو ؟ کوئی معبود اس کے سوا نہیں آخر تم کہاں سے دھوکہ کھارہے ہو ۔

غصہ پر کنٹرول

غصہ پر کنٹرول رکھنے کا بھی قرآن ہمیں حکم دیتا ہے ۔ انسان جب غصہ ہوتا ہے تو سوچنے کی قوت بے کار ہوجاتی ہے ۔ اور صحیح فیصلہ لینے کی صلاحیت باقی نہیں رہتی ہے ۔ غصہ کے دوران اسی طرح خوف اور دیگر

toobaa-elibrary.blogspot.com

تاثرات کے دوران عموماً دونوں نوکلوی غدود (Adernal gland) ایڈرنلین ہارمون کا اخراج کرتے ہیں، جو جگر پر اثر انداز ہوتا ہے اور جگر سے شوگر کے اخراج کی مقدار بڑھ جاتی ہے، جس کے نتیجہ میں جسم کے اندر طاقت بڑھ جاتی ہے، اور اپنے دفاع کے لئے درکار عضلاتی جدوجہد کی قدرت میں اضافہ ہوجاتا ہے، غصہ کے دوران بڑھ جانے والی جسمانی قوت انسان کو غصہ برانگیختہ کرنے والے کے خلاف جسمانی قوت آزمائی کے لئے زیادہ تیار و آمادہ کردیتی ہے، اس لئے غصہ پر کنٹرول کئی پہلو سے مفید ہے، اول تو ضبط غضب کی وجہ سے درست سوچنے اور صحیح فیصلہ لینے کی صلاحیت باقی رہتی ہے۔ ایسے اقوال یا افعال سرزد نہیں ہوتے جن پر بعد میں ندامت ہو، دوم: جسمانی اعتدال و توازن باقی رہتا ہے، جسمانی تناؤ نہیں پیدا ہوتا جو جگر سے زیادہ اخراج کی وجہ سے بڑھ جانے والی قوت کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے، اور اس طرح وہ بے اختیار سختی پر اتر آنے سے محفوظ رہتا ہے، فریق مقابل کے خلاف جسمانی طاقت و زیادتی کا استعمال نہیں کرتا، جیسا عام طور پر غصہ کے دوران لوگوں کے ساتھ پیش آتا ہے، سوم: غصہ پر کنٹرول اور دوسرے پر زبانی یا جسمانی زیادتی سے گریز، نیز سکون آمیز حسن سلوک کی برقراری فریق مقابل کے اندر بھی سکون و ٹھہراؤ پیدا کردیتی ہے، وہ اپنا محاسبہ کرتا اور جائزہ لیتا ہے، اور اس طرح لوگوں کی محبت و دوستی حاصل کرلی جاتی ہے، اور تعلقات کے اندر خوشگوار و بہتری آجاتی ہے:

ادفع بالتی هی احسن فاذا الذی بینک و بینه عدواة کانه ولی حمیم

toobaa-elibrary.blogspot.com

(فصلت ۳۴)

(تم بدی کو اس نیکی سے دفع کرو جو بہترین ہو ، تم دیکھو گے کہ تمہارے ساتھ جس کی عداوت پڑی ہوئی تھی وہ جگری دوست بن گیا ہے ۔)

چہارم : غصہ پر کنٹرول حفظان صحت کی رو سے بھی مفید ہے ۔ وہ انسان کو بہت سارے ایسے جسمانی امراض سے بھی محفوظ رکھتا ہے جو شدید تاثرات کے نتیجہ میں عموما پیدا ہوجایا کرتے ہیں ۔

ان تمام تفصیلات کے بعد اس حکم الہی کی حکمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے جس میں غصہ پر کنٹرول اور لوگوں سے درگزر کرنے کا حکم دیا گیاہے ۔ اور ضبط غضب پر بہترین اجرو ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے :

وسارعوا الی مغفرة من ربکم وجنة عرضها السموات و الارض اعدت للمتقین ، الذین ینفقون فی السراء و الضراء والکاظمین الغیظ و العافین عن الناس و اللّٰہ یحب المحسنین (آل عمران ۱۳۳۔ ۱۳۴)

(دوڑ کر چلو اس راہ پر جو تمہارے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف جاتی ہے جس کی وسعت زمین اور آسمانوں جیسی ہے اور وہ ان خدا ترس لوگوں کے لئے مہیا کی گئی ہے جو ہر حال میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں خواہ بدحال ہوں یا خوشحال، جو غصے کو پی جاتے ہیں اور دوسروں کے قصور معاف کردیتے ہیں ۔ ایسے نیک لوگ اللہ کو بہت پسند ہیں ۔)

فما اوتیتم من شئی فمتاع الحیاة الدنیا و ما عند اللّٰہ خیر وابقی للذین

toobaa-elibrary.blogspot.com

آمنوا و علی ربھم یتوکلون و الذین یجتنبون کبائر الاثم و الفواحش و اذا ما غضبوا ھم یغفرون (شوری ۳۶۔۳۷)

(جو کچھ بھی تم لوگوں کو دیا گیا ہے وہ محض دنیا کی چند روزہ زندگی کا سرو سامان ہے ۔ اور جو کچھ اللہ کے ہاں ہے وہ بہتر بھی ہے اور پائیدار بھی۔ وہ ان لوگوں کے لئے ہے جو ایمان لائے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں ۔ جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے پرہیز کرتے ہیں۔ اور اگر غصہ آجائے تو درگزر کر جاتے ہیں۔)

و لمن صبر و غفر ان ذلک لمن عزم الامور (شوری ۴۳)

(البتہ جو شخص صبر سے کام لے اور درگزر کرے ۔ تو یہ بڑی اولوالعزمی کے کاموں میں سے ہے۔)

و جزاء سیئة سیئة مثلھا فمن عفا و اصلح فاجرہ علی اللہ انہ لا یحب الظالمین (شوری ۴۰)

(برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے ۔ پھر جو کوئی معاف کردے اور اصلاح کرے اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے ۔ اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔)

فاصفح الصفح الجمیل (حجر ۸۵)

(پس اے نبی۔ تم (ان لوگوں کی بیہودگیوں پر) شریفانہ درگزر سے کام لو۔)

ولیعفوا و لیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم و اللہ غفور رحیم (نور ۲۲)

(انہیں معاف کردینا چاہیے اور درگزر کرنا چاہیے ۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

اللہ تمہیں معاف کرے ۔ اور اللہ کی صفت یہ ہے کہ وہ غفور اور رحیم ہے ۔)

فاعف عنهم و اصفح ان اللّٰه یحب المحسنین (مائدہ ۱۳)

(لہذا انہیں معاف کرو اور ان کی حرکات سے چشم پوشی کرتے رہو ۔ اللہ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو احسان کی روش رکھتے ہیں ۔)

ضبط غضب اور لوگوں سے درگزر کی اسی قرآنی تعلیم نے مسلمانوں کے اندر بڑے اچھے اثرات پیدا کئے تھے ۔ اور باہمی عفو و درگزر ان میں عام ہو گئی تھی ۔ اس کی ایک مثال حضرت عمر بن خطاب سے مروی روایت میں ملتی ہے ۔ ایک شخص نے ان سے کہا : آپ عدل نہیں کرتے اور برابر بدلہ نہیں دیتے ۔ یہ سن کر حضرت عمر کا رنگ بدل گیا ۔ اور غصہ کے اثرات چہرہ پر ظاہر ہو گئے ۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا : یا امیر المومنین ! اللہ کا قول آپ نے سنا نہیں ہے ؟ (نرمی و درگزر کا طریقہ اختیار کر ، معروف کی تلقین کئے جاؤ ۔ اور جاہلوں سے نہ الجھو) حضرت عمر نے کہا ۔ ۔ تم نے سچ کہا ۔ پھر گویا کوئی آگ تھی جو بجھائی جا چکی تھی ۔ (۱)

محبت پر کنٹرول

اہل و عیال ۔ آل اولاد اور آباء و اجداد ۔ دوست احباب ؛ دولت و جائداد اور وطن کی محبت میں اعتدال رکھنے کا قرآن نے حکم دیا ہے ۔ تاکہ یہ ساری

---

(۱) محمد صادق عفیفی ۔ الفکر الاسلامی ۔ مبادئہ ۔ مناہجہ ۔ قیمہ ۔ اخلاقیاتہ ۔ مکتبہ خانجی قاہرہ ۔ صفحہ ۲۵۷ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

محبتیں ہمیں اللہ کی محبت کو فراموش نہ کرادیں اور اللہ کی اطاعت اور اس کی رہ میں جہاد سے غافل نہ بنادیں :

یا ایها الذین آمنوا ان من ازواجکم و اولادکم عدو لکم فاحذروهم و ان تعفوا و تصفحوا و تغفروا فان اللّٰه غفور رحیم ، انما اموالکم و اولادکم فتنة واللّٰه عنده اجر عظیم (تغابن ۱۴۔ ۱۵)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو ، تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں ان سے ہوشیار رہو اور اگر تم عفو و درگزر سے کام لو اور معاف کردو تو اللہ غفور و رحیم ہے ۔ تمہارے مال اور تمہاری اولاد تو ایک آزمائش ہیں اور اللہ ہی ہے جس کے پاس بڑا اجر ہے ۔)

قل ان کان آباؤکم و ابناؤکم واخوانکم و ازواجکم و عشیرتکم و اموال اقترفتموها و تجارة تخشون کسادها و مساکن ترضونها احب الیکم من اللّٰه و رسوله و جهاد فی سبیله فتربصوا حتی یاتی اللّٰه بامره و اللّٰه لا یهدی القوم الفاسقین (توبه۲۴)

(اے نبی ، کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ ، اور تمہارے بیٹے ، اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں ، اور تمہارے عزیز و اقارب اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں ، اور تمہارے وہ کارو بار جن کے ماند پڑجانے کا تم کو خوف ہے ، اور تمہارے وہ گھر جو تم کو پسند ہیں ، تم کو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے عزیز تر ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمہارے

toobaa-elibrary.blogspot.com

سامنے لے آئے اور اللہ فاسق لوگوں کی رہنمائی نہیں کیا کرتا۔)

قرآن تاکید کرتا ہے کہ مومن کے دل میں اللہ کی محبت دوسرے تمام لوگوں حتیٰ کہ آباء و اجداد بال بچوں ، اعزہ و اقارب اور دوست احباب ، جیسے قریب ترین لوگوں کی محبت سے بھی زیادہ ہونی چاہئے ، اگر اللہ کی محبت ان میں سے کسی کی محبت سے ٹکرانے لگے تو اللہ کی محبت کو ترجیح دی جائے :

لا تجد قوما یومنون باللّٰہ و الیوم الآخر یوادون من حاد اللّٰہ ورسولہ و لو کانوا آبائھم او ابنائھم او اخوانھم او عشریتھم اولئک کتب فی قلوبھم الایمان و ایدھم بروح منہ و یدخلھم جنات تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا رضی اللّٰہ عنھم ورضوا عنہ اولئک حزب اللّٰہ الا ان حزب اللّٰہ ھم المفلحون (مجادلہ ۲۲)

(تم کبھی یہ نہ پاؤ گے کہ جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں وہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہوں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی ہے خواہ وہ ان کے باپ ہوں ، یا ان کے بھائی یا انکے اہل خاندان ۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت کردیا ہے اور اپنی طرف سے ایک روح عطا کر کے ان کو قوت بخشی ہے ۔ وہ ان کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی ، ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے ، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے ۔ وہ اللہ کی پارٹی کے لوگ ہیں خبردار رہو ، اللہ کی پارٹی والے ہی فلاح پانے والے ہیں ۔

آل اولاد کی محبت پر کنٹرول اور ان کی محبت پر اللہ کی محبت کو ترجیح دینے

toobaa-elibrary.blogspot.com

میں اللہ تعالیٰ نے حضرات ابراہیم علیہ السلام اور ان کے مومن رفقاء کی مثال بیان کی ہے۔

قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراھیم و الذین معہ اذ قالوا لقومھم انا برءٰؤ منکم و مما تعبدون من دون اللّٰہ کفرنا بکم و بدا بیننا و بینکم العداوۃ و البغضاء ابدا حتی تومنوا باللّٰہ وحدہ (ممتحنہ ۲)

(تم لوگوں کے لئے ابراہیم اور اس کے ساتھیوں میں ایک اچھا نمونہ ہے کہ انہوں نے اپنی قوم سے صاف کہہ دیا کہ "ہم تم سے اور تمہارے ان معبودوں سے جن کو تم خدا کو چھوڑ کر پوجتے ہو قطعی بیزار ہیں، ہم نے تم سے کفر کیا اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لئے عداوت ہوگئی اور بیر پڑگیا جب تک تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ")

دیگر تاثرات پر کنٹرول

گھمنڈ اور غرور سے قرآن نے منع کیا ہے، گذشتہ صفحات میں وہ آیات ہم نے ذکر کی ہیں جن میں کبر و عجب اور احساس برتری کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔

خوشی اور غم پر بھی کنٹرول کا قرآن نے حکم دیا ہے، جان، مال و جائداد اور بال بچوں پر آنے والے مصائب و آفات پر رنج و غم میں زیادتی نہیں ہونی چاہئے، خیر و خوبی، کامیابی، برتری اور شہرت و جاہ کے حصول پر خوشی

toobaa-elibrary.blogspot.com

میں بھی اسراف نہیں ہونا چاہئے ۔ اور نہ خوش ہوکر کبر و غرور ، فخر اور گھمنڈ میں آجانا چاہئے ۔ ہمیں پہنچنے والی کسی بھی مصیبت و تکلیف ، یا آرام و خیر کا فیصلہ لوح محفوظ کے اندر پہلے ہی سے تحریر ہے ۔ اور اللہ کے علم میں موجود ہے ۔ ہمارا رنج و غم واقعہ اور اس کے نتائج کو بدل نہیں سکتے ۔ اسی طرح ہماری خوشی اور گھمنڈ خیر کے اندر اضافہ نہیں کرسکتا ۔ اور نہ اسے زوال سے بچا سکتا ہے ۔ ہر چیز اللہ کے علم میں موجود اور اس کی مشیت کی رہین ہے :

ما اصاب من مصیبة فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبراھا ان ذلک علی اللّٰہ یسیر ، لکیلا تاسوا علی ما فاتکم و لا تفرحوا بما آتاکم و اللّٰہ لا یحب کل مختال فخور (حدید ۲۲-۲۳)

(کوئی مصیبت ایسی نہیں ہے جو زمین میں یا تمہارے اپنے نفس پر نازل ہوتی ہو اور ہم نے اس کو پیدا کرنے سے پہلے ایک کتاب میں لکھ نہ رکھا ہو ۔ ایسا کرنا اللہ کے لئے بہت آسان کام ہے ۔ (یہ سب کچھ اس لئے ہے) تاکہ جو کچھ بھی نقصان تمہیں ہو اس پر تم دل شکستہ نہ ہو اور جو کچھ اللہ تمہیں عطا فرمائے اس پر پھول نہ جاؤ ۔ اللہ ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو اپنے آپ کو بڑی چیز سمجھتے ہیں اور فخر جتاتے ہیں ۔)

اللہ تعالی ہمیں اپنے تاثرات پر کنٹرول کرنے اور انہیں قابو میں رکھنے کی ہدایت کرتا ہے ۔ اللہ پر سچا ایمان ، اس کے قرآنی منہج کی اتباع اور رسول کریم علیہ السلام کے طریقہ کی پیروی انسان کے اندر پختہ عزم اور قوت ارادی پیدا کرتی ہے ، جو تاثرات پر ضبط و کنٹرول میں معاون بنتی ہے ۔ سچا مومن صرف

toobaa-elibrary.blogspot.com

اللہ تعالیٰ سے خوف کھاتا ہے ۔ وہ نہ موت سے ڈرتا ہے ، نہ فقر سے خوف کھاتا ہے ، نہ لوگوں کا اندیشہ کرتا ہے اور نہ کائنات کی کسی اور شئ کا خدشہ اس کے اندر پیدا ہوتا ہے ۔ وہ اپنے غصہ کو دباتا ہے ، معمولی باتوں پر برانگیختہ نہیں ہوتا ہے ، صرف اس چیز پر ناراض ہوتا ہے جو اللہ کو ناپسند ہو ، غم پر ضبط کرتا ہے کہ جو کچھ مصیبت بھی اسے پہنچ رہی ہے ، اللہ کے یہاں وہ پہلے سے مقرر ہے ، تواضع پسند ہوتا ہے ، کیونکہ اپنی حیثیت سے وہ پوری طرح آشنا ہوتا ہے ، نہ غرور و گھمنڈ کرتا ہے ، نہ فخر و بڑائی کا اظہار ، نہ کبر و استکبار ۔

قرآن کی متعدد آیات میں بتایا گیا ہے کہ ایمان خوف سے تحفظ اور علاج ہے ، اس موضوع پر مزید گفتگو آئندہ دسویں فصل " قرآن میں نفسیاتی علاج " کے عنوان سے آرہی ہے ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

تیسری فصل :

قرآن اور ادراک حسی

(Sensory Perception)

مشیت خداوندی نے انسان اور حیوان دونوں کو زندگی اور بقاء کے لئے ضروری تمام امکانات و امور سے آراستہ کیا ہے ۔ چنانچہ محرکات اور تاثرات کے علاوہ ایسے آلات نو ذرائع سے بھی مزین کیا ہے جن کے ذریعہ خارجی دنیا اور گرد و پیش کے واقعات ۔ اسی طرح اپنے اندرون کی دنیا اور اس میں پیدا ہونے والی تبدیلیوں کا ادراک ہوتا ہے ۔ حسی ادراک انسانی زندگی کا اہم ترین وظیفہ ہے ۔ اس کے ذریعہ ہر زندہ وجود تکلیف دہ چیزوں کا ادراک کر کے ان سے گریز اور مفید چیزوں کا ادراک کر کے ان کے لئے جدوجہد کرتا ہے ۔

خارجی دنیا کا ادراک ہم اپنے ظاہری حواس سماعت ۔ بصارت ۔ شامہ ۔ ذائقہ اور جلدی حواس سے کرتے ہیں ۔ داخلی احساس کی راہ سے ہم اپنے جسم کے اندر پیدا ہونے والی عضویاتی اور کیمیائی توازن کی بے اعتدالی جیسے بھوک ۔ پیاس کا ادراک کرتے ہیں ۔ جس کی وجہ سے خارجی دنیا کے تقاضوں کے مطابق اپنے اعمال یا جسم کے خلیوں میں پیدا ہونے والی کمی کی تلافی اور سابقہ عضویاتی و کیمیائی توازن کی حالت پر دوبارہ اسے لانے کا عمل انجام دیا

toobaa-elibrary.blogspot.com

جاتا ہے ۔

ادراک حسی انسان اور حیوان دونوں کی مشترکہ صفت ہے ۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل کی ایک اہم ادراکی خصوصیت سے نوازا ہے ۔ جو حیوان کے اندر نہیں پائی جاتی ۔ اسی کے ذریعہ انسان محسوس اشیاء کے ادراک سے بالا تر ہوکر خیر و شر ۔ اچھائی و برائی اور حق و باطل جیسے خالص معانی کے اندر غور و فکر کرتا ہے ۔ اس کے ذریعہ تجربات و خیالات کے عمومی مبادی پر استدلال کرتا ہے ۔ مثال کے طور پر عقل ہی کے ذریعہ کائنات اور انسان کی تخلیق میں اللہ کی حیرت انگیز کرشمہ سازیوں پر غور کر کے خالق تعالیٰ کے وجود اور اس کی قدرت پر استدلال کرتا ہے :

سنریهم آیاتنا فی الآفاق و فی انفسهم حتی یتبین لهم انه الحق (فصلت ۵۳)

(عنقریب ہم ان کو اپنی نشانیاں آفاق میں بھی دکھائیں گے اور ان کے اپنے نفس میں بھی ۔ یہاں تک کہ ان پر یہ بات کھل جائے گی کہ یہ قرآن واقعی برحق ہے ۔)

لیکن عقل انسانی کے اندر ادراک اور فہم کی قوت بھی محدود ہوتی ہے ۔ پھر انسان کی فکر خطا کا شکار ہوتی رہتی ہے ۔ کچھ ایسے حالات پیش آجاتے ہیں جو صحیح غور و فکر سے انسان کو روک دیتے ہیں ۔ اور اس وقت انسان کو کسی دوسرے ایسے شخص کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کی درست رہنمائی کرے ۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور رسولوں کو لوگوں کے پاس بھیجا ۔ اور مقدس کتابیں اتاریں ۔ تاکہ خیر و رشد و ہدایت کی جانب لوگوں کی رہنمائی کی جائے :

toobaa-elibrary.blogspot.com

ولقد بعثنا فی کل امة رسولا ان اعبدوا اللّٰہ و اجتنبوا الطاغوت (نحل ۳۶)

(ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیج دیا ۰ اور اس کے ذریعے سے خبر دار کر دیا کہ " اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت کی بندگی سے بچو۔")

انا ارسلناک بالحق بشیرا و نذیر و ان من امــة الا خلا فیھا نذیر (فاطر ۲۴)

(ہم نے تم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر ۰ اور کوئی امت ایسی نہیں گزری ہے جس میں کوئی متنبہ کرنے والا نہ آیا ہو۔)

کما ارسنا فیکم رسولا منکم یتلو علیکم آیاتنا و یزکیکم و یعلمکم الکتاب و الحکمــة و یعلمکم مالم تکونوا تعلمون (بقرة ۱۵۱)

(جس طرح (تمہیں اس چیز سے فلاح نصیب ہوئی کہ) ہم نے تمہارے درمیان خود تم میں سے ایک رسول بھیجا ۰ جو تمہیں ہماری آیات سناتا ہے ۰ تمہاری زندگیوں کو سنوارتا ہے ۰ تمہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے ۰ اور تمہیں وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے ۔)

حواس اور عقل دو وسائل ہیں جن سے ادراک اور معرفت میں انسان مدد لیتا ہے ۔ لیکن بہت سارے امور کے اندر یقینی معرفت تک رسائی میں تنہا یہ دونوں ناکافی ہوتے ہیں ۔ مثال کے طور پر عقل اور حواس کے ذریعہ انسان غیبی امور کا ادراک نہیں کرسکتا ہے ۰اس لئے ضروری ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالی سے معرفت حاصل کی جائے ۰تاکہ دنیا و آخرت کی سعادت کے لئے

toobaa-elibrary.blogspot.com

زمین پر زندگی کو منظم کیا جاسکے ۔ اللہ تعالی سے معرفت کا حصول انبیاء اور رسولوں کے ذریعہ سے ہوتا ہے ۔ یا الہام اور فیض الہی کے ذریعہ ہوتا ہے ۔ جس سے اللہ تعالی نے اپنے بعض اولیاء کو نوازتا ہے ۔

وحی اور الہام کے ذریعہ حاصل ہونے والی معرفت خداوندی اور غور و فکر پر گفتگو کو آئندہ فصل کے لئے موخر کرتے ہوئے اس فصل میں ہم قرآن میں ادراک حسی کے موضوع پر کچھ تفصیل پیش کرتے ہیں ۔

قرآن اور حواس :

بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو ہر چیز سے نا آشنا ہوتا ہے ۔ لیکن فوراً ہی اس کے حواس اپنے وظائف شروع کردیتے ہیں ۔ اور وہ نئی خارجی چیزوں سے متاثر ہونے لگتا ہے جن کے احساسات مختلف ہوتے ہیں ۔ یہی بنیاد ہوتی ہے جس پر آئندہ خارجی دنیا کی معرفت اور ادراک کی صلاحیت تشکیل پاتی ہے ۔ اس حقیقت کی جانب متعدد آیات میں قرآن نے اشارہ کیا ہے ۔ بطور مثال چند آیات ذیل میں ملاحظہ کیجئے :

واللہ اخرجکم من بطون امھاتکم لا تعلمون شیئا و جعل لکم السمع و الابصار و الافئدۃ لعلکم تشکرون (نحل ۷۸)

(اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا اس حالت میں کہ تم کچھ نہ جانتے تھے اس نے تمہیں کان دئے ۔ آنکھیں دیں ۔ اور سوچنے والے دل

toobaa-elibrary.blogspot.com

دے ۔ اس لئے کہ تم شکر گزار بنو ۔)

وھو الذین انشالکم السمع و الابصار و الافئدۃ قلیلا ما تشکرون (ملک ۲۳)

(وہ اللہ ہی تو ہے جس نے تمہیں سننے اور دیکھنے کی قوتیں دیں اور سوچنے کو دل دیئے ۔ مگر تم لوگ کم ہی شکر گزار ہوتے ہو ۔)

قل ھو الذی انشاکم و جعل لکم السمع و الابصار و الافئدۃ قلیلا ما تشکرون (ملک ۲۳)

(ان سے کہو ۔ اللہ ہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا ۔ تم کو سننے اور دیکھنے کی طاقتیں دیں اور سوچنے سمجھنے والے دل دیئے مگر تم کم ہی شکر ادا کرتے ہو ۔)

ثم سواہ و نفخ فیہ من روحہ و جعل لکم السمع و الابصار و الافئدۃ لعلکم تشکرون (سجدہ ۹)

(پھر اس کو نک سک سے درست کیا اور اس کے اندر اپنی روح پھونک دی ۔ اور تم کو کان دیئے ۔ آنکھیں دیں اور دل دیئے ۔ تم لوگ کم ہی شکر گزار ہوتے ہو ۔)

ذرائع حواس میں سے صرف سماعت اور بصارت کے ذکر پر قرآن نے اکتفاء کیا ہے ۔ وہ اولاً اس لئے کہ ادراک حسی کے عمل میں ان دونوں ذرائع کی اہمیت کچھ زیادہ ہی ہے ۔ دوم یہ کہ ادراک حسی کے عمل میں تمام حواس کی اہمیت کے اظہار کے لئے صرف ان دونوں کا تذکرہ کافی ہے ۔ یہ قرآن کریم کا مخصوص اسلوب ہے جس میں بلیغ ایجاز ہے ۔ اور عمومی بنیادی حقائق کی

toobaa-elibrary.blogspot.com

جانب اشارہ و تلمیح پر اکتفاء کرتے ہوئے تفصیلات سے چشم پوشی ہے ۔ چونکہ قرآن کریم کوئی سائنس کی کتاب نہیں ۔ بلکہ لوگوں کے لئے کتاب ہدایت ہے ۔ اس لئے ادراک حسی کے ذرائع سے نواز کر انسان پر نعمت خداوندی کے اظہار کے ضمن میں صرف دو ذرائع سماعت و بصارت کی جانب قرآن کا اشارہ کافی تھا ۔

بیشتر آیات کے اندر بصارت سے پہلے سماعت کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے ۔ اس کی بظاہر متعدد وجوہات ہیں ۔ اول تو ادراک حسی ، تعلیم اور تحصیل علوم کے عمل میں سماعت کی اہمیت بصارت سے زیادہ ہے ۔ بصارت کھونے کے بعد بھی انسان کے لئے زبان سیکھنا اور علوم حاصل کرنا ممکن ہے ۔ لیکن سماعت سے محرومی کے بعد زبان کی تعلیم اور علوم کا حصول دشوار ہوجاتا ہے ۔ ادراک اور تعلیم زبان کے اندر سماعت ، جو غور و فکر اور تحصیل علم کے اہم ذرائع میں سے ہے ، کی اہمیت اس بات سے بھی واضح ہوتی ہے کہ قرآن کریم نے تنہا اس حاسہ کا ذکر عقل کے ساتھ کر کے دونوں کے باہمی گہرے ربط کو واضح کیا ہے :

و قالوا لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر (ملک ۱۰)

(اور وہ کہیں گے " کاش ہم سنتے یا سمجھتے تو آج اس بھڑکتی ہوئی آگ کے سزاواروں میں شامل نہ ہوتے ۔)

سماعت اور عقل کے باہمی مضبوط تعلق ہی کی وجہ سے قرآن کریم نے

toobaa-elibrary.blogspot.com

بیشتر آیات کے اندر سماعت کو فہم، تدبر اور تعقل کے مفہوم میں استعمال کیا ہے

ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان ان آمنوا بربکم فامنا (آل عمران ۱۹۳)

(مالک، ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا جو ایمان کی طرف بلاتا تھا اور کہتا تھا کہ اپنے رب کو مانو۔ ہم نے اس کی دعوت قبول کرلی۔)

انما کان قول المؤمنین اذا دعوا الی اللّٰہ و رسولہ لیحکم بینھم ان یقولوا سمعنا و اطعنا و اولئک ھم المفلحون (نور ۵۱)

(ایمان لانے والوں کا کام تو یہ ہے کہ جب وہ اللہ اور رسول کی طرف بلائے جائیں تاکہ رسول ان کے مقدمہ کا فیصلہ کرے تو وہ کہیں کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔)

و انا لما سمعنا الھدی آمنا بہ (جن ۱۳)

(اور یہ کہ "ہم نے جب ہدایت کی تعلیم سنی تو ہم اس پر ایمان لے آئے۔)

و اذا سمعوا ما انزل الی الرسول تری اعینھم تفیض من الدمع مما عرفوا من الحق یقولون ربنا آمنا فاکتبنا مع الشاھدین (مائدہ ۸۳)

(جب وہ اس کلام کو سنتے ہیں جو رسول اللہ پر اترا ہے تو تم دیکھتے ہو کہ حق شناسی کے اثر سے ان کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہوجاتی ہیں، وہ بول اٹھتے ہیں کہ پروردگار! ہم ایمان لائے ہمارا نام گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔)

toobaa-elibrary.blogspot.com

و نطبع علی قلوبھم فھم لا یسمعون (اعراف ۱۰۰)

(اور ہم ان کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں، پھر وہ کچھ نہیں سنتے ۔)

دوم یہ کہ سمعی حاسہ ولادت کے فوری بعد اپنا کام شروع کر دیتا ہے، بچہ پیدائش کے فورا بعد آوازوں کو سن سکتا ہے، لیکن چیزوں کو صاف صاف دیکھنے کی صلاحیت کچھ وقت بعد پیدا ہوتی ہے ۔ (۱)

سوم یہ کہ سمعی حاسہ بغیر کسی توقف کے مسلسل اپنا کام کرتا رہتا ہے، جبکہ بصری حاسہ اپنا کام اس وقت موقوف کر دیتا ہے جب انسان اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہے، یا سو جاتا ہے، تیز آواز انسان کو نیند سے بیدار کر سکتی ہے، اسی لئے اہل کہف کے قصہ میں اللہ تعالی بتاتا ہے کہ اس نے ان کے کانوں کو بند کر دیا تھا، تاکہ وہ گہری نیند میں سو جائیں اور کوئی آواز انہیں بیدار نہ کر سکے !

فضربنا علی آذانھم فی الکھف سنین عددا (کھف ۱۱)

(تو ہم نے انہیں اسی غار میں تھپک کر سالہا سال کے لئے گہری نیند سلا دیا ۔)

چہارم یہ کہ حاسہ سماعت اپنا کام تاریکی اور روشنی دونوں میں یکساں طور

---

(۱) جدید عضویاتی تحقیقات سے پتہ چلتا ہے کہ نومولود بچہ تیز آواز پر جوابی عمل ظاہر کرتا ہے، لیکن آہستہ آواز پر نہیں کرتا ہے، تحقیقات یہ بھی بتاتی ہیں کہ چھ ماہ کی عمر تک نو مولود کی نگاہوں میں اشیاء کی تصویر صاف نہیں آتیں، کیونکہ شبکیاتی ساخت کی تشکیل ولادت کے چھ ماہ کے آخر میں مکمل ہوتی ہے، نویں فصل میں اس موضوع پر تفصیل آرہی ہے ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

پر کر سکتا ہے ۔ جبکہ حاسۂ بصارت صرف روشنی میں اپنا کام کر سکتا ہے (۱)

سماعت کا تذکرہ قرآن میں مفرداً آیا ہے ۔ لیکن بصارت کا ذکر بیشتر آیات کے اندر جمع کی صورت میں آیا ہے ۔ جو اسلوب قرآنی کے اعجاز کی دلیل ہے ۔ کیونکہ حاسہ سماعت ہر جہت سے آنے والی آواز کو قبول کرلیتا ہے جبکہ آنکھ اسی شئ کو دیکھ سکتی ہے جس کی جانب اس کا رخ پھیرا جائے ۔ (۲) اگر کسی جگہ پر لوگ جمع ہوں اور کوئی آواز پیدا ہو تو تقریبا سارے ہی لوگ اس آواز کو سنتے ہیں ۔ جبکہ وہ تمام لوگ اپنی اپنی مختلف جہتوں سے صرف ایک ایک شئ کو دیکھ سکتے ہیں ۔ اور ان تمام کی رویت پوری طرح یکساں نہیں ہوتی ہے ۔ ایک وقت میں ایک ہی سمت کی مختلف چیزوں کو دیکھا جاسکتا ہے ۔ اگر ٹھیک ہمارے سامنے کوئی آواز پیدا ہو تو صوتی لہریں دونوں کانوں میں ایک ساتھ پہنچتی ہیں ۔ اور ان کی تاثیر کی شدت دونوں کانوں کے پردوں پر یکساں ہوتی ہے ۔ لیکن اگر ہم اپنے سامنے رکھی ہوئی کسی شئ پر نظر ڈالیں تو دائیں آنکھ کے شبکیہ پر منعکس ہونے والی تصویر بائیں آنکھ کے شبکیہ پر منعکس ہونے والی صورت سے مختلف ہوتی ہے ۔ دائیں آنکھ اس شئ کو اس کے داہنی جانب سے دیکھتی ہے ۔ اور بائیں آنکھ اسی چیز کو اس کے بائیں جانب سے دیکھتی ہے ۔

---

(۱) محمد متولی الشعراوی ۔ معجزۃ القرآن ۔ جلد ۱ قاہرہ ۔ کتاب الیوم ۱۹۸۰ ۔ صفحہ ۹۵ ۔ ۹۸

(۲) محمد اسماعیل ابراہیم ۔ القرآن و اعجازہ العلمی ۔ دار الفکر العربی ۔ قاہرہ ۱۹۷۷ ۔ صفحہ ۱۰۹ ۔ ۱۱۱ ۔ محمد متولی الشعراوی ۔ حوالہ سابق ۔ صفحہ ۹۵

toobaa-elibrary.blogspot.com

جلدی حواس:

جدید تحقیقات بتاتی ہیں کہ انسان کی جلد میں مختلف شکلوں کے بہت سارے حسی خلیے ہوتے ہیں جو متعینہ قسم کے احساسات کے لئے مخصوص ہوتے ہیں، کچھ خلیے حرارت کو محسوس کرتے ہیں، کچھ ٹھنڈک کا احساس کرتے ہیں، کچھ خلیے لمس اور دباؤ کو محسوس کرتے ہیں، کچھ الم کو محسوس کرتے ہیں، انسان کی جلد میں الم کو محسوس کرنے والے مخصوص اعضاء حس کے وجود کی جانب قرآن نے اشارہ کیا ہے:

والذین کفروا بآیاتنا سوف نصلیهم نارا کلما نضجت جلودهم بدلناهم جلودا غیرها لیذوقوا العذاب ان الله کان عزیزا حکیما (نساء ۵۶)

(جن لوگوں نے ہماری آیات کو ماننے سے انکار کردیا ہے انہیں بالیقین ہم آگ میں جھونکیں گے اور جب ان کے بدن کی کھال گل جائے گی تو اس کی جگہ دوسری کھال پیدا کردیں گے تاکہ وہ خوب عذاب کا مزہ چکھیں، اللہ بڑی قدرت رکھتا ہے اور اپنے فیصلوں کو عمل میں لانے کی حکمت خوب جانتا ہے۔)

یہ آیت جلد کے اندر الم کو محسوس کرنے والے مخصوص حسی خلیوں کے وجود کی جانب اشارہ کر رہی ہے، جیسا کہ جدید عضویاتی تحقیقات سے ثابت ہوچکا ہے، اگر جلد جل جائے اور یہ خلیے موجود نہ رہیں تو الم کا احساس ختم ہوجاتا ہے، اس لئے اللہ تعالی کافروں کی جلدیں تبدیل کر کے نئے حسی خلیے عطا کرتا رہے گا تاکہ انہیں احساس الم ہوتا رہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

قرآن کریم نے حاسۂ لمس کی جانب بھی اشارہ کیا ہے جس کے ذریعہ لمس کے وقت اشیاء کی پہچان حاصل کی جاتی ہے :

ولو نزلنا علیک کتابا فی قرطاس فلمسوہ بایدیھم لقال الذین کفروا ان ھذا الا سحر مبین (انعام ۷)

(اے پیغمبر، اگر تمہارے اوپر کوئی کاغذ میں لکھی لکھائی کتاب بھی اتار دیتے اور لوگ اسے اپنے ہاتھوں سے چھوکر بھی دیکھ لیتے تب بھی جنہوں نے حق کا انکار کیا ہے وہ یہی کہتے کہ یہ تو صریح جادو ہے۔)

دائرہ حواس سے خارج ادراک حسی :

ادراک حسی کی ایک اور قسم بھی ہے جسے ماہرین نفسیات "دائرہ حواس سے خارج ادارک حسی" (Extrasensory Perception) کا نام دیتے ہیں، مثلاً "استشفاف" یعنی حاسہ بصارت کے دائرہ سے خارج اور بعید واقعات یا اشیاء کی رویت، "تخاطر" یعنی دور کسی مقام پر موجود شخص کے افکار و خیالات کا ادراک کرلینا، "استمتاف" یعنی حاسۂ سماعت کے دائرہ سے خارج دور کسی مقام کی آواز یا گفتگو سن لینا۔ ماہرین نفسیات نے موجودہ دور میں ان امور کا مطالعہ کیا اور ان پر متعدد تجربات کئے، لیکن انہیں اب تک حاصل ہونے والے نتائج اس قدر باریک اور ٹھوس نہیں ہیں کہ ان امور کا واضح تصور ہمارے سامنے آسکے۔

دائرہ حواس سے خارج ادراک حسی کی یہ قسم تمام لوگوں کے یہاں نہیں

toobaa-elibrary.blogspot.com

دیکھی جاسکتی ہے ۔ بلکہ بعض اشخاص ہی کے اندر پائی جاتی ہے جو مخصوص صفات سے آراستہ ہوتے ہیں۔ بسا اوقات یہ صفات اعلیٰ روحانی پاکیزگی ہوتی ہے جو خارق عادت ادراکی قوت پیدا کر کے ایسی اشیاء یا واقعات کا ادراک ان کے لئے ممکن بنادیتی ہے جو ان سے دور اور مکانی رکاوٹوں کے پرے ہوتے ہیں۔ اس نوع کے ادراک حسی کی ایک مثال قرآن کریم میں حضرت یعقوب علیہ السلام سے متعلق ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص لے کر قافلہ سرزمین مصر سے روانہ ہوا تو مصر سے چند ایام کی مسافت کی دوری پر موجود حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے صاحبزادہ کی خوشبو محسوس کرلی :

ولما فصلت العير قال ابوهم انى لاجد ريح يوسف لولا ان تفندون

(یوسف ۹۴)

(جب یہ قافلہ مصر سے روانہ ہوا تو ان کے باپ نے "کنعان میں کہا" میں یوسف کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں، تم لوگ کہیں یہ نہ کہنے لگو کہ میں بڑھاپے میں سٹھیا گیا ہوں۔)

حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو اس دور دراز مقام سے محسوس کرلی جہاں تک اگر سفر کیا جاتا تو کئی دنوں میں پورا ہوتا۔ یہ دائرہ حواس سے خارج ادراک حسی کے وجود کی جانب واضح اشارہ ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک معجزہ یہ بھی تھا کہ لوگ اپنے گھروں کے اندر کیا کھا رہے ہیں اور کیا جمع کر رکھا ہے، وہ اس کی خبر دے دیا کرتے تھے۔ قرآن اس

toobaa-elibrary.blogspot.com

کا ذکر کرتا ہے :

و انبئکم بما تاکلون و ما تدخرون فی بیوتکم (آل عمران ۹۲)

(میں تمہیں بتاتا ہوں کہ کیا تم کھاتے ہو اور کیا اپنے گھروں میں ذخیرہ کر کے رکھتے ہو۔)

یہ معجزہ ممکن ہے استشفاف ہو، جس سے اللہ نے اپنے رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نوازا ہو، اور دائرہ نگاہ سے خارج اور دور اشیاء کا ادراک ان کے لئے ممکن ہوگیا ہو، یہ بھی احتمال ہے کہ وہ ایک قسم کا الٰہی الہام ہو۔

حدیث، تاریخ صحابہ اور تصوف کی کتابوں میں دائرہ حواس سے خارج ادراک حسی کے نمونے ملتے ہیں، جنہیں صوفیاء کشف کے نام سے ذکر کرتے ہیں، مسلم شریف میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، آپؐ نے فرمایا: "رکوع اور سجدے مکمل کیا کرو، خدا کی قسم تم جب رکوع اور سجدے کرتے ہو تو اپنی پشت کے پیچھے میں تمہیں دیکھ رہا ہوتا ہوں" (۱) اور بخاری شریف میں ہے کہ رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا: "کیا تم لوگ میرا قبلہ دیکھ رہے ہو؟ خدا کی قسم تمہارا خشوع اور رکوع مجھ سے پوشیدہ نہیں ہے، میں اپنی پشت کے پیچھے تمہیں دیکھتا ہوں" (۲) پشت کے پیچھے رکوع و سجود کرتے ہوئے صحابہ کرام کو حضور علیہ السلام کا دیکھنا در حقیقت اسی استشفاف کی مثال ہے، قلبی پاکیزگی اور روحانی شفافیت کی

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ ج ۲ / صفحہ ۱۵۰، مطبوعہ مکتبہ مصریہ قاہرہ

(۲) فتح الباری شرح صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، حدیث نمبر ۴۱۸، جلد ۳ صفحہ ۲۷، مطبوعہ الکلیات الازہریہ ۱۹۷۸

toobaa-elibrary.blogspot.com

وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ان چیزوں کو دیکھنا ممکن ہوگیا جو آپ کی نگاہ کے سامنے نہ تھیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ ایک دن چند صحابہ کرام کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر جنت البقیع میں دو ایسی قبروں سے ہوا جن میں ابھی جلد ہی تدفین ہوئی تھی۔ آپ ٹھہر گئے اور فرمایا: یہاں کسے دفن کیا گیا ہے؟ صحابہ کرام نے بتایا کہ فلاں اور فلاں کو۔ لکن اے اللہ کے نبی! آپ یہ کیوں دریافت کر رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ان دونوں میں سے ایک شخص پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا، اور دوسرا چغل خوری کرتا تھا، پھر آپ نے ایک تر ٹہنی اٹھائی، اس کے دو ٹکڑے کئے اور دونوں قبروں پر ایک ایک ڈال دیا، صحابہ نے پوچھا: آپ نے ایسا کیوں کیا؟ فرمایا، تاکہ ان کے عذاب میں تخفیف ہوجائے، انہوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! کب تک انہیں عذاب ہوتا رہے گا؟ فرمایا: یہ غیب ہے، جس کا علم صرف اللہ کو ہے، اگر تمہارے دل آلودہ نہ ہوتے اور گفتگو زیادہ نہ کرتے تو تم بھی وہ کچھ سن لیتے جو میں سن رہا ہوں۔ (۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری جملہ یہ بتا رہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ باتیں سن لیں جو آپ کے ساتھ صحابہ کرام نہیں سن سکے، اور اس جانب بھی اشارہ ہے کہ ان چیزوں کو سن لینے کی قدرت انسان اپنے اندر پیدا کرسکتا ہے۔ اس طرح کہ اس کا دل دنیاوی مشاغل سے صاف ہو اور غیر مفید باتوں سے وہ دور رہتا ہو، حضرت حنظلہ اسیدی رضی اللہ عنہ، جو کاتبین وحی میں ہیں، فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا

---

(۱) سعید حوی، تربیتنا الروحیہ، مطبوعہ مکتبہ وھبہ قاہرہ، دوسرا ایڈیشن ۱۹۷۹ صفحہ ۱۵۱

toobaa-elibrary.blogspot.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم جب آپ کے پاس ہوتے ہیں، اور آپ جنت و دوزخ کا ذکر کرتے ہیں تو وہ ہماری نگاہوں کے سامنے محسوس ہوتے ہیں۔ لیکن جب ہم آپ کے پاس سے چلے جاتے ہیں، اور اپنے بال بچوں اور کھیت کھلیان میں مشغول ہوجاتے ہیں تو ان چیزوں کو بھول جاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کی قسم، میرے پاس تم لوگوں کی جو کیفیت ہوتی ہے۔ اگر ہمیشہ وہی کیفیت رہے تو فرشتے تمہارے گھروں اور راہوں میں تم سے مصافحہ کرنے لگیں۔ لیکن اے حنظلہ! ایسا کبھی کبھی ہوتا ہے۔ تین بار یہ جملہ آپ نے ارشاد فرمایا" یہ روایت مسلم اور ترمذی نے کتاب الرقائق میں ذکر کی ہے۔ (۱) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں قلب کی پاکیزگی اور روح کی صفائی اور یاد الہی کی جو کیفیت صحابہ کرام کی ہوتی ہے۔ اگر وہ کیفیت ہمیشہ ان کے اندر رہے تو فرشتوں کی رویت ان کے لئے ممکن ہوجائے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ مدینہ منورہ کے اندر ایک جمعہ کو وہ خطبہ دے رہے تھے، اچانک ٹھہر گئے اور زور سے آواز دی: اے ساریہ بن حصن! پہاڑ ... پہاڑ، جس نے بھیڑئے کو چرایا اس نے ظلم کیا۔ نماز ختم ہونے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس آواز کی وجہ پوچھی تو فرمایا: "میرے دل میں خیال آیا کہ مشرکین نے ہمارے بھائیوں کو شکست دے دی ہے، اور ان پر غالب آرہے ہیں، اور وہ پہاڑ کے پاس سے گزر رہے

---

(۱) حوالہ سابق، صفحہ ۱۵۱

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہیں ۔ اگر وہ پہاڑ کی طرف مڑیں تو ہلاک ہوجائیں گے ۔ اس وقت میری زبان سے وہ جملہ نکلا ۔ ایک ماہ بعد فتح کی خوشخبری لے کر قاصد آیا تو بتایا کہ مسلمانوں نے اس دن اور اسی لمحہ جب وہ پہاڑ سے گزر رہے تھے ۔ ایک آواز سنی جو حضرت عمر کی آواز کے مشابہ تھی ۔ کہہ رہی تھی : اے ساریہ بن حصن ! پہاڑ ...... پہاڑ ...... " وہ پہاڑ کی طرف لوٹ آئے ۔ اللہ نے انہیں روک دیا ۔ اور وہ کامیاب ہوگئے ۔ (۱)

بصری دھوکہ :

بصری دھوکہ غلط بصری ادراک کا نام ہے ۔ جو دیکھی ہوئی شئ کی حقیقت کے مطابق نہ ہو ۔ بصری دھوکہ کی کچھ قسمیں تو تمام لوگوں کے یہاں عام ملتی ہیں ۔ اور تقریبا یکساں طریقہ پر سبھوں کے ساتھ پیش آتی ہیں ۔ (۲) مثال کے طور پر بسا اوقات دور سے جب سراب پر نگاہ پڑتی ہے تو اس پر پانی کا گمان ہوجاتا ہے ۔ قرآن کریم نے کفار کے نیک اعمال کی عدم افادیت کی بلیغ تصویر کشی کرتے ہوئے سراب کا ذکر کیا ہے کہ قیامت کے دن ان کے اعمال بکھرے ہوئے ریزے ہوجائیں گے ۔ جیسے سراب ۔ جس پر دور سے دیکھنے والے پیاسے کو پانی کا گمان ہوتا ہے ۔ لیکن جب قریب آتا ہے تو کچھ بھی نظر نہیں آتا ۔

والذین کفروا اعمالھم کسراب بقیعۃ یحسبہ الظمان ماء حتی اذا جاءہ لم یجدہ شیئا و وجد اللہ عندہ فوفاہ حسابہ و اللہ سریع الحساب (نور ۳۹)

---

(۱) عباس محمود عقاد ۔ عبقریۃ عمر ۔ دارالکتاب العربی ۔ بیروت ۱۹۹۲ صفحہ ۷۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

(اس کے برعکس) جنہوں نے کفر کیا ان کے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے دشت بے آب میں سراب کہ پیاسا اس کو پانی سمجھے ہوئے تھا، مگر جب وہاں پہنچا تو کچھ نہ پایا، بلکہ وہاں اس نے اللہ کو موجود پایا، جس نے اس کا پورا پورا حساب چکا دیا، اور اللہ کو حساب لیتے دیر نہیں لگتی۔)

توجہ اور ادراک حسی پر اقدار و محرکات کی اثر انگیزی:

فرد کے محرکات اور اقدار اس کی توجہ اور ادراک پر اثر انداز ہوتے ہیں، متعدد جدید تجرباتی تحقیقات کے نتائج سے یہ ثابت ہوچکا ہے (۱) قرآن کریم نے ایک سے زائد مقامات پر اس حقیقت کی جانب اشارہ کیا ہے کہ ایمان کس طرح مومنین کو قرآنی آیات سننے کے لئے متوجہ اور تیار بنائے رکھتا ہے، اور انہیں آیات قرآنی کا شعوری ادراک اور دقیق فہم حاصل ہوتا ہے، جبکہ یہی آیات مشرکین کے اندر مذکورہ اثر پیدا نہیں کرتیں، ان کے سننے، سمجھنے اور ادراک کرنے سے وہ غافل رہتے ہیں، ذیل کی مثال میں قرآن اس غفلت کی تصویر کشی کرتے ہوئے بتاتا ہے کہ شرک اور عدم ایمان کی وجہ سے مشرکین کے حواس کس طرح اپنے کاموں سے محروم ہوجاتے ہیں:

و لقد ذرانا لجهنم كثيرا من الجن و الانس لهم قلوب لا يفقهون بها و لهم اعين لا يبصرون بها و لهم آذان لا يسمعون بها اولئك كالانعام بل هم اضل، اولئك

---

(۱) محمد عثمان نجاتی، حوالہ سابق صفحہ ۲۸۹۔۲۹۳

toobaa-elibrary.blogspot.com

هم الغافلون (اعراف ۱۷۹)

(اور یہ حقیقت ہے کہ بہت سے جن اور انسان ایسے ہیں جن کو ہم نے جہنم ہی کے لئے پیدا کیا ہے ان کے پاس دل ہیں مگر وہ ان سے سوچتے نہیں ان کے پاس آنکھیں ہیں مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں ان کے پاس کان ہیں مگر وہ ان سے سنتے نہیں وہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گئے گزرے، یہ وہ لوگ ہیں جو غفلت میں کھوئے گئے ہیں۔

قل هو للذين آمنوا هدى و شفاء و الذين لا يومنون فى آذانهم و قر وهو عليهم عمى اولئك ينادون من مكان بعيد (فصلت ۴۴)

(ان سے کہو یہ قرآن ایمان لانے والوں کے لئے تو ہدایت اور شفا ہے، مگر جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان کے لئے یہ کانوں کی ڈاٹ اور آنکھوں کی پٹی ہے، ان کا حال تو ایسا ہے جیسے ان کو دور سے پکارا جارہا ہو۔)

اولئك الذين لعنهم الله فاصمهم و اعمى ابصارهم (محمد ۲۳)

(یہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور ان کو اندھا اور بہرا بنادیا۔)

افانت تسمع الصم او تهدى العمى و من كان فى ضلال مبين (زخرف ۴۰)

(اب کیا اے نبی، تم بہروں کو سناؤ گے؟ یا اندھوں اور صریح گمراہی میں پڑے ہوئے لوگوں کو راہ دکھاؤ گے۔)

مثلهم كمثل الذى استوقد نارا فلما اضاء ت ماحوله ذهب الله بنورهم و تركهم فى ظلمات لا يبصرون، صم بكم عمى فهم لا يرجعون (بقره ۱۷-۱۸)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے آگ روشن کی اور جب اس نے سارا ماحول کو روشن کردیا تو اللہ نے ان کا نور بصارت سلب کرلیا اور انہیں اس حال میں چھوڑ دیا کہ تاریکیوں میں انہیں کچھ نظر نہیں آتا، یہ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں، یہ اب نہ پلٹیں گے ۔)

والذین کذبوا بایاتنا صم و بکم فی الظلمات (انعام ۳۹)

(مگر جو لوگ ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں وہ بے بہرے اور گونگے ہیں تاریکیوں میں پڑے ہوئے ہیں ۔)

افرایت من اتخذ الهه هواه و اضله اللّٰه علی علم و ختم علی سمعه و قلبه و جعل علی بصره غشاوة فمن یهدیه من بعد اللّٰه افلا تذکرون (جاثیه ۲۳)

(پھر کیا تم نے کبھی اس شخص کے حال پر غور کیا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا خدا بنالیا اور اللہ نے علم کے باوجود اسے گمراہی میں پھینک دیا اور اس کے دل اور کانوں پر مہر لگادی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا، اللہ کے بعد اب کون ہے جو اسے ہدایت دے ؟ کیا تم لوگ کوئی سبق نہیں لیتے ؟)

انک لا تسمع الموتی و لا تسمع الصم الدعا اذا ولوا مدبرین، و ما انت بهادی العمی عن ضلالتهم ان تسمع الا من یؤمن بایاتنا فهم مسلمون (نمل ۸۰-۸۱)

(تم مردوں کو نہیں سنا سکتے نہ ان بہروں تک اپنی پکار پہنچاسکتے ہو جو پیٹھ پھیر کر بھاگے جارہے ہوں اور نہ اندھوں کو راستہ بتاکر بھٹکنے سے بچاسکتے ہو، تم تو اپنی بات انہی لوگوں کو سناسکتے ہو جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں اور پھر

toobaa-elibrary.blogspot.com

فرمانبردار بن جاتے ہیں ۔)

ادراک پر محرکات کی اثر انگیزی کا نمونہ یہ بھی ہے کہ ادراک کے اندر کسی شئ کی حقیقت مسخ ہوجاتی اور بگڑ جاتی ہے ۔ انسان ایک خوبصورت چیز کو بدصورت محسوس کرنے لگتا ہے ، اور کبھی بد صورت شئ کو خوبصورت تصور کرنے لگتا ہے ۔ محرکات ، رجحانات اور خواہشات کی وجہ سے اداراک کے اندر پیدا ہوجانے والی بگاڑ و تحریف کو قرآن بیان کرتا ہے :

افمن زین له سؤ عمله فرآه حسنا (فاطر ۸)

(بھلاکچھ ٹھکانا ہے اس شخص کی گمراہی کا) جس کے لئے اس کا برا عمل خوشنما بنادیا گیا ہو اور وہ اسے اچھا سمجھ رہا ہو ۔)

تحلیل نفسی کی تحقیقات بتاتی ہیں کہ انسان ان امور کے عدم ادراک کا رجحان رکھتا ہے جو اس کے لئے پریشان کن اور تشویشناک ہوتے ہیں ، یا اس کی خواہشات و پسند کے خلاف ہوتے ہیں ، بلاشبہ مشرکین قریش اور بہتیرے یہود و نصاری رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے نئے دین کو پسند نہیں کرتے تھے ، کیونکہ اس دین کی اشاعت ان کے اقتدار و رسوخ کے لئے خطرہ تھی ، اس دین سے نفرت کی وجہ سے قرآنی آیات کو فہم و تدبر کے ساتھ سننے کے لئے نفسیاتی طور پر وہ تیار نہیں تھے ، نہ اس کے معانی کے ادراک اور تصدیق کے لئے عقلی طور پر تیار تھے ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

چوتھی فصل :

قرآن اور غور و فکر

ادراک حسی کے عمل میں انسان کے ساتھ حیوان بھی شریک ہوتا ہے ۔ لیکن انسان کو اللہ تعالی نے عقل کی ایسی صفت سے آراستہ کیا ہے جو اس کو حیوان سے ممتاز بناتی ہے ۔ انسان کے اندر غور و فکر کی صلاحیت ہے ۔ جس کی وجہ سے اشیاء اور واقعات کے اندر غور و تحقیق ۔ جزئیات سے کلیات کا استخراج ۔ اور مقدمات سے نتائج کا استنباط اس کے لئے ممکن ہوتا ہے ۔ غور و فکر کی قدرت ہی نے انسان کو عبادات کا مکلف بننے اور ارادہ و اختیار کی ذمہ داری اٹھانے کے لائق بنایا ۔ اور اسی امتیازی وصف کی وجہ سے زمین میں بار خلافت اس کے دوش پر ڈالا گیا ۔

زندگی کے ابتدائی مرحلہ میں ادراک حسی کی راہ سے جو معلومات بچہ اخذ کرتا ہے ۔ وہ اس عنصر کو تشکیل دیتے ہیں جس سے آئندہ غور و فکر کے اندر بچہ مدد لیتا ہے ۔ وہ ان معلومات کو اپنے حافظہ میں دوبارہ لاتا ہے ۔ ان کا تخیل کرتا ہے ۔ باہم ان کا موازنہ کرتا ہے ۔ اور نئے طریقہ سے ان کی تنظیم کرتا ہے جن سے نئی معلومات کی دریافت میں مدد ملتی ہے ۔ اور غور و فکر کے عمل سے حاصل ہونے والی نئی

toobaa-elibrary.blogspot.com

معلومات اس کے سابقہ ذخیرہ معلومات میں اضافہ کرتی ہیں۔ اس طرح ہمیشہ انسان قدیم معلومات کی تنظیم اور نئی معلومات و نئے حقائق کی دریافت کرتا رہتا ہے۔ تاریخ کے مختلف ادوار میں علمی تحقیق کی ترقی کی یہی بنیاد رہی ہے۔ اور نظریاتی و تطبیقی علوم کے اندر دائمی ترقی کا یہی سبب رہا ہے۔

اللہ تعالی نے انسان کو کائنات میں غور و فکر، مختلف کائناتی مظاہر کے مشاہدہ، اس کی کرشمہ سازیوں اور نظام محکم پر تدبر کی ہدایت دی ہے۔ اسی طرح مختلف علوم کے تمام میدانوں میں اللہ کے سنن و قوانین کی معرفت اور تحصیل علم کی ترغیب دی ہے۔ قرآن کریم میں ایک سے زائد مقامات پر غور و فکر، بحث و تحقیق اور حصول علم کی دعوت ملتی ہے:

قل سیروا فی الارض فانظروا کیف بدا الخلق (عنکبوت ۲۰)

(ان سے کہو کہ زمین میں چلو پھرو اور دیکھو کہ اس نے کس طرح خلق کی ابتداء کی ہے۔)

افلم یسیروا فی الارض فتکون لهم قلوب یعقلون بها او آذان یسمعون بها فانها لا تعمی الابصار و لکن تعمی القلوب التی فی الصدور (حج ۴۶)

(کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں ہیں کہ ان کے دل سمجھنے والے اور ان کے کان سننے والے ہوتے؟ حقیقت یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں مگر وہ دل اندھے ہوجاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔)

اولم ینظروا فی ملکوت السموات و الارض و ما خلق اللہ من شئی

toobaa-elibrary.blogspot.com

(اعراف ۱۸۵)

(کیا ان لوگوں نے آسمان و زمین کے انتظام پر کبھی غور نہیں کیا اور کسی چیز کو بھی جو خدا نے پیدا کی ہے آنکھیں کھول کر نہیں دیکھا۔)

قل انظروا ماذا فی السماوات و الارض (یونس ۱۰۱)

(ان سے کہو "زمین و آسمان میں جو کچھ ہے اسے آنکھیں کھول کر دیکھو۔)

افلا ینظرون الی لابل کیف خلقت و الی السماء کیف رفعت و الی الجبال کیف نصبت و الی الارض کیف سطحت فذکر انما انت مذکر (غاشیہ ۱۷۔۲۱)

(یہ لوگ نہیں مانتے) توکیا یہ اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ کیسے بنائے گئے؟ آسمان کو نہیں دیکھتے کہ کیسے اٹھایا گیا؟ پہاڑوں کو نہیں دیکھتے کہ کیسے جمائے گئے؟ اور زمین کو نہیں دیکھتے کہ کیسے بچھائی گئی؟ اچھا تو (اے نبی) نصیحت کئے جاؤ تم بس نصیحت ہی کرنے والے ہو۔)

ان فی خلق السماوات و الارض و اختلاف الیل و النھار و الفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس و ما انزل اللہ من السماء من ماء فاحیابہ الارض بعد موتھا و بث فیھا من کل دابـة و تصریف الریاح و السحاب المسخر بین السماء والارض لایات لقوم یعقلون (بقرہ ۱۶۴)

(اس حقیقت کو پہچاننے کے لئے اگر کوئی نشانی اور علامت درکار ہے تو) جو لوگ عقل سے کام لیتے ہیں ان کے لئے آسمانوں اور زمین کی ساخت میں رات اور دن کے پیہم ایک دوسرے کے بعد آنے میں، ان کشتیوں میں جو انسان کے نفع کی

toobaa-elibrary.blogspot.com

چیزیں لئے ہوئے دریاؤں اور سمندروں میں چلتی پھرتی ہیں، بارش کے اس پانی میں جسے اللہ اوپر سے برساتا ہے پھر اس کے ذریعہ سے مردہ زمین کو زندگی بخشتا ہے اور اپنے اسی انتظام کی بدولت زمین میں ہر قسم کی جاندار مخلوق کو پھیلاتا ہے، ہواؤں کی گردش میں، اور ان بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان تابع فرمان بنا کر رکھے گئے ہیں، بے شمار نشانیاں ہیں۔)

وھو الذی انزل من السماء ماء فاخرجنا به نبات کل شئی فاخرجنا منه خضرا نخرج منه حبا متراکبا و من النخل من طلعها قنوان دانیة و جنات من اعناب و الزیتون و الرمان مشتبها و غیر متشابه انظروا الی ثمره اذا اثمر و ینعه ان فی ذلکم لایات لقوم یؤمنون (انعام ۹۹)

(اور وہی ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا، پھر اس کے ذریعے سے ہر قسم کی نباتات اگائی، پھر اس سے ہرے ہرے کھیت اور درخت پیدا کئے، پھر ان سے تہ بر تہ چڑھے ہوئے دانے نکالے اور کھجور کے شگوفوں سے پھلوں کے گچھے کے گچھے پیدا کئے جو بوجھ کے مارے جھکے پڑتے ہیں، اور انگور، زیتون اور انار کے باغ لگائے جن کے پھل ایک دوسرے سے ملتے جلتے بھی ہیں، اور ہر ایک کی خصوصیات جدا جدا بھی ہیں۔ یہ درخت جب پھلتے ہیں تو ان میں پھل آنے اور پھر ان کے پکنے کی کیفیت ذرا غور کی نظر سے دیکھو، ان چیزوں میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں۔)

فلینظر الانسان الی طعامه انا صببنا الماء صبا ثم شققنا الارض شقا فانبتنا فیها

toobaa-elibrary.blogspot.com

حبا و عنبا و قضبا و زیتونا و نخلا وحدائق غلبا و فاکهة و ابا متاعا لکم و لانعامکم

(عبس۔ ۳۲۔ ۲۴)

(پھر ذرا انسان اپنی خوراک کو دیکھے ۔ ہم نے خوب پانی لنڈھایا، پھر زمین کو عجب طرح پھاڑا، پھر اس کے اندر اگائے غلے اور انگور اور ترکاریاں اور زیتون اور کھجور اور گھنے باغ اور طرح طرح کے پھل اور چارے تمہارے لئے اور تمہارے مویشیوں کے لئے سامان زیست کے طور پر۔)

یہ اور ان جیسی آیات میں زمین و آسمان، ساری مخلوقات اور تمام مظاہر کائنات میں غور و فکر، تدبر و تفکر اور علمی تحقیق کی واضح دعوت موجود ہے، صرف طبیعاتی مظاہر ہی کے اندر غور و فکر اور تحقیق علمی کی دعوت نہیں دی گئی ہے، بلکہ خود اپنی ذات، حیاتیاتی اور نفسیاتی تشکیل کے اسرار کے اندر بھی غور و تدبر کی دعوت دی گئی ہے، اور اس طرح انسان کو جسمانی عضویاتی، طبی اور نفسیاتی علوم کے میدانوں میں داد تحقیق دینے کی دعوت دی گئی ہے :

اولم یتفکروا فی انفسهم ما خلق اللّٰہ السموات و الارض و ما بینهما الا بالحق و اجل مسمی (روم ۸)

(کیا انہوں نے کبھی اپنے آپ میں غور و فکر نہیں کیا؟ اللہ نے زمین اور آسمانوں کو اور ان ساری چیزوں کو جو ان کے درمیان ہیں برحق اور ایک مدت مقرر ہی کے لے پیدا کیا ہے۔)

فلینظر الانسان مم خلق ، خلق من ماء دافق یخرج من بین الصلب و

toobaa-elibrary.blogspot.com

الترائب (طارق ۵-۷)

(پھر ذرا انسان یہی دیکھ لے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے ایک اچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے جو پیٹھ اور سینوں کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔)

سنریھم آیاتنا فی الآفاق و فی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق (فصلت ۳۵)

(عنقریب ہم ان کو اپنی نشانیاں آفاق میں بھی دکھائیں گے اور ان کے اپنے نفس میں بھی یہاں تک کہ ان پر یہ بات کھل جائے گی کہ یہ قرآن واقعی برحق ہے۔)

انسان کو غور و فکر کی دعوت قرآن نے کس اہتمام سے دی ہے ۔ اس کا اندازہ ان بہت ساری آیات سے ہوتا ہے جن کے آخر میں "کیا وہ نہیں سمجھتے " اور "کیا وہ غور نہیں کرتے " جیسے غور و تدبر اور تدکر کے الفاظ و عبارتیں وارد ہوئی ہیں۔

قرآن کریم نے حیات انسانی کے اندر غور و فکر کی اہمیت اور عقل و فکر استعمال کرنے والے انسان کی بلند مقامی بتائی ہے :

قل ھل یستوی الذین یعلمون و الذین لا یعلمون (زمر ۹)

(ان سے پوچھو کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے دونوں کبھی یکساں ہوسکتے ہیں۔)

اس کے برعکس عقل و فکر استعمال نہ کرنے والے انسان کو حیوان سے

toobaa-elibrary.blogspot.com

پست مرتبہ بتایا ہے :

ان شر الدواب عند اللّٰہ الصم البکم الذین لایعقلون (انفعال ۲۲)

(یقینا اللہ کے نزدیک بدترین قسم کے جانور وہ بہرے گونگے لوگ ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے ۔)

ام تحب ان اکثرھم یسمعون او یعقلون ان ھم الا کالانعام بل ھم اضل سبیلا (فرقان ۴۴)

(کیا تم سمجھتے ہو کہ ان میں سے اکثر لوگ سنتے اور سمجھتے ہیں ؟ یہ تو جانوروں کی طرح ہیں ، بلکہ ان سے بھی گئے گزرے ۔)

مشکلات کے حل میں غور و فکر کے مراحل

انسان کی زندگی میں بہت ساری مشکلات پیش آتی ہیں ، جن کے حل کی ضرورت ہوتی ہے ۔ جو سوال بھی انسان اپنے آپ سے کرتا ہے ، اور جواب نہیں پاتا ہے تو اس کو مشکل شمار کرتا ہے ، انسان اپنی زندگی میں عام طور پر بہت سارے ایسے مراحل کا سامنا کرتا ہے جو اس کے لئے مشکلات ہوتی ہیں ۔ مثلا وہ کسی مقررہ مقصد کے لئے تگ و دو کر رہا ہوتا ہے ، لیکن مقصد تک رسائی کی راہ اسے نہیں نظر آتی ہے ، یا کچھ رکاوٹیں راہ میں حائل ہوجاتی ہیں ، جب کسی درپیش مشکل کے حل کے لئے انسان غور و فکر کرتا ہے تو عموما وہ چند مقررہ مراحل سے گزرتا ہے ، ماہرین نفسیات نے ان مراحل کا مطالعہ و تجزیہ کیا ہے ، مشکلات کے حل میں غور و فکر

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے مراحل مختصرا درج ذیل ہیں :

اول: مشکل کے وجود کا احساس

(غور و فکر کی ابتدا کسی اہم مشکل کے وجود کے احساس سے ہوتی ہے۔ ایک طاقتور محرک مشکل کو حل کرنے پر اسے آمادہ کرتا ہے ، تاکہ مطلوبہ مقصد تک اس کی رسائی ہوجائے ۔ مشکل کا احساس غور و فکر کے عمل کا پہلا قدم ہے ۔

دوم : مشکل سے متعلق تفصیلات کا حصول

جب انسان کسی مشکل کے وجود کا احساس کرلیتا ہے تو ہر پہلو سے اس کا جائزہ لیتا ہے ، تاکہ اچھی طرح اس کو سمجھ سکے ، چنانچہ اس کے متعلق تمام تفصیلات و معلومات اکٹھی کرتا ہے ۔ پھر ان کا جائزہ لے کر مشکل سے مناسبت رکھنے والے امور کو باقی رکھ کر دیگر امور کو علاحدہ کرلیتا ہے ۔ یہ عمل مشکل کی توضیح اور فہم و تحدید میں معاون بنتا ہے ، اور اس کے حل کے لئے مفروضات وضع کرنے کی راہ ہموار کرتا ہے ۔

سوم :۔ مفروضات

موضوع سے متعلق معلومات و تفصیلات جمع کرنے کے دوران ذہن کے اندر مشکل کے حل کے لئے کچھ امکانی صورتیں ، کچھ مفروضات آتی ہیں ۔ مفروضہ مشکل کے مجوزہ حل کا نام ہے ۔

چہارم : مفروضات کی تحقیق

toobaa-elibrary.blogspot.com

غور کرنے والا کسی مشکل کے حل کے لئے کوئی مفروضہ قائم کرتا ہے تو عموماً اپنے پاس موجود تفصیلات و معلومات کی روشنی میں اس مفروضہ کی چھان بین اور تحقیق و تجزیہ کر کے یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ مشکل کے حل کی کتنی صلاحیت اس مفروضہ کے اندر ہے۔ اس عمل کے دوران کبھی اسے محسوس ہوتا ہے کہ مشکل سے متعلق موجودہ تفصیلات اور معلومات سے وہ مفروضہ جوڑ نہیں کھا رہا ہے، تو اس مفروضہ کو حل کے ناقابل سمجھ کر رد کرتا ہے۔ پھر دوسرا مفروضہ قائم کرتا ہے۔ اور وہی تحقیق و تجزیہ والا پہلا عمل دہراتا ہے۔ آخر کار اسے بھی رد کر دیتا ہے۔ بار بار کے عمل کے بعد کسی ایسے مفروضے تک رسائی ہوتی ہے جو قابل قبول اور مشکل سے متعلق معلومات و حقائق سے ہم آہنگ ہوتا ہے۔ اور اس کی نظر میں مشکل کو حل کرنے کے قابل ہوتا ہے۔

پنجم: مفروضہ کی صحت کی تحقیق

غیر مناسب مفروضات کو رد اور مناسب مفروضہ تک رسائی کے بعد انسان دوسری معلومات جمع کرتا ہے، اور نئے سرے سے جائزہ لے کر اور نئے تجربات کر کے اس مفروضہ کی صحت کی تحقیق کرتا ہے۔

یہ وہ مراحل ہیں جن کو مشکلات کے حل میں عام طور پر غور و فکر کے اندر اختیار کیا جاتا ہے۔ اپنی روز مرہ زندگی میں پیش آنے والی تمام مشکلات کے حل میں ہم انہی مراحل سے گزرتے ہیں۔ اسی طرح سائنسداں حضرات اپنی تجربہ گاہوں کے اندر سائنسی تجربات میں انہی مراحل کو اپناتے ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

البتہ معلومات اکٹھا کرنے ،ان کے اندراج اور تجزیہ و جائزہ کے اندر ان کے وسائل زیادہ باریک اور منضبط ہوا کرتے ہیں۔

قرآن کریم ہمارے سامنے ایک مثال لاتا ہے جو مشکلات کے حل میں اختیار کئے جانے والے مراحل کی واضح نشاندہی کرتی ہے ،حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں اس طریقہ کی تفصیل بتائی گئی ہے جسے غور و فکر کے اندر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا کر کائنات کے خالق عظیم و قدیر ہستی تک رسائی حاصل کی تھی(۱) :

واذ قال ابراهيم لابيه آزر اتتخذ اصناما آلهة انى اراک و قومک فى ضلال مبين ، و كذلک نرى ابراهيم ملكوت السماوات و الارض و ليكون من الموقنين ، فلما جن عليه اليل راى كوكبا قال هذا ربى فلما افل قال لا احب الآفلين ، فلما راى القمر بازغا قال هذا ربى فلما افل قال لئن لم يهدنى ربى لاكونن من القوم الضالين ، فلما راى الشمس بازغة قال هذا ربى هذا اكبر فلما افلت قال يقوم انى برئى مما تشركون ، انى وجهت وجهى للذى فطر السماوات و الارض حنيفا و ما انا من المشركين (انعام ۷۴-۷۹)

(ابراہیم کا واقعہ یاد کرو جب اس نے اپنے باپ آزر سے کہا تھا "کیا تو بتوں کو خدا بناتا ہے ؟ میں تو تجھے اور تیری قوم کو کھلی گمراہی میں پاتا ہوں " ابراہیم کو ہم اسی طرح زمین اور آسمان کا نظام سلطنت دکھاتے تھے اور اس لئے دکھاتے تھے کہ

---

(۱) علی عبد العظیم، فلسفة المعرفة فی القرآن الکریم، مجمع البحوث الاسلامیة، قاہرہ ۱۹۷۳، صفحہ ۲۲۲-۲۵۱

toobaa-elibrary.blogspot.com

وہ یقین کرنے والوں میں سے ہوجائے ، چنانچہ جب رات اس پر طاری ہوئی تو اس نے ایک تارا دیکھا ، کہا یہ میرا رب ہے ، مگر جب وہ ڈوب گیا تو بولا کہ ڈوب جانے والوں کا تو میں گرویدہ نہیں ہوں ، پھر جب چاند چمکتا نظر آیا تو کہا یہ ہے میرا رب ، مگر جب وہ بھی ڈوب گیا تو کہا اگر میرے رب نے میری رہنمائی نہ کی ہوتی تو میں بھی گمراہ لوگوں میں شامل ہوگیا ہوتا ، پھر جب سورج کو روشن دیکھا تو کہا یہ ہے میرا رب ، یہ سب سے بڑا ہے مگر جب وہ بھی ڈوبا تو ابراہیم پکار اٹھا ، اے برادران قوم ، میں ان سب سے بیزار ہوں جنہیں تم خدا کا شریک ٹھیراتے ہو ، میں نے یکسو ہوکر اپنا رخ اس ہستی کی طرف کرلیا جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا ہے ، اور میں ہرگز شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں ۔)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کی بت پرستی کی غلطی محسوس کی ، کیونکہ انسان خود ہی ان بتوں کو بناتا ہے ، پھر اپنے ہاتھوں سے بنائی ہوئی چیز کی وہ کیونکر عبادت کرتا ہے :

قال اتعبدون ما تنحتون (صافات ۹۵)

(اس نے کہا " کیا تم اپنی ہی تراشی ہوئی چیزوں کو پوجتے ہو ؟)

پھر ان بتوں کے اندر کوئی طاقت و قوت نہیں ہے تو کیونکر وہ صفات الوہیت رکھ سکتے ہیں ، اللہ تو طاقتور ، قدرت رکھنے والا ، کائنات میں فرمانروائی کرنے والا ، نعمتوں سے نوازنے اور رزق تقسیم کرنے والا ہوتا ہے :

قال افتعبدون من دون اللّٰہ ما لا ینفعکم شیئا و لا یضر کم (انبیاء ۶۶)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(ابراہیم نے کہا " پھر کیا تم اللہ کو چھوڑ کر ان چیزوں کو پوج رہے ہو جو نہ تمہیں نفع پہنچانے پر قادر ہیں نہ نقصان ۔)

بت پرستی کی غلطی اور الوہیت کے ان کے عدم استحقاق کے احساس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اندر ایک مشکل پیدا کردی ۔ جو بڑھتی ہی چلی گئی ۔ اور ان کی فکر پر چھاگئی ۔ وہ یہ کہ اس کائنات کا پروردگار کون ہے ؟

اس مشکل کے احساس نے ان کے اندر ایک طاقتور محرک کو پیدا کیا دیا جو کائنات کے خالق و مالک کی معرفت تک رسائی کے لئے غور و فکر پر انہیں آمادہ کرنے لگا ۔ اس محرک کے ظہور میں اللہ کی ہدایت و توفیق کے علاوہ ان کی فطرت سلیمہ ، پاکیزہ روح اور پختہ عقل نے بھی مدد کی ۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام معلومات و تفصیلات جمع کرنے کے مرحلہ میں آئے ، اور زمین و آسمان کے مختلف کائناتی مظاہر پر انہوں نے غور کرنا شروع کیا ، شاید کہ ان کے ذریعہ اللہ کی معرفت تک رسائی حاصل ہو ، چنانچہ ستارے ، چاند ، سورج اور آسمان و زمین کے دوسرے کائناتی مظاہر پر انہوں نے غور کیا ۔ درج ذیل قرآنی آیت سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے :

وکذلک نری ابراهیم ملکوت السماوات و الارض و لیکون من الموقنین

(انعام ۷۵)

(ابراہیم کو ہم اسی طرح زمین اور آسمانوں کا نظام سلطنت دکھاتے تھے اور اس لئے دکھاتے تھے کہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہوجائے ۔)

toobaa-elibrary.blogspot.com

مختلف کائناتی مظاہر سے متعلق معلومات کے جمع اور غور و فکر کے مرحلہ کے دوران حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چند مفروضات قائم کئے ۔جب رات چھاگئ اور تاریک آسمان پر جگمگاتا ہوا ستارہ نظر آیا ، تو انہوں نے پہلا مفروضہ قائم کیا ، جس کا حاصل یہ تھا کہ جگمگاتا ستارا ہی اللہ ہے ۔لیکن جب ستارہ زوال کا شکار ہوگیا اور ڈوب کر دوبارہ نہیں نکلا تو انہوں نے اس مفروضہ کو ناقابل سمجھ کر رد کردیا ، کیونکہ اللہ تو وہی ہوسکتا ہے جو برقرار رہنے والا ہو ، تغیرپذیر نہ ہو ، ہمیشہ موجود ہو ، زوال پذیر نہ ہو، جب رات کی سیاہی میں روشن چاند پر نظر پڑی تو ایک دوسرا مفروضہ قائم کرتے ہوئے چاند کو اللہ سمجھا ، پھر جب وہ بھی غائب ہوگیا تو اس مفروضہ کو بھی رد کردیا کہ صفات الوہیت کے قابل وہ نہیں ہے ۔جب سورج کو دیکھا کہ اس نے پوری دنیا کو اپنی روشنی اور حرارت سے بھردیا ہے ۔اور دیگر سیاروں سے اس کا حجم بھی بڑا ہے تو ایک اور مفروضہ قائم کیا ، اور کہا کہ سورج ہی خدا ہے ۔لیکن جب وہ بھی ڈوب گیا تو الوہیت کی عدم قابلیت کی وجہ سے اس مفروضہ کو بھی رد کردیا ۔ ان تمام مفروضات کو ناقابل سمجھتے ہوئے رد کرنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آخر میں ایک مفروضہ قائم کیا کہ اللہ وہ ہے جس نے تمام ستاروں ، آسمانوں ، زمین اور تمام مخلوقات کو پیدا کیا ، فرمایا :

انی وجهت وجهی للذی فطر السماوات و الارض حنیفا و ما انا من المشرکین (انعام ۷۹)

(میں نے تو یکسو ہو کر اپنا رخ اسی ہستی کی طرف کرلیا جس نے زمین اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

آسمانوں کو پیدا کیا ہے اور میں ہرگز شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں ۔)

بلاشبہ انہوں نے اس آخری مفروضہ کے اندر بھی کافی غور و فکر کیا ہوگا، اور کائناتی مظاہر سے متعلق بہت ساری دیگر تفصیلات پر بھی غور کیا ہوگا ، لیکن یہ مفروضہ کہیں بھی ٹکراتا ہوا نظر نہیں آیا ، بلکہ انہوں نے دیکھا کہ اللہ کی انوکھی و عجیب و غریب مخلوقات اور کائنات کا محکم نظام ایک طاقتور ، حکمت و قدرت والے خدا کے وجود کی دلیل ہیں ، جس نے اس کائنات اور باریک و محکم نظام کی پابند تمام مخلوقات کو پیدا کیا ۔ معرفت الٰہی تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رسائی کے قصہ کو بتانے والی ان آیات میں ہم دیکھتے ہیں کہ مشکلات کے حل میں غور و فکر کے مراحل کی کیسی واضح و دقیق تصویر کشی قرآن نے کی ہے ۔

غور و فکر کی غلطیاں :

غور و فکر میں غلطیاں بھی ہوتی ہیں ، بسا اوقات غور و فکر کی راہ میں کچھ رکاوٹیں حائل ہوجاتی ہیں ، جو عمل تفکیر کو اس کے صحیح ڈگر سے پھیر دیتی ہیں ، اور حقیقت تک رسائی میں رکاوٹ بن جاتی ہیں ، جب تفکیر کی متعدد رکاوٹیں انسان میں جمع ہوجاتی ہیں تو فکر کے اندر جمود پیدا ہوجاتا ہے ، اور جدید افکار و آراء قبول کرنے کی صلاحیت ختم ہوجاتی ہے ، جب انسان اس حالت کو پہنچ جاتا ہے تو زندگی میں تفکیر اپنی عظیم قیمت کھو بیٹھتی ہے ، پھر حق و باطل اور خیر و شر کے درمیان تمیز ، حقائق کی دریافت ، علوم کے حصول اور ترقی و کمال کے مدارج تک رسائی کے

toobaa-elibrary.blogspot.com

اپنے طبعی عمل کو وہ چھوڑ دیتی ہے ۔تفکیر کی قوت معطل ہونے کے بعد انسان اپنی جانوروں سے ممتاز کرنے والی امتیازی صفت کھو بیٹھتا ہے ۔ بلکہ مانند حیوان یا اس سے بھی گمراہ تر ہوجاتا ہے :

ام تحسب ان اکثرھم یسمعون او یعقلون ان ھم الا کالانعام بل ھم اضل سبیلا (فرقان ۴۴)

(کیا تم سمجھتے ہو کہ ان میں سے اکثر لوگ سنتے اور سمجھتے ہیں ؟ یہ تو جانوروں کی طرح ہیں ۔ بلکہ ان سے بھی گئے گزرے ۔)

فکری جمود کی اس حالت کو قرآن نے " دلوں پر مہر " یا " ٹھپہ " لگادینے یا " غلاف " میں یا " قفل " کے اندر بند کردینے سے تعبیر کیا ہے :

اولئک الذین طبع اللّٰہ علی قلوبھم و سمعھم و ابصارھم و اولئک ھم الغافلون (نحل ۱۰۸)

(یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں اور کانوں اور آنکھوں پر مہر لگادی ہے ۔ یہ غفلت میں ڈوب چکے ہیں ۔)

ختم اللّٰہ علی قلوبھم و علی سمعھم و علی ابصارھم غشاوۃ و لھم عذاب عظیم (بقرہ ۷)

(اللہ نے ان کے دلوں اور ان کے کانوں پر مہر لگادی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑگیا ہے ۔ وہ سخت سزا کے مستحق ہیں ۔)

کذلک یطبع اللّٰہ علی قلوب الذین لا یعلمون (روم ۵۹)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(اس طرح ٹھپہ لگا دیتا ہے اللہ ان لوگوں کے دلوں پر جو بے علم ہیں۔)

اولم یهد للذین یرثون الارض من بعد اهلها ان لو نشاء اصبناهم بذنوبهم و نطبع علی قلوبهم فهم لا یسمعون ، تلک القری نقص علیک من انبائها و لقد جاء تهم رسلهم بالبینات فما کانوا لیؤمنوا بما کذبوا من قبل کذلک یطبع اللّٰه علی قلوب الکافرین (اعراف ۱۰۰-۱۰۱)

(اور کیا ان لوگوں کو جو سابق اہل زمین کے بعد زمین کے وارث ہوتے ہیں، اس امر واقعی نے کچھ سبق نہیں دیا کہ اگر ہم چاہیں تو ان کے قصوروں پر انہیں پکڑ سکتے ہیں (مگر وہ سبق آموز حقائق سے تغافل برتتے ہیں) اور ہم ان کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں، پھر وہ کچھ نہیں سنتے، یہ قومیں جن کے قصے ہم تمہیں سنا رہے ہیں (تمہارے سامنے مثال میں موجود ہیں) ان کے رسول ان کے پاس کھلی کھلی نشانیاں لے کر آئے، مگر جس چیز کو وہ ایک دفعہ جھٹلا چکے تھے پھر اسے وہ ماننے والے نہ تھے۔ دیکھو اس طرح ہم منکرین حق کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں۔)

و جعلنا علی قلوبهم اکنة ان یفقهوه (اسراء ۴۶)

(اور ان کے دلوں پر ایسا غلاف چڑھا دیتے ہیں کہ وہ کچھ نہیں سمجھتے۔)

وقالوا قلوبنا فی اکنة مما تدعونا الیه و فی آذاننا وقر و من بیننا و بینک حجاب فاعمل اننا عاملون (فصلت ۵)

(کہتے ہیں " جس چیز کی طرف تو ہمیں بلا رہا ہے اس کے لئے ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں، ہمارے کان بہرے ہوگئے ہیں، اور ہمارے اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

تیرے درمیان ایک حجاب حائل ہوگیا ہے ۔ تو اپنا کام کر ۔ ہم اپنا کام کئے جائیں گے۔

و منهم من يستمع اليك وجعلنا على قلوبهم اكنـة ان يفقهوه وفي آذانهم وقر و ان يروا كل آيـة لايومنوا بها (انعام ۲۵)

(ان میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جو کان لگا کر تمہاری بات سنتے ہیں مگر حال یہ ہے کہ ہم ان کے دلوں پر پردے ڈال رکھے ہیں جن کی وجہ سے وہ اس کو کچھ نہیں سمجھتے اور ان کے کانوں میں گرانی ڈال دی ہے (کہ سب کچھ سننے پر بھی کچھ نہیں سنتے) وہ خواہ کوئی نشانی دیکھ لیں ۔ اس پر ایمان لاکر نہیں دیں گے ۔)

افلا يتدبرون القرآن ام على قلوب اقفالها (محمد ۲۴)

(کیا ان لوگوں نے قرآن پر غور نہیں کیا ۔ یا دلوں پر ان کے قفل چڑھے ہوئے ہیں ۔

قرآن کریم ان اہم عوامل کا تذکرہ کرتا ہے جو فکری جمود و تعطل پیدا کرتے ہیں ، حقیقت تک رسائی میں رکاوٹ بنتے ہیں ۔ اور صحیح فیصلہ کی قوت ختم کر دیتے ہیں ۔ ان عوامل میں قدیم افکار پر اصرار ، معلومات کی عدم فراہمی ۔ اور جذباتی و انفعالی جانب داری ہیں ۔

الف ۔ قدیم افکار پر اصرار :

پرانے خیالات اور رائج عرف و رواج پر اصرار فکری جمود پیدا کرنے اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

جدید افکار قبول کرنے کی راہ میں رکاوٹ بننے والا اہم ترین سبب ہے ۔ انسان عام طور پر ان چیزوں پر اصرار کا رجحان رکھتا ہے جو اس کے نزدیک مانوس رہی ہوں ، اور قبل سے ان کی عادت و رواج رہا ہو ۔ قدیم افکار و عادات سے دست کشی کے لئے جدوجہد ، ارادہ اور عزم کی ضرورت پیش آتی ہے ۔ اس طرح حق و باطل کے درمیان تمیز کی صلاحیت پیدا کرنے والی غیر جانب دارانہ اور تجزیاتی غور و فکر کی قدرت کی ضرورت ہوتی ہے ، یہ چیز بیشتر لوگوں کے لئے آسان نہیں ہوتی ہے ۔ قرآن کریم بتاتا ہے کہ تاریخ کے تمام ادوار میں بیشتر لوگ اپنے آباء و اجداد کے عقائد اور عبادات پر مصر رہتے ہیں ۔ انبیاء کے ذریعہ آنے والے عقیدہ توحید پر قدیم افکار و رواج اور عادات سے پوری طرح آزاد ہوکر غور کرنے کی قدرت ان کے اندر نہیں ہوتی ۔ آباء و اجداد کی تقلید اور ان کے افکار ، عادات اور رواج پر اصرار بیشتر لوگوں کے اندر فکری جمود پیدا کرنے کا اہم سبب ہوتا ہے ، ان سے دست کش ہو کر نئے دین توحید کو قبول کرنا آسان نہیں ہوتا ہے :

- قالوا اجئتنا لتلفتنا عما وجدنا علیه آبائنا (یونس ۷۸)

(انہوں نے جواب میں کہا "کیا تو اس لئے آیا ہے کہ ہمیں اس طریقے سے پھیر دے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے ۔)

بل قالوا انا وجدنا آبائنا علی امـة و انا علی آثارهم مهتدون ۔ وکذلک ما ارسلنا من قبلک فی قریة من نذیر الا قال مترفوها انا وجدنا آباء نا علی امة و انا علی آثارهم مقتدون (زخرف ۲۲ ۔ ۲۳)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(نہیں بلکہ یہ کہتے ہیں کہ ہم اپنے باپ دادا کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم انہی کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ اسی طرح تم سے پہلے ہم نے جس بستی میں بھی کوئی نذیر بھیجا۔ اس کے کھاتے پیتے لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم انہی کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔)

واذا قیل لھم تعالوا الی ما انزل اللّٰہ و الی الرسول قالوا حسبنا ما وجدنا علیہ آباءنا اولو کان آباؤھم لا یعلمون شیئا و لا یھتدون (مائدہ ۱۰۴)

(اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس قانون کی طرف جو اللہ نے نازل کیا ہے اور آؤ پیغمبر کی طرف تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ہمارے لئے تو بس وہی طریقہ کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، کیا یہ باپ دادا ہی کی تقلید کئے چلے جائیں گے خواہ وہ کچھ نہ جانتے ہوں اور صحیح راستہ کی انہیں خبر ہی نہ ہو۔)

واذا قیل لھم اتبعوا ما انزل اللّٰہ قالوا بل نتبع ما الفینا علیہ آباء نا اولو کان آباؤھم لا یعقلون شیئا و لا یھتدون (بقرہ ۱۷۰)

(ان سے جب کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو احکام نازل کئے ہیں ان کی پیروی کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اسی طریقے کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ اچھا اگر ان کے باپ دادا نے اپنی عقل سے کچھ بھی کام نہ لیا ہو اور رہ راست نہ پائی ہو تو کیا پھر بھی یہ انہی کی پیروی کئے چلے جائیں گے۔)

قالوا اجئتنا لنعبد اللّٰہ وحدہ و نذر ما کان یعبد آباؤنا (اعراف ۷۰)

(انہوں نے جواب دیا "کیا تو ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کہ اکیلے اللہ ہی

toobaa-elibrary.blogspot.com

کی عبادت کریں اور انہیں چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں ؟)

و اذا تتلی علیھم آیاتنا بینات قالوا ما ھذا الا رجل یرید ان یصدکم عما کان یعبد آباؤکم (سباء ۴۳)

(ان لوگوں کو جب ہماری صاف صاف آیات سنائی جاتی ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ "یہ شخص تو بس یہ چاہتا ہے کہ تم کو ان معبودوں سے برگشتہ کردے جن کی عبادت تمہارے باپ دادا کرتے آئے ہیں ۔)

چونکہ فکری جمود انسان کے لئے سب سے زیادہ ضرر رساں ہوتا ہے ، کیونکہ وہ انسان کو اس امتیازی وصف سے محروم کردیتا ہے جو اسے جانور سے ممتاز بناتا ہے ، جس کے بعد انسان جانور کی سطح پر بلکہ جانور سے بھی پست سطح پر اتر آتا ہے ، اس لئے قرآن نے افکار کو معطل کرنے والے قیود سے آزادی پر بڑا زور دیا ہے ۔ قرآن کریم نے ان مشرکین پر سخت تنقید کی ہے جو اپنے آباء و اجداد کے عقائد و افکار کی تقلید پر مصر رہتے ہیں ، اپنی عقل و فکر کو معطل کردیتے ہیں ، اور ہر نئی فکر کو کسی آزادانہ غور و فکر سے پہلے ہی ٹھکرا دیتے ہیں ، پیچھے گزر چکا ہے کہ زمین میں سیر و تفریح ، اور کائنات پر غور و فکر کرنے کی دعوت قرآن نے انسانوں کو دی ہے ، یہ دعوت دراصل عقل و فکر کی آزادی کی دعوت اور معرفت و علمی تحقیق کی وسعتوں میں پرواز کرنے کی ترغیب ہے ۔

قرآن نے لوگوں کو ان اوہام و خرافات سے بھی آزادی کی دعوت دی ہے ،

toobaa-elibrary.blogspot.com

جو فکر کو معطل اور حقیقت تک رسائی میں رکاوٹ بنتے ہیں ۔ دور جاہلیت میں اہل عرب میں بھی اونٹ و بکریوں سے متعلق کچھ توہمات رائج تھے ۔ جب مقررہ تعداد میں بچے ہوجاتے ، یا صرف مادہ بچے ہوتے یا نر و مادہ بچے ایک ساتھ ہوتے تو اپنے توہمات کے مطابق انہیں آزاد چھوڑ دیتے تھے ، یا ان کا دودھ نہیں پیتے تھے ۔ ان خرافات سے قرآن نے روکا : (۱)

ما جعل اللّٰہ من بحیرۃ و لا سائبۃ و لا وصیلۃ و لا حام و لکن الذین کفروا یفترون علی اللّٰہ الکذب و اکثرھم لا یعقلون (مائدۃ ۱۰۳)

(اللہ نے نہ کوئی بحیرہ مقرر کیا ہے ، نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حام ، مگر یہ کافر اللہ پر جھوٹی تہمت لگاتے ہیں اور ان میں سے اکثر بے عقل ہیں (کہ ایسے توہمات کو مان رہے ہیں)

ب : معلومات کی عدم فراہمی :

کسی موضوع پر درست غور و فکر انسان کے لئے کوئی آسان کام نہیں ہے ، جب تک کہ موضوع سے متعلق ضروری معلومات اور کافی تفصیلات فراہم نہ ہوں ، کسی صحیح نتیجہ تک پہنچنا بھی ان دلائل کے بغیر نہیں ہوسکتا جن سے اس نتیجہ کی صحت معلوم کی جاسکے ۔ غور و فکر ، تجزیہ اور نتائج و فیصلوں میں صحیح منطقی اصول و قواعد کی پابندی میں باہم لوگوں میں فرق ہوتا ہے ، علماء ، حکماء اور اصحاب دانش کسی

---

(۱) محمد البہی ، الاسلام فی حیاۃ المسلم ، ایڈیشن دوم ، مکتبہ وہبۃ قاہرہ ۱۹۷۳ صفحہ ۱۷۷ - ۱۷۹

toobaa-elibrary.blogspot.com

رائے یا فیصلہ کے اظہار میں بہت احتیاط سے کام لیتے ہیں، جب تک ان کے پاس واضح اور ٹھوس دلائل موجود نہ ہوں وہ فیصلہ صادر نہیں کرتے ۔ لیکن دوسرے بے شمار لوگ معلومات کی مکمل فراہمی کے بغیر ہی اظہار رائے میں عجلت برتتے ہیں اور فیصلہ کی تائید میں واضح دلائل سے واقفیت کے بغیر ہی فیصلہ دیتے ہیں۔ یہ معلومات کی عدم فراہمی اور واضح و ٹھوس دلائل کی غیر موجودگی ہی لوگوں کے درمیان پھیلی بیشتر فکری غلطیوں کا اہم سبب ہوتی ہے ۔قرآن نے بتایا ہے کہ کسی موضوع پر حقیقت تک رسائی کے لئے اس موضوع کی معرفت بہت اہمیت رکھتی ہے ۔جس چیز کا علم نہ ہو اس پر اظہار رائے سے قرآن نے منع کیا ہے ۔اسی طرح سی سنائی باتوں اور آراء کا جب تک خود علم نہ ہوجائے اور ان کی صحت کے واضح دالائل نہ فراہم ہوجائیں، ان کی اتباع سے منع کیا گیا ہے ۔

ولا تقف مالیس لک به علم ان السمع و البصر و الفؤاد کل اولئک کان عنه مسؤلا (اسراء ۳۶)

(کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمہیں علم نہ ہو ۔یقینا آنکھ ۔ کان اور دل سب ہی کی باز پرس ہونی ہے ۔)

ومن الناس من یجادل فی اللّٰه بغیر علم ولا ھدی و لا کتاب منیر (حج ۸)

(بعض لوگ ایسے ہیں جو علم کے بغیر اللہ کے بارے میں بحثیں کرتے ہیں اور ہر شیطان سرکش کی پیروی کرنے لگتے ہیں ۔)

و من الناس من یجادل فی اللّٰه بغیر علم و یتبع کل شیطان مرید (حج ۳)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(بعض اور لوگ ایسے ہیں جو کسی علم اور ہدایت اور روشنی بخشنے والی کتاب کے بغیر خدا کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔)

الذین یجادلون فی آیات اللّٰہ بغیر سلطان اتاھم کبر مقتا عند اللّٰہ وعند الذین الذین آمنوا کذلک یطبع اللّٰہ علی کل قلب متکبر جبار (غافر ۳۵)

(اور اللہ کی آیات میں جھگڑے کرتے ہیں بغیر اس کے کہ ان کے پاس کوئی سند یا دلیل آئی ہو، یہ رویہ اللہ اور ایمان لانے والوں کے نزدیک سخت مبغوض ہے۔ اسی طرح اللہ ہر متکبر و جبار کے دل پر ٹھپہ لگادیتا ہے۔)

ان الذین یجادلون فی سبیل اللّٰہ بغیر سلطان اتاھم ان فی صدورھم الا کبر ماھم ببالغیہ فاستعذ باللّٰہ انہ ھو السمیع البصیر (غافر ۵۶)

(حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ کسی سند و حجت و کے بغیر، جو ان کے پاس آئی ہو، اللہ کی آیات میں جھگڑ رہے ہیں ان کے دلوں میں کبر بھرا ہوا ہے، مگر وہ اس بڑائی کو پہنچنے والے نہیں ہیں جس کا وہ گھمنڈ رکھتے ہیں، بس اللہ کی پناہ مانگ لو، وہ سب کچھ دیکھتا اور سنتا ہے۔)

متعلقہ موضوع پر جب تمام اہم معلومات فراہم نہیں ہوتے ہیں، تو انسان گمان کا سہارا لیتا ہے، اور ایسے حل فرض کرلیتا ہے جن میں صحت اور غلطی دونوں کا احتمال ہوتا ہے، بیشتر اوقات انسان محض گمان کی بنیاد پر کوئی فیصلہ کردیتا ہے، اور اس گمان کی صحت پر دلیل موجود نہیں ہوتی ہے، آگے چل کر اپنے گمان کی غلطی واضح ہوتی ہے، اس لئے گمان حقیقت تک رسائی کا درست طریقہ نہیں ہے،

toobaa-elibrary.blogspot.com

ضروری ہے کہ نئی معلومات اور تفصیلات کی روشنی میں گمان کی صحت و عدم صحت کا تیقن کرلیا جائے ۔گمان اس مفروضہ کا نام ہے جس کے درست و نادرست دونوں ہونے کا امکان رہتا ہے۔:

وما یتبع اکثرھم الا ظنا ان الظن لا یغنی من الحق شیئا ان اللّٰہ علیم بما یفعلون (یونس ۳۶)

(حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ محض قیاس و گمان کے پیچھے چلے جارہے ہیں حالانکہ گمان حق کی ضرورت کو کچھ بھی پورا نہیں کرتا، جو کچھ یہ کر رہے ہیں اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔)

واذا قیل لھم ان وعد اللّٰہ حق و الساعۃ لا ریب فیھا قلتم ما ندری ما الساعۃ ان نظن الا ظنا و ما نحن بمستیقنین (جاثیہ ۳۲)

(اور جب کہا جاتا تھا کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے اور قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں تو تم کہتے تھے کہ ہم نہیں جانتے قیامت کیا ہوتی ہے ۔ہم تو بس ایک گمان سا رکھتے ہیں یقین ہم کو نہیں ہے۔) (۱)۔

اس لئے اپنی فکر میں گمانوں کے سہارے چلنا غلط ہے ۔گمان اکثر غلط ہوتا ہے اور حقیقت تک رسائی کا صحیح طریقہ نہیں ہوتا ہے ۔ پچھلی آیت میں ارشاد خداوندی:

ان یتبعون الا الظن و ان الظن لا یغنی من الحق شیئا۔

---

(۱) ظن کا لفظ قرآن کریم میں تین معنوں میں استعمال ہوا ہے: پہلا معنی غیر یقینی علم کا ہے جس کی صداقت راجح نہ ہو اس کی مثال درج ذیل قرآنی آیات ہیں:

و ان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللّٰہ ان یتبعون الا الظن وان ھم الا

toobaa-elibrary.blogspot.com

(وہ تو محض گمان پر چلتے ہیں، حالانکہ گمان حق کی ضرورت کو بالکل پورا نہیں کرتا۔)

یخرصون (انعام ۱۱۶)
(اور اے نبی! اگر تم ان لوگوں کی اکثریت کے کہنے پر چلو جو زمین میں بستے ہیں تو وہ تمہیں اللہ کے راستے سے بھٹکا دیں گے وہ تو محض گمان پر چلتے اور قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔

الا ان للّٰہ من فی السموات و من فی الارض و ما یتبع الذین یدعون من دون اللّٰہ شرکاء ان یتبعون الا الظن و ان ھم الا یخرصون (یونس ۶۶)
(آگاہ رہو! آسمانوں کے بسنے والے ہوں یا زمین کے، سب کے سب اللہ کے مملوک ہیں اور جو لوگ اللہ کے سوا کچھ اپنے (خود ساختہ) شریکوں کو پکار رہے ہیں وہ نرے وہم و گمان کے پیرو ہیں اور محض قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔

و قولھم انا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم رسول اللّٰہ و ما قتلوہ و ما صلبوہ و لکن شبہ لھم و ان الذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ ما لھم بہ من علم الا اتباع الظن و ما قتلوہ یقینا (نساء - ۱۵۷)
(اور خود کہا کہ ہم نے مسیح بن مریم، رسول اللہ کو قتل کر دیا ہے حالانکہ فی الواقع انہوں نے نہ اس کو قتل کیا نہ صلیب پر چڑھایا بلکہ معاملہ ان کے لئے مشتبہ کر دیا گیا، اور جن لوگوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا ہے وہ بھی دراصل شک میں مبتلا ہیں، ان کے پاس اس معاملہ میں کوئی علم نہیں ہے محض گمان ہی کی پیروی ہے، انہوں نے مسیح کو یقینا قتل نہیں کیا۔

فقال لہ فرعون انی لا ظنک یموسی مسحورا (اسراء ۱۰۱)
(جب موسیٰ ان کے یہاں آئے) تو فرعون نے یہی کہا تھا نا - کہ اے موسیٰ میں سمجھتا ہوں کہ تو ضرور ایک سحر زدہ آدمی ہے)

لعلی اطلع الی الہ موسی و انی لاظنہ من الکاذبین (قصص ۳۸)
(شاید کہ اس پر چڑھ کر میں موسیٰ کے خدا کو دیکھ سکوں میں تو اسے جھوٹا سمجھتا ہوں۔)

دوسرے معنی وہ غیر یقینی علم ہے جس میں خطا و صواب دونوں کا احتمال ہو، یہ مفروضہ ہوتا ہے جس کی تائید یا تردید کے لئے دلائل کی ضرورت ہوتی ہے، اس معنی میں - ظن - اس علمی مفروضہ کے مثل ہے جس پر عمل تفکیر کے مراحل پر گفتگو کے ضمن میں ہم بات کر چکے ہیں، اس مفہوم میں ظن کی مثال وہ دو آیتیں ہیں جو اوپر متن میں مذکور ہوئیں۔

تیسرے معنی وہ علم ہے جس کی صحت راجح ہو یا صحت کا یقین ہو، اس کی مثالیں درج ذیل آیات ہیں:

و استعینوا بالصبر و الصلاۃ و انھا لکبیرۃ الا علی الخاشعین الذین یظنون انھم ملاقو ربھم وانھم الیہ راجعون (بقرۃ ۴۵ - ۴۶)
(صبر اور نماز سے مدد لو، بیشک نماز ایک سخت مشکل کام ہے، مگر ان فرمانبرداروں کے لئے مشکل نہیں ہے

toobaa-elibrary.blogspot.com

کا یہی مفہوم ہے۔

کسی موضوع پر درست غور و فکر کے ذریعہ حقیقت تک رسائی کے لئے ضروری ہے کہ دقیق تجزیہ اور منظم علمی تحقیق (۱) کے ذریعہ موضوع پر وافر معلومات فراہم کرلی جائیں، ہم بتاچکے ہیں کہ غور و تحقیق پر قرآن نے کس قدر زور دیا ہے۔

جو سمجھتے ہیں کہ آخر کار انہیں اپنے رب سے ملنا اور اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔

قال الذین یظنون انهم ملاقوا الله کم من فئة قلیلة غلبت فئة کثیرة باذن الله و الله مع الصابرین (بقرة ۲۴۹)

لیکن جو لوگ یہ سمجھتے تھے کہ انہیں اللہ سے ملنا ہے، انہوں نے کہا: "بارہا ایسا ہوا ہے کہ ایک قلیل گروہ اللہ کے اذن سے ایک بڑے گروہ پر غالب آگیا ہے۔ اللہ صبر کرنے والوں کا ساتھی ہے۔

ورای المجرمون النار فظنوا انهم مواقعوها و لم یجدوا عنها مصرفا (کہف ۔ ۵۳)

(سارے گنہگار اس دن آگ دیکھیں گے اور سمجھ لیں گے کہ اب انہیں اس میں گرنا ہے اور وہ اس سے بچنے کے لئے کوئی جائے پناہ نہ پائیں گے۔

وضل عنهم ماکانوا یدعون من قبل و ظنوا مالهم من محیص (فصلت ۴۸)

اس وقت وہ سب معبود ان سے گم ہوجائیں گے جنہیں یہ اس سے پہلے پکارتے تھے اور یہ لوگ سمجھ لیں گے کہ ان کے لئے اب کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔

(۱) عقلی تجزیہ، غور و فکر مشاہدہ اور علمی تحقیق کی قرآنی ترغیب ان اہم عوامل میں شامل ہے جن سے مسلم عالم اور دانشوران نے اثر لیا اور علمی تحقیقات میں کارہائے نمایاں انجام دئے، اور جس نے مسلم مفکرین کو پوری کوشش و کاوش اور کھلی ہوئی آزادانہ عقل کے ساتھ حصول علم پر اس وقت آمادہ کیا جب اہل یورپ جہالت کی تاریکی میں پھنسے ہوئے تھے اسی اساس پر مسلمانوں کو علمی عروج حاصل ہوا، یورپ کی علمی بیداری کے ابتدائی دور میں یوروپی فکر کو صحیح راہ پر لگانے میں مسلمانوں کی علمی ترقی کا بڑا اثر تھا، مختلف علوم کے میدانوں میں مسلم مفکرین کی تحقیقات و تالیفات سے اہل یورپ نے استفادہ کیا، مسلمانوں کے منہج تحقیق کو انہوں نے اپنایا، جدید یوروپی بیداری سے پہلے عہد وسطی میں یورپ کی یونیورسٹیوں میں مسلم علماء کی کتابیں پڑھائی جاتی تھیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ج : جذباتی و انفعالی جانب داری :

انسان اپنے رجحانات ، انفعالات اور جذبات کی وجہ سے جانب دارانہ غلطی کا شکار ہوتا ہے ، علم النفس کی جدید تجرباتی تحقیقات نے بھی جذباتیت و انفعالیت سے پیدا ہونے والی فکری غلطی کا اعتراف کیا ہے ۔ اسی طرح ایک تجربہ میں کچھ طلبہ کے سامنے چند قیاسی دلائل پیش کئے گئے اور ان سے پوچھا گیا کہ قیاس کی بنیاد پر اختیار کئے گئے دونوں عنوانات سے نکلنے والا نتیجہ کیا منطقی ہے ؟ ان میں سے نصف دلائل زندگی کے عمومی امور سے متعلق تھے ۔ اور بقیہ نصف دلائل جذباتی مسائل سے تعلق رکھتے تھے ۔ اس تجربہ سے یہ اخذ کیا گیا ہے کہ جو دلائل زندگی کے عمومی امور سے تعلق رکھتے تھے اور انفعالی عنصر پیدا کرنے والے نہیں تھے ۔ ان میں غلطیوں کا تناسب کم تھا ، لیکن انفعالی امور سے متعلق دلائل میں غلطیاں زیادہ تھیں ۔ اس تجربہ سے یہ معلوم ہوا کہ انفعالی اور جذباتی عنصر فکر پر اثر انداز ہوتے ہیں اور جانب دارانہ رجحان پیدا ہوجاتا ہے ۔ (۱)

قرآن کریم سے واضح ہے کہ خواہشات انسان پر اثر انداز ہوتی ہیں اور اس کی فکر کو صحیح راہ سے ہٹا دیتی ہیں ۔ اس کے بعد خیر و شر ، حق و باطل اور ہدایت و گمراہی کا امتیاز باقی نہیں رہتا ۔

فان لم یستجیبوا لک فاعلم انما یتبعون اھوائھم و من اضل ممن اتبع ھواہ بغیر ھدی من اللہ (قصص ۵۰)

---

(۱) محمد عثمان نجاتی ، حوالہ سابق صفحہ ۳۷۳ ۔ ۳۷۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

(اب اگر وہ تمہارا یہ مطالبہ پورا نہیں کرتے تو سمجھ لو کہ دراصل یہ اپنی خواہشات کے پیرو ہیں۔ اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا جو خدائی ہدایت کے بجائے بس اپنی خواہشات کی پیروی کرے۔)

یا داؤد انا جعلناک خلیفة فی الارض فاحکم بین الناس بالحق و لا تتبع الهوی فیضلک عن سبیل الله (ص ۲۶)

(اے داؤد، ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔ لہذا تو لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ حکومت کر اور خواہش نفس کی پیروی نہ کر کہ وہ تجھے اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی۔)

فلا تتبعوا الهوی ان تعدلوا (نساء ۱۳۵)

(لہذا اپنی خواہشات نفس کی پیروی میں عدل سے ہٹ نہ جاؤ۔)

افرایت من اتخذ الهه هواه و اضله الله علی علم و ختم علی سمعه و قلبه و جعل علی بصره غشاوة فمن یهدیه من بعد الله افلا تذکرون (جاثیه ۲۳)

(پھر کیا تم نے کبھی اس شخص کے حال پر بھی غور کیا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا خدا بنالیا اور اللہ نے علم کے باوجود اسے گمراہی میں پھینک دیا اور اس کے دل اور کانوں پر مہر لگادی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ اللہ کے مقابلہ اب اور کون ہے جو اسے ہدایت دے؟ کیا تم لوگ کوئی سبق نہیں لیتے۔)

ان هی الا اسماء سمیتموها انتم و آباؤکم ما انزل الله بها من سلطان ان یتبعون الا الظن و ما تهوی الانفس و لقد جاء هم من ربهم الهدی (نجم ۲۳)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(دراصل یہ کچھ نہیں ہیں مگر بس چند نام جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں۔ اللہ نے ان کے لئے کوئی سند نازل نہیں کی۔ حقیقت یہ ہے کہ لوگ محض وہم و گمان کی پیروی کر رہے ہیں اور خواہشات نفس کے مرید بنے ہوئے ہیں، حالانکہ ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس ہدایت آچکی ہے۔)

بل اتبع الذین ظلموا اھوائھم بغیر علم (روم ۲۹)

(مگر یہ ظالم بے سمجھے بوجھے اپنے تخیلات کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔)

خواہش کی پیروی، نفسیاتی رجحانات کا اثر اور انفعالیت فیصلہ و رائے میں انسان کو جانب دار بنادیتی ہے، اس کے نتیجہ میں عموماً فکری غلطی ہوجاتی ہے، اس لئے حقیقت کی یافت کے لئے ضروری ہے کہ سوچنے والا اپنے رجحانات، انفعالیت اور تعصب سے آزاد ہو، کیونکہ یہ عناصر سوچنے کے سانچوں کو حقیقت سے دور کردیتے ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

پانچویں فصل :

قرآن اور تعلم

اللہ کی حکمت و عنایت نے ادراک حسی اور فکر کی نعمت کے علاوہ تعلم اور معرفت علوم اور ہنر و صفت سیکھنے کی فطری استعداد سے بھی انسان کو نوازا ہے ۔ جس کی وجہ سے زمین پر زندگی اور تعمیر ارضی کی ذمہ داری اٹھانے اور اپنی صلاحیت و استعداد کو فروغ دے کر کمال انسانی کے مقام پر فائز ہونے کی قدرت بھی اس کے اندر پیدا ہوگئی ہے ۔

علم کے ذرائع :

انسان علم اور معرفت کا حصول دو بنیادی سرچشموں سے کرتا ہے ۔ ایک الٰہی سرچشمہ اور دوسرا انسانی سرچشمہ ۔ علم کی یہ دونوں قسمیں مکمل ہیں ۔ اور دونوں بنیادی طور پر اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ سے وابستہ ہیں ۔ جس نے انسان کی تخلیق کی ۔ اور اسے اکتساب علم و ادراک کے وسائل و آلات سے آراستہ کیا (۱) سرچشمہ الوہی سے حاصل ہونے والے علم سے ہماری مراد علم کی وہ قسم ہے جو وحی ۔ الہام یا رویائے صادقہ کے ذریعہ براہ راست اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے ہمارے پاس آتی ہیں ۔

---

(۱) عبدالفتاح جلال من الاصول التربویۃ فی الاسلام ۔ المرکز الدولی للتعلیم الوظیفی للکبار فی العلم العربی ۔ جمہوریہ مصر ۔ ۱۹۷۷ صفحہ ۹۳

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور انسانی سرچشمہ سے حاصل ہونے والے علم سے مراد وہ علم ہے جو زندگی میں ذاتی تجربات، تلاش و تحقیق کی ذاتی محنت، درپیش مشکلات کے حل کے لئے کاوش و غلطی سے، یا والدین اور تعلیمی اداروں کی تعلیم و تربیت سے یا علمی تحقیق کے لئے کی جانی والی کوشش سے انسان کو حاصل ہوتا ہے۔

اس فصل میں ہم انسانی سرچشمہ سے حاصل ہونے والے علم پر گفتگو کریں گے، الوہی سرچشمہ سے حاصل ہونے والے علم پر گفتگو آئندہ فصل میں کی جائے گی۔

زبان کی تعلیم:

سب سے عظیم نعمت جس سے اللہ نے انسان کو نوازا اور جس کے ذریعہ اسے حیوان سے ممتاز بنایا ہے، وہ زبان سیکھنے کی صلاحیت ہے۔ زبان، تفکر، اکتساب معرفت اور تحصیل علم میں انسان کا بنیادی آلہ ہے، مفاہیم کے رموز ہونے کی حیثیت سے زبان نے انسان کو اس لائق بنایا ہے کہ رمزی طریقہ سے اپنی فکر کے اندر تمام مفاہیم کو وہ اخذ کر سکے، اس وجہ سے علم و فن اور صنعت کے میدانوں میں موجودہ حیرت انگیز کارہائے نمایاں انجام دیئے جاسکے ہیں۔

پستانی جانور بھی مفاہیم اخذ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، جدید ماہرین نفسیات کی تحقیقات بتاتی ہیں کہ مختلف شکلوں کے ہندسوں میں سے مثلث شکل والے ہندسہ کا معینہ جواب پستانی جانور دے سکتے ہیں جو اس بات کی دلیل ہے

toobaa-elibrary.blogspot.com

کہ حیوان مثلث کا مفہوم بتاسکتے ہیں۔ البتہ مثلث کے مفہوم کی طرف اشارہ کرنے والے کسی " لفظ " کو وہ نہیں سیکھ سکتے۔ چھوٹے بچے بھی زبان سیکھنے سے پہلے جانور کی طرح مفاہیم کو بتاسکتے ہیں۔ قبل اس کے ان مفاہیم کو بتانے والے الفاظ وہ سیکھیں (۱) لیکن جب بچہ زبان سیکھنا شروع کرتا ہے تو جلد ہی کچھ الفاظ وہ یاد کرلیتا ہے جن کے ذریعہ اپنی فکر کے اندر مختلف مفاہیم کو بآسانی اخذ کرلیتا ہے۔ اس طرح ماضی و مستقبل کے متعلق سوچنے، نئی چیزوں کو سیکھنے، اشیاء کے درمیان تعلقات پہچاننے، اصول و قوانین کے استنباط اور نئی تحقیق و تلاش کی صلاحیت اس کے اندر پیدا ہوجاتی ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کو زبان کی تعلیم:

انسانی زندگی میں زبان کی عظیم اہمیت اور سیکھنے اور سمجھنے میں انسان کی دائمی ترقی میں اس کے کردار کی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام کو سب سے پہلے تمام اشیاء کے ناموں کی تعلیم دی گئی:

وعلم آدم الاسماء کلھا ثم عرضھم علی الملائکۃ فقال انبؤنی باسماء ھولاء ان کنتم صادقین قالوا سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم قال یا آدم انبئھم باسما سمائھم فلما انبائھم باسمائھم قال الم اقل لکم انی اعلم غیب السماوات و الارض و اعلم ما تبدون و ما کنتم تکتمون (بقرہ ۳۱-۳۳)

---

(۱) محمد عثمان نجاتی، حوالہ سابق، صفحہ ۲۵۸

toobaa-elibrary.blogspot.com

(اس کے بعد اللہ نے آدم کو ساری چیزوں کے نام سکھائے پھر انہیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا اگر تمہارا خیال صحیح ہے (کہ کسی خلیفہ کے تقرر سے انتظام بگڑ جائے گا) تو ذرا ان چیزوں کے نام بتاؤ " انہوں نے عرض کیا " نقص سے پاک تو آپ ہی کی ذات ہے ہم تو بس اتنا ہی علم رکھتے ہیں جتنا آپ نے ہم کو دے دیا ہے، حقیقت میں سب کچھ جاننے اور سمجھنے والا آپ کے سوا کوئی نہیں " پھر اللہ نے آدم سے کہا " تم انہیں ان چیزوں کے نام بتاؤ " جب اس نے ان کو ان سب کے نام بتادئے تو اللہ نے فرمایا: " میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی وہ ساری حقیقتیں جانتا ہوں جو تم سے مخفی ہیں جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو وہ بھی مجھے معلوم ہیں اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اسے بھی میں جانتا ہوں۔)

اشیاء کے نام انہوں نے سیکھے، یعنی " وہ کلمات " سیکھے جو اپنے مفاہیم اور کلی معانی کی جانب اشارہ کرتے ہیں، ہم جب حیوانات کے ایک مخصوص مجموعہ کے لئے " گھوڑا " کا لفظ بولتے ہیں تو ایسا لغوی اشارہ ہم استعمال کرتے ہیں جو ایک خاص مفہوم یا کلی معنی پر دلالت کرتا ہے، جس کا انطباق تمام گھوڑوں پر ہوتا ہے، اس طرح ہم سمجھ سکتے ہیں کہ اللہ کا قول " اللہ نے آدم علیہ السلام کو ساری چیزوں کے نام سکھائے " کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے آدم علیہ السلام کو زبان سکھائی جس سے وہ تمام اشیاء کے نام لیتے تھے۔ یعنی انہیں وہ نام بتائے جو مفاہیم کی جانب اشارہ کرتے ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

سیکھنا" نام " ہے جو ایک مخصوص مفہوم یعنی ان تمام صفات اور خصائص کی معرفت کو بتاتا ہے جن میں اس مفہوم کے تحت آنے والی نوع کے تمام افراد شامل ہوتے ہیں ، جب ہم لفظ " گھوڑا " بولنا سیکھتے ہیں تاکہ اس لفظ سے تمام گھوڑوں کی جانب اشارہ کریں تو اس میں یہ بات بھی شامل ہوتی ہے کہ ہم یہ سیکھ چکے ہیں کہ وہ تمام گھوڑے جنہیں ہم نے دیکھا ہے ، مخصوص صفات کے اندر مشترک ہیں ۔اس لئے قول الٰہی " اللہ نے آدم کو ساری چیزوں کے نام سکھائے " سے ہم یہ بھی سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالٰی نے انہیں ان اشیاء کی صفات ، خواص اور افعال بھی سکھائے (۱)

تعلم کے جس عمل سے ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام گزرے ۔آپ کے بعد آپ کی ذریت کے سارے افراد اس سے گزرتے ہیں ۔انسان اپنے بچپن سے مشاہدہ کرتا ہے کہ کچھ چیزیں بعض خصوصیات میں باہم مشابہ ہوتی ہیں ۔اور دوسری خصوصیات میں باہم مختلف ۔انسان اپنے گرد و پیش کی تمام اشیاء کا ادراک اس طور پر نہیں کرسکتا کہ ہر شیَ اپنی جگہ مستقل و علاحدہ ہو ، بلکہ ان بہت ساری اشیاء کے ادراک کو بسیط بنا کر بعض خصوصیات میں مشترک اشیاء کو ایک مخصوص نوع یا مجموعہ قرار دے کر ان کا ایک مقررہ مفہوم بنالیتا ہے ۔ اور ان کے لئے ایک مخصوص نام طے کرلیتا ہے ۔اس نام سے اس نوع کے تمام افراد کو مخاطب کرتا ہے ۔ اس طرح انسان اشیاء کی پیچیدگی اور کثرت کو قلیل بنانے کے لئے اشیاء کی تقسیم بندی

---

(۱) علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں : اللہ نے انہیں تمام اشیاء ان کی ذات ، صفات اور افعال سکھائے ۔تفسیر ابن کثیر ۲/ ۷۵

toobaa-elibrary.blogspot.com

کرتا جاتا ہے ، اور چند اشیاء کے لئے ایک مفہوم طے کر کے اس مفہوم کو بتانے والا ایک " نام " مقرر کرلیتا ہے ، زبان سیکھنے کی قدرت نے مفاہیم کی تشکیل ، فکری عمل میں ان کے استعمال اور نئی معلومات کی تعلیم میں انسان کی مدد کی ۔ (۱) تفکیر میں مفاہیم کے استعمال اور ان مفاہیم کی جانب اشارہ کرنے کے لئے رموز کے بطور الفاظ کے استعمال کے ذریعہ رمزی طریقہ پر تمام اشیاء کا ادراک انسان کے لئے ممکن ہوسکا ، اسی طرح تحلیل و ترکیب ، موازنہ و تمیز ، تعلقات کی دریافت اور اصول و قوانین کے استخراج کے عمل کی صلاحیت نے تیز رفتار پر علمی تحقیق و ترقی میں انسان کی مدد کی ۔

انسان کی زندگی میں سیکھنے کی اہمیت کے اظہار کے لئے قرآن کریم کی نازل ہونے والی سب سے پہلی سورت میں پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے ، انسان پر اللہ کے فضل کی جانب اشارہ کیا گیا ہے کہ انسان کو زبان کے سیکھنے ، پڑھنے ، لکھنے ، تحصیل علم اور صنعت سازی کی صلاحیت ، ہدایت اور ایمان اور بہت ساری ان چیزیں سے آراستہ کیا جن سے پہلے وہ ناآشنا تھا ، ارشاد ہے :

اقرا باسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق اقرا و ربک الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان ما لم یعلم (علق ۱۔۵)

(پڑھو اے نبی ، اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا ، جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے انسان کی تخلیق کی ، پڑھو اور تمہارا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا ۔ انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا ۔)

---

(۱) محمد عثمان نجاتی ، حوالسابق صفحہ ۲۵۸

toobaa-elibrary.blogspot.com

زبان کے تعلم اور مافی الضمیر کے اظہار میں اس کے استعمال کی قدرت کے ذریعہ جانوروں سے انسان کے امتیاز کو سراہتے ہوئے قرآن کہتا ہے :

خلق الانسان علمه البیان (رحمن ۲-۳)

اسی نے انسان کو پیدا کیا اور اسے بولنا سکھایا۔

فیصلہ اور اختیار کی صلاحیت:

اللہ تعالی نے ابا آدم اور اما حوا علیہما السلام کو زندگی کے بعض مفید عمل کی بھی تعلیم دی، جو مادہ اور روح سے تشکیل کردہ ان کی طبعی ساخت اور روح و جسم کے مطالب کے درمیان پیدا ہونے والی کشمکش سے ہم آہنگ ہو، چنانچہ اللہ تعالی نے انہیں فیصلہ اور اختیار و انتخاب کی صلاحیت دی، اور اپنے انتخاب و فیصلہ کی ذمہ داری ان کے دوش پر ڈالی، وہ اس طرح کہ انہیں درخت کے قریب جانے سے منع فرمایا :

و قلنا یا آدم اسکن انت و زوجک الجنه و کلا منها رغدا حیث شئتما و لا تقربا هذه الشجره فتکونا من الظالمین فازلهما الشیطان عنها فاخرجهما مما کانا فیه و قلنا اهبطوا بعضکم لبعض عدو و لکم فی الارض مستقر و متاع الی حین، فتلقی آدم من ربه کلمات فتاب علیه انه هو التواب الرحیم (بقره ۳۵-۳۷)

(پھر ہم نے آدم سے کہا کہ "تم اور تمہاری بیوی، دونوں جنت میں رہو اور یہاں بفراغت جو چاہو کھاؤ مگر اس درخت کا رخ نہ کرنا، ورنہ ظالموں میں شمار ہوگے،

toobaa-elibrary.blogspot.com

آخر کار شیطان نے ان دونوں کو اس درخت کی ترغیب دے کر ہمارے حکم کی پیروی سے ہٹادیا اور انہیں اس حالت سے نکلوا کر چھوڑا جس میں وہ تھے ، ہم نے حکم دیا کہ " اب تم سب یہیں سے اتر جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمہیں ایک خاص وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور وہیں گزر بسر کرنا ہے ۔اس وقت آدم نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ کر توبہ کی ، جس کو اس کے رب نے قبول کرلیا کیونکہ وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے ۔)

واضح بات ہے کہ حضرت آدم و حضرت حوا علیہما السلام کی تربیت اور آئندہ زمین پر زندگی گزارنے کی تیاری کے لئے یہ تعلیم ضروری تھی ۔ اللہ کے علم میں پہلے سے وہ طے شدہ تھا ، زمین کی زندگی میں انہیں بہت سارے ایسے مواقع کا سامنا کرنا تھا جن میں ایک موقف اپنانے ، کوئی فیصلہ کرنے اور متعدد متبادل میں سے کسی ایک صورت کو اختیار کرنے کی ضرورت تھی ۔ اور اپنے اختیار و فیصلہ کی ذمہ داری بھی ان ہی کے سر آتی تھی ۔

قرآن میں تعلم کے طریقے :

انسان مختلف طریقوں سے سیکھتا ہے ۔ کبھی نقل و تقلید سے سیکھتا ہے ۔ بچے عام طور پر اپنے والدین کی نقل کرتے ہیں ، اور بہت ساری عادات و طرز عمل ان سے ہی سیکھتے ہیں ، عملی تجربہ ، کوشش اور غلطی کے ذریعہ بھی انسان مشکلات

toobaa-elibrary.blogspot.com

زندگی کے مفید اور امور معاش میں نفع بخش حل سیکھتا ہے اور تفکیر و عقلی استدلال کی راہ سے بھی وہ سیکھتا ہے۔

نقل و تقلید:

زندگی کے بالکل ابتدائی مرحلہ میں انسان بہت ساری عادات اور طرز عمل اپنے والدین اور بھائیوں کی تقلید و نقل کر کے سیکھتا ہے۔ مثلاً زبان سیکھنے کے عمل میں والدین اور بھائی وغیرہ جو آواز اور صوتی ٹکڑے بار بار بچہ کے سامنے دہراتے ہیں۔ ان کی نقل کر کے بچہ زبان سیکھتا ہے۔ اسی طرح ماں باپ اور بھائی بہن بچوں کو کھڑا کرتے اور پاؤں و پنڈلی کو حرکت دینا اور چلانا سکھاتے ہیں جن سے بچہ چلنا سیکھتا ہے۔ اسی طرح اپنے افراد خاندان کی تقلید و نقل کر کے بہت ساری عادات اور افعال انسان سیکھتا ہے۔

قرآن ایک مثال سے واضح کرتا ہے کہ تقلید کے ذریعہ کس طرح انسان سیکھتا ہے۔ وہ بتاتا ہے کہ جب قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا اور سمجھ میں نہیں آیا کہ اپنے بھائی کی لاش کے ساتھ کیا معاملہ کرے تو اللہ تعالیٰ نے ایک کوا بھیجا جس نے زمین کھود کر دوسرے مردہ کوے کو اس میں دفن کر دیا۔ یہ دیکھ کر قابیل نے اپنے بھائی کی لاش چھپانے کا طریقہ سیکھا:

فبعث اللّٰہ غرابا یبحث فی الارض لیریہ کیف یواری سوأۃ أخیہ قال یویلتی اعجزت ان اکون مثل ھذا الغراب فاواری سوأۃ اخی فاصبح من النادمین (مائدہ ۳۱

toobaa-elibrary.blogspot.com

، پھر اللہ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کھودنے لگا تاکہ اسے بتائے کہ اپنے بھائی کی لاش کیسے چھپائے یہ دیکھ کر وہ بولا " افسوس مجھ پر! میں اس کوے جیسا بھی نہ ہوسکا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپانے کی تدبیر نکال لیتا۔ اس کے بعد وہ اپنے کئے پر بہت پچھتایا۔)

چونکہ انسان تقلید کا رجحان رکھتا ہے اور تقلید کے ذریعہ بہت کچھ سیکھتا ہے اس لئے تعلیم و تربیت کے اندر اسوہ حسنہ اور عمدہ نمونہ کی بہت اہمیت ہے ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کے لئے اسوہ حسنہ اور بہترین آئیڈیل تھی ۔ صحابہ آپ سے عبادات کے طریقے سیکھتے ۔ وہ آپ کو وضو کرتے ، نماز پڑھتے اور شعائر حج ادا کرتے دیکھتے پھر اس طرح خود بھی عمل کرتے ۔ حضرت ابو حازم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر نماز ادا کی ۔ نماز سے فارغ ہو کر لوگوں کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا : لوگو! میں نے ایسا اس لئے کیا تاکہ تم میری اقتداء کرو اور مجھ سے نماز سیکھو " ۔ (۱) صحابہ کرام رضی اللہ عنھم آپ علیہ السلام کی ذات قدوہ حسنہ سے نہ صرف شعائر عبادات سیکھتے بلکہ حسن کردار ، مکارم اخلاق اور عام انسانی معاملات کے آداب بھی سیکھتے ۔ قرآن نے ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور ان سے سیکھنے کی ہدایت دی ہے :

لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجو اللّٰہ و الیوم الاخر و

---

(۱) مختصر صحیح مسلم ، حافظ منذری : حدیث نمبر ۲۰۸

toobaa-elibrary.blogspot.com

ذکر اللہ کثیرا (احزاب ۲۱)

(درحقیقت تم لوگوں کے لئے اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ تھا، ہر اس شخص کے لئے جو اللہ اور یوم آخرت کا امیدوار ہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔)

قرآن نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی طرح مشرکین سے اپنی براءت کا اظہار کریں اور ان کی ہی طرح اپنے مشرک رشتہ داروں سے گہری دوستی نہ رکھیں :

قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراھیم و الذین معه اذ قالوا لقومھم انا برء آؤا منکم و مما تعبدون من دون اللّٰہ کفرنا بکم و بدا بیننا و بینکم العداوۃ و البغضاء ابدا حتی تومنوا باللّٰہ وحدہ (ممتحنہ ۴)

(تم لوگوں کے لئے ابراہیم اور اس کے ساتھیوں میں ایک اچھا نمونہ ہے کہ انہوں نے اپنی قوم سے صاف کہہ دیا "ہم تم سے اور تمہارے ان معبودوں سے جن کو تم خدا کو چھوڑ کر پوجتے ہو، قطعی بیزار ہیں، ہم نے تم سے کفر کیا اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لئے عداوت ہوگئی اور بیر پڑگیا جب تک تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ")

لقد کان لکم فیھم اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجو اللّٰہ والیوم الاخر و من یتول فان اللّٰہ ھو الغنی الحمید (ممتحنہ ۶)

(انہی لوگوں کے طرز عمل میں تمہارے لئے اور ہر اس شخص کے لئے اچھا

toobaa-elibrary.blogspot.com

نمونہ ہے جو اللہ اور روز آخر کا امیدوار ہو۔ اس سے کوئی منحرف ہو تو اللہ بے نیاز اور اپنی ذات میں آپ محمود ہے۔)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ انبیاء سابقین کی اتباع کرتے ہوئے عقیدہ توحید اور فضائل کی راہ پر چلتے رہیں۔

اولئک الذین ھدی اللّٰہ فبھداھم اقتدہ (انعام ۹۰)

(اے نبی! وہی لوگ اللہ کی طرف سے ہدایت یافتہ تھے، انہی کے راستے پر تم چلو۔)

اسوہ حسنہ کی پیروی سے حسن سلوک اور مکارم اخلاق کی تعلیم حاصل ہوتی ہے، جس طرح غلط آئڈیل سے غلط سلوک و برے اخلاق سیکھے جاتے ہیں، چوتھی فصل میں فکری جمود پر گفتگو کے ضمن میں ہم بتا چکے ہیں کہ باپ دادا کی اتباع اور ان کے رسوم و اطوار کی پابندی تمام ادوار میں انبیاء کی دعوت قبول کرنے میں رکاوٹ بنتی رہی ہے۔

علمی تجربہ، سعی و خطا :

مشکلات زندگی کے مقابلہ اور نبرد آزمائی و دریافت حل میں علمی تجربہ سے بھی انسان سیکھتا ہے، زندگی میں ہمیشہ ہی انسان کو نئے نئے حالات کا سامنا رہتا ہے جن سے عہدہ برآ ہونے کے طریقے وہ سیکھتا رہتا ہے، ایسے نئے مواقع پر

toobaa-elibrary.blogspot.com

مختلف جوابی عمل اپنانے کی وہ کوشش کرتا ہے، کچھ میں اس سے غلطی ہوتی ہے، اور بسا اوقات وہ درست بھی ہوتا ہے۔ اس طرح انسان اس راہ سے جسے ماہرین نفسیات سعی و خطا" کا نام دیتے ہیں، نئے حالات کے تئیں نئے موقف اور عملی زندگی میں پیش آمدہ مشکلات کے مقابلہ میں نئے حل سیکھتا رہتا ہے۔

قرآن کریم نے بیشتر آیات میں "سیر فی الارض" اور کائنات کی آیات خداوندی میں غور و فکر کی ترغیب دی ہے۔ پانچویں فصل میں ایسی متعدد آیات ہم پیش کر چکے ہیں۔ کائنات اور مخلوقات الٰہی پر غور و فکر کی قرآنی ترغیب اس بات کا واضح اشارہ ہے کہ اشیاء پر غور، عملی زندگی میں ان کے تجربات، کائنات اور مخلوقات وواقعات کے ساتھ عملی تعلق کے ذریعہ سیکھنے کی دعوت کافی اہتمام کے ساتھ قرآن نے انسان کو دی ہے، خواہ یہ سیکھنا عملی تجربہ اور سعی و خطا کی راہ سے ہو یا غور و فکر کی راہ سے، جس پر آئندہ ہم گفتگو کریں گے۔

زندگی میں عملی تجربہ سے سیکھنے کی اہمیت کی جانب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اشارہ فرمایا ہے، حضرت طلحہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھجور کے باغ میں لوگوں کے پاس سے گزرا، آپ نے پوچھا، یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ بتایا گیا کہ بار آوری کر رہے ہیں، نر کو مادہ میں ڈال کر بار آور بنا رہے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نہیں سمجھتا کہ اس سے کوئی فائدہ ہوگا، لوگوں کو معلوم ہوا تو انھوں نے اس عمل کو ترک کردیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی گئی تو آپ نے

toobaa-elibrary.blogspot.com

فرمایا: اگر اس کام سے انہیں فائدہ ہوتا ہو تو کریں ۔ وہ میری ایک رائے تھی ۔ اس پر عمل تمہارے لئے ضروری نہیں ہے ۔ ہاں اگر اللہ کی طرف سے کچھ بتاؤں تو اس کو مضبوطی سے پکڑو میں اللہ پر ہرگز جھوٹ نہیں بولتا" (۱) ایک دوسری روایت میں ہے ۔ آپ نے فرمایا "تم لوگ اپنے دنیاوی معاملات سے زیادہ واقف ہو" (۲) آپ علیہ السلام کا فرمان "اگر اس کام سے انہیں فائدہ ہوتا ہو تو کریں "اور ارشاد " تم لوگ اپنے دنیاوی معاملات سے زیادہ واقف ہو" اس جانب اشارہ ہے کہ عملی تجربہ کے ذریعہ نئے مواقف اور پیش آمدہ مسائل کے نئے حل کی تعلیم انسان کو حاصل ہوتی رہتی ہے ۔ عملی تجربہ ، کوشش اور غلطی کے ذریعہ سیکھنے کی اسی قسم کی جانب قرآن اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے :

یعلمون ظاهرا من الحیاۃ الدنیا وهم عن الاخرہ هم غافلون (روم ۷)

لوگ دنیا کی زندگی کا بس ظاہری پہلو جانتے ہیں اور آخرت سے وہ خود ہی غافل ہیں

اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ وہ اپنے معاش اور دنیا کے امور کو جانتے ہیں ، زراعت اور کٹائی کے اوقات ، شجر کاری اور تعمیر کے طریقوں سے وہ واقف ہیں ۔ (۳) اسی کی تفسیر میں علامہ ابن کثیر رقمطراز ہیں : یعنی بیشتر لوگوں کا علم صرف دنیا ، اس کی کمائی اور اس کے امور تک محدود ہے ، کسب معاش میں وہ بڑے ماہر اور ذہین ہوتے ہیں (۴)

---

(۱) صحیح مسلم مع شرح نووی ، کتاب الفضائل ۱۵/۱۱۷ ۔ ۱۱۶ (۲) حوالہ سابق ، صفحہ ۱۱۸

(۳) تفسیر قرطبی ۱۴ ۔ ۷ (۴) تفسیر ابن کثیر ۳/ ۴۲۷

toobaa-elibrary.blogspot.com

تفکیر:

تفکیر کی راہ سے بھی انسان سیکھتا ہے ۔جب کسی مخصوص مسئلہ کے حل کے لئے انسان غور و فکر کرتا ہے تو وہ در حقیقت ایک قسم کی ذہنی سعی و خطا کا عمل کرتا ہے ۔ درپیش مسئلہ کے لئے مختلف حل وہ اپنے ذہن میں لاتا ہے ۔ پھر غلط اور غیر مناسب حل کو چھوڑدیتا ہے ۔اور جس حل کو مناسب و درست تصور کرتا ہے اپنا لیتا ہے ۔اس طرح غور و فکر کے ذریعہ اپنے مسائل کے نئے نئے حل وہ سیکھتا ہے۔ اشیاء اور واقعات کے درمیان ربط و تعلق دریافت کرتا ہے ۔ نئے نظریات و اصول مستنبط کرتا ہے اور نئی تحقیقات و ایجاد تک رسائی حاصل کرتا ہے۔اسی لئے کچھ جدید ماہرین نفسیات غور و فکر کے عمل کو "اعلی تعلم کے عمل "کا نام دیتے ہیں۔

مباحثہ ،تبادلۂ خیالات اور اہل رائے سے مشورہ بھی غور و فکر کے عمل میں معاون بنتا ہے جس سے حقیقت تک رسائی اور مشکلات کے مطلوبہ حل تک پہنچ ہوتی ہے ۔قرآن نے مشورہ کی ترغیب دی ہے ۔اور مشورہ شعار مومنوں کو خراج تحسین پیش کیا ہے ۔

و الذین استجابوا لربہم و اقاموا الصلاۃ و امرھم شوری بینھم و مما رزقناھم ینفقون (شوری ۳۸)

(جو اپنے رب کا حکم مانتے ہیں ،نماز قائم کرتے ہیں ،اپنے معاملات آپس کے مشورے سے چلاتے ہیں،ہم نے جو کچھ بھی رزق انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں ۔)

toobaa-elibrary.blogspot.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ اہل رائے صحابہ کرام سے مشورہ کیا کریں:

وشاورهم فی الامر (آل عمران ۱۵۹)

(اور دین کے کام میں ان کو بھی شریک مشورہ رکھو۔)

قرآن کریم نے مشرکین کے ساتھ مباحثہ و مناظرہ کا اسلوب اپنایا ہے۔ عقلی دلائل پیش کر کے بت پرستی کی نامعقولیت دکھائی ہے اور اس طرح ان کی تفکیر کو چھیڑ کر بتوں کی بے حیثیتی، پستی، بے بسی اور مقام الوہیت سے فروتری کا یقین و اطمینان ان کے اندر پیدا کرنا چاہا ہے۔

ا یشرکون ما لا یخلق شیئا و هم یخلقون و لا یستطیعون لهم نصرا و لا انفسهم ینصرون و ان تدعوهم الی الهدی لا یتبعوکم سواء علیکم ادعوتموهم ام انتم صامتون ، ان الزین تد عون من دون اللّٰه عباد امثالکم فادعوهم فلیستجیبوا لکم ان کنتم صادقین، الهم ارجل یمشون بها ام لهم اید یبطشون بها ام لهم اعین یبصرون به ام لهم آذان یسمعون بها قل ادعوا شرکائکم ثم کیدون فلا تنظرون۔

(اعراف ۱۹۵۔۱۹۱)

(کیسے نادان ہیں یہ لوگ کہ ان کو خدا کا شریک ٹھراتے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہیں کرتے بلکہ خود پیدا کئے جاتے ہیں، جو نہ ان کی مدد کر سکتے ہیں اور نہ آپ اپنی مدد ہی پر قادر ہیں اگر تم انہیں سیدھی راہ پر آنے کی دعوت دو تو وہ تمہارے پیچھے نہ آئیں، تم خواہ انہیں پکارو یا خاموش رہو دونوں صورتوں میں تمہارے لئے یکساں ہی رہے، تم لوگ خدا کو چھوڑ کر جنہیں پکارتے ہو وہ تو محض بندے ہیں جیسے تم

toobaa-elibrary.blogspot.com

بندے ہو، ان سے دعائیں مانگ دیکھو، یہ تمہاری دعاؤں کا جواب دیں اگر ان کے بارے میں تمہارے خیالات صحیح ہیں، کیا یہ پاؤں رکھتے ہیں کہ ان سے چلیں؟ کیا یہ ہاتھ رکھتے ہیں کہ ان سے پکڑیں؟ کیا یہ کان رکھتے ہیں کہ ان سے سنیں؟ اے نبی، ان سے کہو کہ " بلالو اپنے ٹھیرائے ہوئے شریکوں کو پھر تم سب مل کر میرے خلاف تدبیریں کرو اور مجھے ہرگز مہلت نہ دو۔

قرآن میں تعلم کے اصول و مبادی:

جب مخصوص اصول و مبادی موجود ہوں تو سیکھنے کا عمل آسانی و کامیابی کے ساتھ انجام پذیر ہوتا ہے، لیکن جب وہ مبادی موجود نہ ہوں تو بسا اوقات اس کی راہ میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے اور کبھی ناکامی کا سامنا ہوجاتا ہے، عقیدہ توحید کی تعلیم، مؤمنین کی تربیت اور ان کے دلوں میں اسلامی اقدار و مبادی کی تخم ریزی کے لئے قرآن کریم کے اپنائے ہوئے طریقہ و نہج پر اگر ہم غور کریں تو چند اہم اصول و مبادی ہمیں نظر آئیں گے جنہیں سیکھنے کے عمل میں اپنا کر قرآن نے مسلمانوں کی کردار سازی اور عقائد و اقدار اسلامی کی تعلیم کا کام لیا ہے، اور ہم یہ بھی دیکھیں گے قرآن نے مسلمانوں کی روحانی تربیت کے لئے جن اصول و مبادی کو اپنایا تھا، ان کی اہمیت کا اندازہ بھی ماہرین نفسیات کو بیسویں صدی کے اوائل میں جا کر ہو سکا۔ ذیل میں ہم قرآن میں تعلم کے مبادی پیش کرتے ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

محرک:

تعلم کے اندر محرک کی بڑی اہمیت ہے۔ اگر کسی مخصوص مقصد کے حصول کا محرک موجود ہو، اور مناسب ماحول فراہم ہو تو مقصد تک رسائی کے صحیح طریقے سیکھنے کے لئے مطلوبہ جد و جہد صرف کرنے پر انسان تیار ہوتا ہے، جب کوئی مشکل پیش آجاتی ہے، اور اس کے حل کی شدید ضرورت کا احساس ہوجاتا ہے تو عموما وہ اس کے حل کے لئے متعدد کوششیں کرتا ہے، اور بالآخر اس کا درست حل دریافت کر لیتا ہے، انسان اور حیوان پر کئے گئے متعدد جدید تجرباتی تحقیقات سے بھی سیکھنے کے عمل میں محرک کی اہمیت کا پتہ چلا ہے۔ قرآن کریم نے مسلمانوں کی روحانی تربیت میں مختلف اسالیب اپنا کر تعلم کے محرکات ان کے اندر پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ ترغیب اور ترہیب کے طریقے اپنائے، شوق انگیزی کے لئے قصے بیان کئے، نیز زندگی میں پیش آتے رہنے والے ان اہم واقعات کا ذکر کیا ہے جو محرکات، اور تاثرات کو برانگیختہ کرتے اور ان سے عبرت پذیری سیکھنے کے قابل بناتے ہیں۔

الف: ترغیب و ترہیب کے ذریعہ محرک کو ابھارنا

جب انسان کے اندر کسی مقررہ مقصد کے حصول کے لئے طاقتور محرک موجود ہوتا ہے تو اس مقصد کا حصول ثواب اور اجر محسوس ہوتا ہے جس سے

toobaa-elibrary.blogspot.com

لذت، مسرت اور خوشی کا احساس ہوتا ہے ، اور مقصد میں ناکامی ایک قسم کی سزا محسوس ہوتی ہے جو تکلیف ، تنگی و ناپسندیدگی کا احساس پیدا کرتی ہے ، انسان اور حیوان فطری طور پر ایسی چیز کی جانب مائل ہوتے ہیں جو اس کے لئے لذت انگیز ہو اور الم انگیز چیز سے ان کی طبیعت میں نفور ہوتا ہے ، اسی طرح فطری طور پر انسان ایسے موقف و اعمال سیکھنے کا رجحان و میلان رکھتا ہے جو ذریعہ حصول ثواب ہوں۔ اور ان امور و افعال سے گریزاں ہوتا ہے جو ناکامی یا سزا کا سبب ہوں۔ ماہرین نفسیات کی جانب سے کی گئی متعدد تجربات سے اس حقیقت کا ثبوت ملتا ہے ۔

قرآن کریم نے عقیدہ توحید کی دعوت دیتے ہوئے محرکات کو ابھارا ہے ، اس ثواب کی ترغیب دی ہے جس سے مؤمنین جنت میں فیضیاب ہوں گے ، اور عذاب الیم سے ڈرایا ہے جس سے جہنم کی آگ میں کفار دوچار ہوں گے ، جنت کی نعمتوں کا شوق انگیز تذکرہ دلوں میں ان کے حصول کے جوت جگاتا ہے ، اور انہیں تقوی، عبادات میں اخلاص، عمل صالح، جہاد فی سبیل اللہ اور مرضیات الٰہی سے آراستگی پر ابھار کر مکینان جنت میں شامل ہونے کی امید ان میں پیدا کرتا ہے، جہنم کے عذاب و سزا کا تذکرہ اس عذاب الیم کی ہیبت و دہشت دلوں میں پیدا کرتا ہے جو مشرکین و منافقین اور احکام الٰہی کے نافرمانوں کے لئے مقرر ہے، اور انہیں گناہ و معصیت اور منہیات الٰہی سے گریز پر ابھار کر عذاب جہنم سے گلو خلاصی کی امید دلوں میں پیدا کرتا ہے ، اس طرح مسلمانوں کے اندر دو طاقتور محرکات موجود تھے ، ایک محرک انہیں عبادات کی ادائیگی، احکام کی بجاآوری اور احکام شریعت کی پابندی

toobaa-elibrary.blogspot.com

پر آمادہ کرتا تھا اور دوسرا انہیں گناہ و معاصی اور منہیات شریعت سے دور رکھتا تھا۔ یہ دو طاقتور، کامل اور یکساں مقصد رکھنے والے محرکات نے انہیں ایسا بنا دیا تھا کہ اللہ و رسول کی مکمل اطاعت، تمام فرائض اور ذمہ داریوں کی ادائیگی، زندگی کے نئے اسلامی نظام اور غور و فکر اور عمل کے نئے زاویے کے تعلم اور اللہ و رسول کی ہر ممنوع کردہ چیز سے دوری پر عمل آوری کے لئے وہ ہمیشہ بھرپور استعداد اور پوری تیاری کے عالم میں ہوتے تھے۔

قرآن میں ہم دیکھتے ہیں کہ دعوت اسلامی کی قبولیت کے لئے محرکات کو ابھارتے وقت قرآن عذاب جہنم کے خوف و ترہیب پر تنہا اکتفا نہیں کرتا ہے، بلکہ ساتھ ہی جنت کی نعمتوں کا شوق بھی دلاتا ہے، کیونکہ کردار سازی کے مطلوبہ مقصد کی تکمیل میں تنہا ترغیب یا تنہا ترہیب مفید نہیں ہوتی، صرف ترہیبی اسلوب بسا اوقات دل پر دہشت کے پردے ڈال کر رحمت الٰہی سے مایوسی پیدا کر دیتا ہے، اسی طرح تنہا ترغیبی اسلوب کی وجہ سے کبھی رحمت الٰہی کی امید کا غلبہ ہوجاتا ہے اور دل میں سستی و غفلت اور لا پرواہی پیدا ہوجاتی ہے اور اللہ سے وہ تمنائیں کی جانے لگتی ہیں جو درست نہیں ہیں (۱) اسی مفہوم کی طرف اشارہ درج ذیل فرمان نبوی میں ہے، ایمان صرف تمناؤں کا نام نہیں ہے، بلکہ جو دل میں جاگزیں ہوجائے اور عمل اس کی تصدیق کرے وہ ایمان ہے، کچھ لوگوں کو مغفرت کی تمنائیں ایسا غافل رکھتی ہیں کہ دنیا سے کوچ کرتے وقت ایک بھی نیکی ان سے پاس نہیں

---

(۱) محمد سعید رمضان بوطی، منہج تربوی فرید فی القرآن، مجلہ الوعی الاسلامی کویت، ساتواں سال، شمارہ ۸۱ اکتوبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۷۳-۷۵۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہوتی ۔کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر حسن ظن رکھتے ہیں ۔وہ جھوٹے ہیں ۔ اگر انہیں اللہ پر حسن ظن ہوتا تو ضرور اس کے لئے اچھے اعمال کرتے ۔" (۱)

اسی لئے قرآن کریم نہ صرف ترہیب پر اکتفا کرتا ہے ۔اور نہ تنہا ترغیب کا سہارا لیتا ہے ۔ بلکہ عذاب الہی کا خوف ۔اور رحمت و ثواب الہی کی امید دونوں سے کام لیتا ہے ۔انبیاء اور صلحاء کے ذکر میں بھی قرآن اسی امر کی وضاحت کرتا ہے ۔

انہم کانوا یسارعون فی الخیرات و یدعوننا رغبا و رهبا و کانوا لنا خاشعین (انبیاء ۔۹۰)

(یہ لوگ نیک کے کاموں میں دوڑ دھوپ کرتے تھے اور ہمیں رغبت اور خوف کیساتھ پکارتے تھے اور ہمارے آگے جھکے ہوئے تھے ۔)

تتجا فی جنوبہم عن المضاجع یدعون ربہم خوفا و طمعا و مما رزقناہم ینفقون (سجدہ ۔۱۶)

(ان کی پیٹھیں بستروں سے الگ رہتی ہیں ۔اپنے رب کو خوف اور طمع کے ساتھ پکارتے ہیں اور جو کچھ رزق ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں)

خوف و امید کا یہ امتزاج نئے اسلامی نظام زندگی ،اس کی عقائد و اقدار اور نئے اسلوب پر غور کرنے اور انہیں سیکھنے کا طاقتور محرک مسلمانوں کے اندر بڑی آسانی سے پیدا کرتا ہے ۔ ذیل میں چند آیات بطور مثال پیش کی جاتی ہیں ۔جن میں اہل ایمان کے لئے بشارت جنت اور اہل کفر کے لئے آخرت میں سزا و عذاب کا ذکر

---

۱) بہی خولی ۔ حوالہ سابق ۔صفحہ ۱۸۵

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے۔

بلی من کسب سیئـة و احاطت به خطیئته فاولئک اصحاب النار هم فیها خالدون، و الذین آمنوا و عملوا الصالحات اولئک اصحاب الجنـة هم فیها خالدون

(بقره۔ ۸۱۔ ۸۲)

(آخر تمہیں دوزخ کی آگ کیوں نہ چھوئے گی؟ جو بھی بدی کمائے گا اور اپنی خطا کاری کے چکر میں پڑا رہے گا، وہ دوزخی ہے اور دوزخ ہی میں وہ ہمیشہ رہے گا اور جو لوگ ایمان لائیں گے اور نیک عمل کریں گے وہی جنتی ہیں اور جنت میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔)

لا یغرنک تقلب الذین کفروا فی البلاد متاع قلیل ثم ماواهم جهنم و بئس المهاد لکن الذین اتقوا ربهم لهم جنات تجری من تحتها الانهار خالدین فیها نزلا من عند الله و ما عند الله خیر للابرار (آل عمران ۱۹۶۔ ۱۹۸)

(اے نبی، دنیا کے ملکوں میں خدا کے نافرمان لوگوں کی چلت پھرت تمہیں کسی دھوکہ میں نہ ڈالے، یہ محض چند روزہ زندگی کا تھوڑا سا لطف ہے، پھر یہ سب جہنم میں جائیں گے جو بدترین جائے قرار ہے، برعکس اس کے جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہوئے زندگی بسر کرتے ہیں ان کے لئے ایسے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان باغوں میں وہ ہمیشہ رہیں گے اللہ کی طرف سے یہ سامان ضیافت ہے ان کے لئے، اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے نیک لوگوں کے لئے وہی سب سے بہتر ہے۔)

toobaa-elibrary.blogspot.com

ان الذین کفروا بآیاتنا سوف نصلیهم نارا کلما نضجت جلودهم بدلناهم جلودا غیر ها لیذوقوا العذاب ان اللّٰہ کان عزیزا حکیما ، والذین آمنوا و عملوا الصالحات سندخلهم جنات تجری من تحتها الانهار خالدین فیها ابدا لهم فیها ازواج مطهرة و ند خلهم ظلا ظلیلا (نساء ۵۶-۵۷)

(جن لوگوں نے ہماری آیات کو ماننے سے انکار کردیا ہے انہیں بالیقین ہم آگ میں جھونکیں گے اور جب ان کے بدن کی کھال گل جائے گی تو اس کی جگہ دوسری کھال پیدا کردیں گے تاکہ وہ خوب عذاب کا مزہ چکھیں ۔ اللہ بڑی قدرت رکھتا ہے اور اپنے فیصلوں کو عمل میں لانے کی حکمت خوب جانتا ہے ۔ اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو مان لیا اور نیک عمل کئے ان کو ہم ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی ۔ جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور ان کو پاکیزہ بیویاں ملیں گی ۔ اور انہیں ہم گھنی چھاؤں میں رکھیں گے ۔)

وعد اللّٰہ الذین آمنوا و عملوا الصالحات لهم مغفرة و اجر عظیم و الذین کفروا و کذبوا بآیاتنا اولئک اصحاب الجحیم (مائدہ ۹-۱۰)

(جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں اللہ نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ ان کی خطاؤں سے درگزر کیا جائے گا اور انہیں بڑا اجر ملے گا ۔ رہے وہ لوگ جو کفر کریں اور اللہ کی آیات کو جھٹلائیں ۔ تو وہ دوزخ میں جانے والے ہیں ۔)

انه من یات ربه مجرما فان له جهنم لا یموت فیها ولا یحیی ومن یاته مؤمنا قد عمل الصالحات فاولئک لهم الدرجات العلی (طه ۷۴-۷۵)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(حقیقت یہ ہے کہ جو مجرم بن کر اپنے رب کے حضور حاضر ہوگا اس کے لئے جہنم ہے جس میں وہ نہ جئے گا نہ مرے گا۔ اور جو اس کے حضور مومن کی حیثیت سے حاضر ہوگا۔ جس نے نیک عمل کئے ہوں گے ایسے سب لوگوں کے لئے درجے بلند ہیں۔)

فالذین آمنوا و عملوا الصالحات لهم مغفرة و رزق کریم و الذین سعوا فی آیاتنا معجزین اولئک اصحاب الجیم (حج ۵۰۔۵۱)

(پھر جو ایمان لائیں گے اور نیک عمل کریں گے ان کے لئے مغفرت ہے اور عزت کی روزی۔ اور جو ہماری آیات کو نیچا دکھانے کی کوشش کریں گے وہ دوزخ کے یار ہیں۔)

الملک یومئذ لله یحکم بینهم فالذین آمنوا و عملوا الصالحات فی جنات النعیم و الذین کفروا و کذبوا بایاتنا فاولئک لهم عذاب مهین (حج ۵۶۔۵۷)

(اس روز بادشاہی اللہ کی ہوگی۔ اور وہ ان کے درمیان فیصلہ کردے گا۔ جو ایمان رکھنے والے اور عمل صالح کرنے والے ہوں گے وہ نعمت بھری جنتوں میں جائیں گے ۔ اور جنہوں نے کفر کیا ہوگا اور ہماری آیات کو جھٹلایا ہوگا ان کے لئے رسواکن عذاب ہوگا۔)

ویوم تقوم الساعة یومئذ یتفرقون فاما الذین آمنوا و عملوا الصالحات فهم فی روضة یحبرون و اما الذین کفروا و کذبوا بایاتنا و لقاء الآخرة فاولئک فی العذاب محضرون (روم ۱۴۔۱۶)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(جس روز وہ ساعت برپا ہوگی ، اس دن (سب انسان) الگ گروہوں میں بٹ جائیں گے ۔ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کئے ہیں وہ ایک باغ میں شاداں و فرحاں رکھے جائیں گے اور جنہوں نے کفر کیا ہے اور ہماری آیات کو اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا ہے وہ عذاب میں حاضر رکھے جائیں گے ۔)

قرآن کریم نہ صرف آخرت میں مومنوں کے لئے نعمت جنت اور کفار کے لئے عذاب جہنم کا ذکر کرتا ہے بلکہ خود اس دنیا میں بھی اہل ایمان کے لئے خیر و بھلائی اور اہل کفر کے لئے تکلیف دہ عذاب کا تذکرہ کرتا ہے ۔ دنیاوی زندگی میں مومنین کے لئے خیر کی مثالیں درج ذیل آیات میں ہیں :

ویقوم استغفروا ربکم ثم توبوا الیه یرسل السماء علیکم مدرارا و یزدکم قوة الی قوتکم و لا تتولوا مجرمین (هود ۵۲)

اور اے میری قوم کے لوگو ، اپنے رب سے معافی چاہو ، پھر اس کی طرف پلٹو ، وہ تم پر آسمان کے دہانے کھول دے گا اور تمہاری موجودہ قوت پر مزید قوت کا اضافہ کرے گا ، مجرم بن کر (بندگی سے) منہ نہ پھیرو ۔

فقلت استغفروا ربکم انه کان غفارا یرسل السماء علیم مدرارا ویمددکم باموال وبنین و یجعل لکم جنات و یجعل لکم انهارا (نوح ۱۰-۱۲)

میں نے کہا " اپنے رب سے معافی مانگو ، بے شک وہ بڑا معاف کرنے والا ہے ، وہ تم پر آسمان سے خوب بارشیں برسائے گا ، تمہیں مال اور اولاد سے نوازے گا ، تمہارے لئے باغ پیدا کرے گا اور تمہارے لئے نہریں جاری کردے

toobaa-elibrary.blogspot.com

گا۔

اور کفار کو پہنچنے والے عذاب کا ذکر ذیل کی آیات میں ہے ۔۔

ولا یزال الذین کفروا تصبهم بما صنعوا قارعة او تحل قریبا من دارهم حتی یاتی وعد الله ان الله لا یخلف المیعاد (رعد ۳۱)

جن لوگوں نے خدا کے ساتھ کفر کا رویہ اختیار کر رکھا ہے ان پر ان کے کرتوتوں کی وجہ سے کوئی نہ کوئی آفت آتی ہی رہتی ہے یا ان کے گھر کے قریب کہیں نازل ہوتی ہے ۔ یہ سلسلہ چلتا رہے گا یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ آن پورا ہو ۔ یقینا اللہ نے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔

ولما جاء امرنا نجینا شعیبا والذین آمنوا معه برحمه منا و آخرت الذین ظلموا الصیحه فاصبحوا فی دیارهم جاثمین (هود ۹۲)

آخر کار جب ہمارے فیصلہ کا وقت آگیا تو ہم نے اپنی رحمت سے شعیب اور اس کے ساتھی مومنوں کو بچالیا اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا ان کو ایک سخت دھماکے ایسا پکڑا کہ وہ اپنی بستیوں میں بے حس و حرکت پڑے کے پڑے رہ گئے۔

کچھ دیگر آیات کے اندر دنیا اور آخرت دونوں میں مومنین کے لئے ثواب اور کفار کے لئے سزا کا ذکر ہے ؟ مثلا :

فاتاهم الله ثواب الدنیا و حسن ثواب الاخره و الله یحب المحسنین (آل عمران ۱۴۸)

toobaa-elibrary.blogspot.com

آخر کار اللہ نے ان کو دنیا کا ثواب بھی دیا اور اس سے بہتر ثواب آخرت بھی عطا کیا۔ اللہ کو ایسے ہی نیک عمل لوگ پسند ہیں۔

لهم عذاب في الحياة الدنيا و لعذاب الآخرة اشق و مالهم من الله من واق (رعد۔ ۳۴)

ایسے لوگوں کے لئے دنیا کی زندگی ہی میں عذاب ہے اور آخرت کا عذاب اس سے بھی زیادہ سخت ہے کوئی ایسا نہیں جو انہیں خدا کے عذاب سے بچانے والا ہو۔

ب۔ قصوں کے ذریعہ محرک کو ابھارنا:

محرک تعلم کو ابھارنے کے لئے قرآن کریم نے قصوں سے ایک اہم وسیلہ کا کام لیا ہے کیونکہ قصے، سننے والوں کے اندر شوق اور قصے کے واقعات کے جائزہ و مطالعہ کی جانب توجہ پیدا کرتے ہیں، قصوں کے ذریعہ عقائد سے متعلق دینی مقاصد اور عبرت و حکمت کی جو تعلیم قرآن کریم مسلمانوں کو دینا چاہتا ہے، انہیں بھی درمیان میں بیان کرتا چلتا ہے:

لقد كان في قصصهم عبرة لاولي الالباب (يوسف ۱۱۱)

اگلے لوگوں کے ان قصوں میں عقل و ہوش رکھنے والوں کے لئے عبرت ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

قرآن قصوں کے اندر ایسا فنی حسن و جمال پایا جاتا ہے جو دلوں کی گہرائیوں میں اور وجدان کے اندر دینی مقاصد کو اتارتا چلا جاتا ہے (۱)

کچھ قصوں میں قرآن کا اسلوب یہ ہوتا ہے کہ ابتداء وہ قصہ کا خلاصہ بیان کردیتا ہے، پھر تفصیل کے ساتھ ابتداء سے انتہاء تک قصہ سناتا ہے۔ اصحاب کہف کے قصہ میں یہی اسلوب اپنایا گیا ہے۔ تفصیلات میں جانے سے قبل قصہ کا خلاصہ بیان کرنے سے سننے والوں کے اندر مزید شوق اور تفصیلات کی جانب توجہ و اہتمام پیدا ہوجاتا ہے۔ (۲)

کچھ قصوں میں سب سے پہلے قصہ کا نتیجہ اور روح بیان کردی جاتی ہے پھر تفصیلات بتائی جاتی ہیں۔ سورہ قصص میں حضرت موسی علیہ السلام کا قصہ اس کی مثال ہے۔ یہ اسلوب بھی شوق کو انگیز کرتا ہے۔ اور نتیجہ کی وجہ جاننے کے لئے تفصیلات کی طرف جانے کا جذبہ پیدا کرتا ہے (۳)

ج۔ اہم واقعات کا تذکرہ

محرک اور توجہ کو ابھارنے میں اہم واقعات اور حوادث بھی بڑا رول ادا کرتے ہیں جو وجدان انگیز، توجہ خیز اور مؤثر ہوا کرتے ہیں۔ اور عموما جو لوگوں کی زندگی میں

---

(۱) سید قطب: التصویر الفنی فی القرآن۔ تیسرا ایڈیشن۔ دار المعارف قاہرہ ۱۹۷۵ء صفحہ ۱۲۸

(۲) حوالہ سابق۔ صفحہ ۱۲۸۔ ۱۲۹ (۳) حوالہ سابق۔ صفحہ ۱۲۹

toobaa-elibrary.blogspot.com

جب پیش آتے ہیں تو لوگ ان سے عبرت پذیری کے لئے پوری طرح تیار ہوتے ہیں۔ قرآن کریم نے بھی ایسے واقعات کا سہارا لیا ہے جو مسلمانوں کی عبرت پذیری کے لئے پیش آرہے تھے ۔اور ان مواقع پر مسلمان فطری طور پر بیدار اور نصیحت و عبرت قبول کرنے کے لئے تیار ہوا کرتے تھے ۔ غزوہ حنین کا واقعہ اس کی مثال ہے ۔ مسلمانوں کو جب اپنی کثرت تعداد و قوت کا زعم ہوگیا اور کفار کے مقابلہ اپنی فتح و نصرت کا یقین و اطمینان کرنے لگے اور یہ بھول گئے کہ نصرت تو صرف پابند مشیت الٰہی ہے ۔ تو اللہ تعالی نے انہیں سکھانا چاہا کہ کثرت تعداد یقینی طور پر کامیابی کی ضمانت نہیں ہے ۔نصرت و کامرانی سے تو اللہ تعالی اپنے ایمان و تقوی شعار بندوں کو سرفراز فرماتا ہے ۔ خواہ ان کی تعداد تھوڑی ہی کیوں نہ ہو (۱)

لقد نصر کم اللّٰہ فی مواطن کثیرۃ و یوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئا و ضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین ، ثم انزل اللّٰہ سکینتہ علی رسولہ و علی المؤمنین و انزل جنودا لم تروھا و عذب الذین کفروا و ذلک جزاء الکافرین (توبہ ۲۲۔ ۲۵)

اللہ اس سے پہلے بہت سے مواقع پر تمہاری مدد کرچکا ہے ۔ ابھی غزوہ حنین کے روز (اس کی دستگیری کی شان تم دیکھ چکے ہو) اس روز تمہیں اپنی کثرت تعداد کا غرہ تھا مگر وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین اپنی وسعت کے باوجود تم پر تنگ ہوگئی اور تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے ۔ پھر اللہ نے اپنی سکینت اپنے رسول پر اور مومنین پر نازل فرمائی اور وہ لشکر اتارے جو تم کو نظر نہ آتے تھے ۔اور منکرین حق کو سزا دی کہ

(۱) عبد الفتاح جلال۔ حوالہ سابق ؛ صفحہ ۱۱۹

toobaa-elibrary.blogspot.com

یہی بدلہ ہے ان لوگوں کے لئے جو حق کا انکار کریں۔

تکرار :

کچھ مخصوص افکار و آراء جب بار بار ذکر کئے جاتے ہیں تو ذہنوں کے اندر وہ پیوست ہوجاتے ہیں ، جدید ، ماہرین نفسیات کی تحقیقات نے بھی تعلم کے اندر تکرار کی اہمیت بتائی ہے ، تجارتی اور صنعتی ادارے بھی کسی خیال و فکر کو ذہنوں میں اتار دینے کے عمل میں تکرار و اعادہ کی اہمیت کو پوری طرح محسوس کرتے ہیں ، اور اپنے تجارتی سامانوں کو پھیلانے کے لئے اشتہارات و اعلانات پر خطیر رقمیں صرف کرتے ہیں جس کے ذریعہ مخصوص افکار کو لوگوں کے سامنے بار بار پیش کر کے ان کی پسند و رجحان پر انداز ہوتے ہیں۔

قرآن کریم بھی عقیدہ اور غیبی امور سے متعلق جن چیزوں کو ذہنوں میں اتار دینا چاہتا ہے ، بار بار انہیں پیش کرتا ہے ، توحید ، تمام مذاہب میں اللہ کی الوہیت ، دوبارہ زندگی پر ایمان ، قیامت کے دن ، حساب ، اور آخرت میں ثواب و عقاب جیسے امور کو قرآن کریم بار بار ذکر کرتا ہے ، تاکہ لوگوں کے ذہنوں میں وہ پیوست ہوجائیں ، عقیدہ توحید کے تکرار کی مثال دیکھئے کہ سورہ نمل جو مکی سورہ ہے ، میں ایک ہی جملہ "کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا خدا بھی ہے ؟" پانچ مرتبہ لایا گیا ہے ، تاکہ یہ حقیقت دلوں میں جاگزیں ہو جائے۔

امن خلق السماوات والارض و انزل من السماء ماء فانبتنا به حدائق ذات

toobaa-elibrary.blogspot.com

بهجـة ما كان لكم ان تنبتوا شجرها ا اله مع الله بل هم قوم يعدلون ، امن جعل الارض قرارا و جعل خلالها انهارا و جعل لها رواسی و جعل بين البحرين حاجزا اله مع الله بل اکثرهم لا يعلمون ام من يجيب المضطر اذا دعاه و يكشف السوء و يجعلكم خلفاء الارض االه مع الله قليلا ما تذكرون ، ام من يهديكم فی ظلمات البر و البحر و یرسل الرياح بشرا بين يدی رحمته االه مع الله تعالى الله عما يشركون ، ام من يبدؤا الخلق ثم يعيده و من يرزقكم من السماء و الارض االه مع الله قل هاتوا برهانكم ان كنتم صادقين (نمل ۶۰-۶۴)

بھلا وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تمہارے لئے آسمان سے پانی برسایا پھر اس کے ذریعہ سے وہ خوشنما باغ اگائے جن کے درختوں کا اگانا تمہارے بس میں نہ تھا؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور دوسرا خدا بھی (ان کاموں میں شریک) ہے (نہیں) بلکہ یہی لوگ راہ راست سے ہٹ کر چلے جا رہے ہیں۔ اور وہ کون ہے جس نے زمین کو جائے قرار بنایا اور اس کے اندر دریا رواں کئے اور اس میں پہاڑوں کی میخیں گاڑدیں اور پانی کے دو ذخیروں کے درمیان پردے حائل کر دئے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی (ان کاموں میں شریک) ہے ؟ نہیں بلکہ ان میں سے اکثر لوگ نادان ہیں۔ کون ہے جو بے قرار کی دعا سنتا ہے جبکہ وہ اسے پکارے اور کون اسکی تکلیف رفع کرتا ہے اور (کون ہے) جو تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی (یہ کام کرنے والا) ہے۔ تم لوگ کم ہی سوچتے

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہو؟ اور کون ہے جو خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں تم کو راستہ دکھاتا ہے اور کون اپنی رحمت کے آگے ہواؤں کو خوشخبری لے کر بھیجتا ہے ؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا خدا بھی یہ کام کرتا ہے ، بہت بالا و برتر ہے اللہ اس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں اور وہ کون ہے جو خلق کی ابتداء کرتا اور پھر اس کا اعادہ کرتا ہے اور کون تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے ؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی (ان کاموں میں حصہ دار) ہے ؟ کہو کہ لاؤ اپنی دلیل اگر تم سچے ہو۔

توحید اور ایک خدا کی عبادت کی دعوت سورہ ھود کے اندر جو مکی سورت ہے ، چار مرتبہ بیان ہوئی ہے ، اپنی اپنی قوموں کے سامنے انبیاء سابقین کی دعوت توحید کو قرآن بیان کرتا ہے ، حضرت نوح علیہ السلام کی اپنی قوم کو دعوت توحید کا تذکرہ کرتا ہے ،

ولقد ارسلنا نوحا الی قومه انی لکم نذیر مبین ان لا تعبدوا الا اللّٰہ (ھود ۲۵۔

۲۶)

(اور ایسے ہی حالات تھے) جب ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تھا اس نے کہا) میں تم لوگوں کو صاف صاف خبردار کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو)

پھر حضرت ھود، حضرت صالح اور حضرت شعیب علیھم السلام کی اپنی اپنی قوم کو دعوت توحید کا ذکر کرتا ہے ایک ہی جملہ ایک سورہ میں تین بار لوٹ کر آتا ہے ،

toobaa-elibrary.blogspot.com

والی عاد اخاهم هودا قال یقوم اعبدوا اللّٰہ مالکم من الہ غیرہ (ھود ۵۰)

اور عاد کی طرف ہم نے ان کے بھائی ہود کو بھیجا ، اس نے کہا اے برادران قوم! اللہ کی بندگی کرو تمہارا کوئی خدا اس کے سوا نہیں ہے ۔

والی ثمود اخاهم صالحا قال یقوم اعبدوا اللّٰہ مالکم من الہ غیرہ (ھود ٦١)

اور ثمود کی طرف ہم نے ان کے بھائی صالح کو بھیجا اس نے کہا " اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی بندگی کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں ہے ۔

والی مدین اخاهم شعیبا قال یقوم اعبدوا اللّٰہ مالکم من الہ غیرہ (

ھود ۸۴)

اور مدین والوں کی طرف ہم نے ان کے بھائی شعیب کو بھیجا اس نے کہا "اے میری قوم کے لوگو، اللہ کی بندگا کرو، اس کے سوا تمہار کوئی خدا نہیں ہے ۔

سورہ مؤمنوں کے اندر جو مکی سورت ہے ، ایک ہی جملہ "اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں ہے " آیت ۲۳ اور آیت ۳۲ میں دوبار آئے ہیں ۔

قرآن کریم میں انبیاء کے قصے بار بار بیان کرکے ذہنوں میں یہ حقیقت راسخ کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ تمام مذاہب اللہ کی جانب سے ہیں ، تاریخ کے مختلف ادوار میں لوگوں کی ہدایت ، دعوت توحید اور ممانعت شرک کے لئے اللہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

تعالی نے انبیاء بھیجے ۔ان کا تذکرہ کر کے کفار قریش کو بتایا گیا کے انبیاء کی تکذیب کی وجہ سے گذشتہ قوموں کا کیا انجام ہوا ۔اور رسول آخر الزماں کی تکذیب پر خود ان کا کیا انجام ہوگا، سورہ قمر جو مکی سورت ہے ۔میں کفار کے لئے عذاب کا تذکرہ بار بار آیا ہے ۔اور اس طرح کفار قریش کو اس انجام سے آگاہ کیا گیا ہے جو انبیاء کی تکذیب پر اقوام سابقہ کو پیش آیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کی تکذیب پر خود انہیں پیش آئے گا۔ (۱) چنانچہ اسی سورہ میں درج ذیل آیت تین بار لائی گئی ہے ۔

فکیف کان عذابی و نذر (قمر ۲۰-۲۱-۱۲)

دیکھ لو ،کیسا تھا میرا عذاب اور کیسی تھیں میری تنبیہات ۔

و لقد یسر نا القرآن للذکر فھل من مدکر (قمر ۱۷، ۲۲، ۳۲، ۴۰)

ہم نے اس قرآن کو نصیحت کے لئے آسان ذریعہ بنا دیا ہے پھر کیا ہے کوئی نصیحت کو قبول کرنے والا؟۔

سورہ مرسلات بھی مکی سورت ہے ۔اس میں ایک جملہ "تباہی ہے اس روز جھٹلانے والوں کے لئے " دس مرتبہ آیا ہے ۔اسی سورت میں اللہ نے اپنی نعمتوں اور سزاؤں کا تفصیل سے ذکر کیا ۔ہر نعمت کی یاد دہانی اور ہر سزا کی تذکیر کے بعد مذکورہ جملہ دوہرایا گیا ہے تاکہ ان نعمتوں اور سزاؤں کا تصور دلوں میں جا گزیں ہو جائے اور کفر و تکذیب سے انہیں محفوظ رکھے ۔اس کے علاوہ خود یہ اسلوب انتہائی مؤثر اور اپیل کرنے والا ہوا کرتا ہے ۔ اہل عرب کے کلام اور اشعار میں اس کا بکثرت رواج ہے ۔ (۲)

---

(۱) دیکھئے محمد عبد الوھاب حمودہ، القرآن و علم النفس، دار القلم قاہرہ ۱۹۷۲، صفحہ ۹۵-۹۶

(۲) حوالہ سابق صفحہ ۹۶-۹۷

toobaa-elibrary.blogspot.com

قرآن کریم کی بہت ساری آیات میں دوبارہ اٹھائے جانے قیامت کے دن، یوم حساب، جنت کی نعمتوں، جہنم کے عذاب، حضرت آدم و حواء علیہما السلام کی تخلیق اور ابلیس کی ان دونوں سے دشمنی کے تذکرے بار بار آئے ہیں۔ان سے قرآن کا مقصود دلوں میں ایمان کی پختگی اور عقائد، عبرت اور نصیحت کی جاگزینی ہے۔

قصوں کے تکرار میں ایسا نہیں ہے کہ مکمل قصے دوہرائے گئے ہیں، بلکہ سورت کے سیاق و مفہوم کی مناسبت سے قصہ کا کچھ حصہ دوہرایا گیا ہے ۔اور جب بھی قصہ کا کوئی ٹکڑا بیان کیا گیا ہے ، عموما اس کے اندر کوئی ایسی نئی چیز بھی لائی گئی ہے جو پہلے بیان نہیں ہوئی تھی۔ الفاظ میں کچھ تبدیلی یا جملوں میں تقدیم و تاخیر کرکے قصہ کے تذکرہ سے مقصود عبرت کو نمایاں کیا گیا ہے ۔قرآن انبیاء کے قصے تاریخ بنا کر نہیں پیش کرتا ہے جس میں تاریخی ترتیب سے واقعات بیان ہوتے ہیں، بلکہ وہ ان واقعات کے اندر موجود عبرت و نصیحت کے پیش نظر بیان کرتا ہے اسی لئے قصے کے صرف وہ حصے بیان کرتا ہے جس سے عبرت متعلق ہوتی ہے (۱)

ایک ہی تصور و فکر کو جب مختلف الفاظ اور اسلوب میں ذکر کیا جاتا ہے تو اس کی جانب توجہ مبذول ہونے لگتی ہے اور وہ اکتاہٹ بھی نہیں پیدا ہوتی جو ایک مخصوص فکر کو ایک ہی شکل میں بغیر کسی تبدیلی کے بار بار پیش کرنے سے ہوجاتی ہے ، جدید ماہرین نفسیات اور پروپیگنڈہ و اشتہارات کے ماہرین کی تحقیقات بھی بتاتی ہیں کہ توجہ مبذول کرنے اور اکتاہٹ سے محفوظ رکھنے کے لئے

---

(۱) عبد الوہاب حمودہ، حوالہ سابق صفحہ ۱۰۳-۱۰۵

toobaa-elibrary.blogspot.com

اسلوب و الفاظ میں تبدیلی بہت اہمیت رکھتی ہے ۔ تجارتی اشتہارات سے وابستہ لوگ آج اس کا بڑا اہتمام کرتے ہیں ۔

تکرار سے تعلم میں پختگی پیدا ہوجاتی ہے ، خواہ کسی اچھی عادت کا تعلم ہو یا بری عادت کا تعلم ۔ کوئی غلط عادت یا برا سلوک تکرار کے نتیجہ میں دلوں کے اندر مستحکم ہو جاتا ہے تو اس سے گلو خلاصی سخت جد و جہد اور مضبوط ارادے کے بغیر مشکل ہوتی ہے ۔ اسی لئے باپ دادا کے عقائد و عمل تکرار و تسلسل کی وجہ سے مشرکین کے دلوں میں ایسا گھر کر گئے تھے کہ ان سے گلو خلاصی کوئی آسان نہیں تھی ۔ قرآن کریم نے متعدد آیات میں اس جانب اشارہ کیا ہے کہ بچپن سے باپ دادا کے عقائد پر جمے رہنے کی وجہ سے مشرکین کو عقیدہ توحید پر مطمئن کرنے میں انبیاء سابقین کو گذشتہ ہر دور میں بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ۔ گذشتہ فصل چہارم میں فکری جمود و غلطی پر گفتگو کے ضمن میں اس جانب ہم نے اشارہ کیا ہے ۔ قرآن نے بتایا ہے کہ اللہ تعالی سے غفلت ، کفر سے وابستگی اور گناہ و معاصی کے ارتکاب میں جب تکرار و تسلسل رہتا ہے تو عقیدہ توحید کو بآسانی قبول کرنے کی صلاحیت انسان کے اندر باقی نہیں رہتی ہے ۔ اس کی جانب قرآن کریم نے متعدد آیات میں " دلوں پر مہر " کے الفاظ سے اشارہ کیا ہے ۔ گذشتہ فصل چہارم میں اس پر ہم گفتگو کر چکے ہیں

قرآن بتاتا ہے کہ غلط عادات اور معاصی ، اصرار و تکرار کے نتیجہ میں دلوں کے اندر اس طرح جم جاتے ہیں کہ عقل زنگ آلود سی ہو کر رہ جاتی ہے ۔ صحیح غلط کی تمیز کی راہ میں رکاوٹ پیدا ہوجاتی ہے [illegible] ر ان عادات سے چھٹکارا پانا دشوار

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہوجاتا ہے ۔

کلا بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون (مطففین ۱۴)

ہر گز نہیں ۔ بلکہ ان لوگوں کے دلوں پر ان کے برے اعمال کا زنگ چڑھ گیا ہے ۔

اسی مفہوم کی وضاحت درج ذیل ارشاد نبوی میں ہے کہ "جب انسان گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نکتہ آجاتا ہے ۔ دو بارہ گناہ کرتا ہے تو دوسرا نکتہ آجاتا ہے ۔ اسی طرح ہر گناہ پر دھبہ آتا جاتا ہے یہاں تک کہ دل سیاہ بکری کے رنگ کا ہوجاتا ہے " دوسری حدیث کے الفاظ ہیں "یکے بعد دیگرے گناہ سے دل سیاہ ہوجاتا ہے اور توبہ کی امید باقی نہیں رہتی ہے " (۱)

توجہ تعلم ، اور علم و معرفت کے حصول میں توجہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے ۔ اگر انسان مثال کے طور لکچر کی جانب متوجہ نہ ہو تو لکچر کی معلومات کا اسے ادراک نہیں ہوگا اور نتیجتہ اسے سیکھ سکے گا نہ آئندہ یاد رکھ سکے گا ۔ اسی لئے اساتذہ اور مربی حضرات کی ہمیشہ کوشش رہتی ہے کہ طلبہ کی توجہ اپنی طرف مبذول رکھیں تاکہ وہ اسباق کو سیکھ اور سمجھ سکیں ۔ قرآن نے قصے بیان کرکے ان میں پوشیدہ عبرت و نصیحت کی جانب توجہ مبذول کرنا چاہا ہے ۔ معلومات کے احاطہ میں توجہ کی اہمیت کو قرآن میں سراہا گیا ہے :

ان فی ذلک لذکری لمن کان له قلب او القی السمع و هو شهید (ق ۳۷)

---

(۱) ابو القاسم الحسن بن محمد بن المفضل الراغب الاصفہانی ۔ حوالہ سابق ۹۷

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس تاریخ میں عبرت کا سبق ہے ہر اس شخص کے لئے جو دل رکھتا ہو ، یا جو توجہ سے بات کو سنے ۔

اس آیت سے پہلے والی آیت میں بتایا گیا ہے کہ اللہ نے قریش سے قبل ایسی اقوام کو ہلاک کردیا ہے جو قریش سے زیادہ طاقتور تھیں ، پھر اس آیت میں کہا گیا کہ اس میں ان لوگوں کے لئے عبرت ہے جو عقل رکھتے ہیں ، یا بات کو غور سے سنتے اور سمجھتے ہیں ، ذہن ، جو توجہ کا مرکز ہے ، کو حاضر رکھتے ہیں ۔

توجہ کی اہمیت بتاتے ہوئے سورہ مزمل میں قرآن کہتا ہے کہ سونے کے بعد بیداری معانی قرآن کو زیادہ توجہ کے ساتھ سننے اور خوب سمجھنے کے قابل انسان کو بناتی ہے ، شاید اس لئے کہ سو لینے کے بعد ذہن کو راحت و آرام مل جاتا ہے اور دوسری طرف دن کے ہنگاموں اور امور معاش کی الجھنوں سے محفوظ ، رات کا ماحول پر سکون ہوتا ہے :

ان ناشئة اللیل ھی اشد وطا و اقوم قیلا (مزمل ۲)

در حقیقت رات کا اٹھنا نفس پر قابو پانے کے لئے بہت کارگر اور قرآن ٹھیک پڑھنے کے لئے بہت موزوں ہے ۔

قرآن فہم اور تعلم میں توجہ کی اہمیت بتاتا ہے :

اذا قری القرآن فاستمعوا له و انصتوا لعلکم ترحمون (اعراف ۲۰۲)

toobaa-elibrary.blogspot.com

جب قرآن تمہارے سامنے پڑھا جائے تو اسے توجہ سے سنو اور خاموش رہو، شاید کہ تم پر بھی رحمت ہو جائے ۔

قرآن کو سننا اور اس کی جانب کان لگانا دراصل اس کے معانی و مفاہیم پر تدبر اور اس کے عقائد، تعلیمات، احکام، منہیات، نصائح اور عبرت کے تعلم کی جانب توجہ ہی کا مفہوم رکھتا ہے، جو فہم و تعلم میں توجہ کی اہمیت کی جانب واضح اشارہ ہے

توجہ کی مرکوزیت اور تعلم کی آسانی میں مجرد معانی و مفاہیم کو بسیط و توضیحی شکل میں پیش کرنا معاون بنتا ہے، یعنی واقعاتی اور محسوس امور کے اندر ان کی تمثیل کرکے ان کا ادراک اور فہم ممکن ہوتا ہے، اسی لئے اب اساتذہ اور معلمین علمی نظریات اور قوانین و ضوابط کی تشریح میں سمعی اور بصری وسائل اور عملی تجربات سے خوب کام لیتے ہیں جس سے طلبہ کی توجہ مرتکز رہتی ہے اور مفہوم کو سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے، قصوں اور مثالوں کے ذریعہ قرآن کریم نے عقائدی امور کو مجسم شکل میں پیش کرکے دعوت اسلامی کو انسانی ذہنوں کے قریب کرنا چاہا ہے، قرآن کے قصوں کو سننے والا اپنے سامنے واقعات کا مشاہدہ کرنے لگتا ہے (۱) جس کی وجہ سے ان واقعات پر اس کی توجہ مرکوز ہو جاتی ہے جو اس کے خیال و تصوف کے پردہ پر پے در پے آرہے ہیں، قرآن کے امثال بھی یہی رول ادا کرتے ہیں، معانی کو مجسم و محسوس شکل میں ذہنوں کے اندر لے آتے ہیں جس سے ان کے فہم و ادراک میں آسانی ہوتی ہے ۔(۲) اسکی ایک مثال سورہ ابراہیم میں

---

(۱) محمد علی تسخیری، حوالہ سابق، صفحہ ۱۲۱ ۔ ۱۲۲ ۔ سید قطب حوالہ سابق، صفحہ ۲۲ ۔ ۳۰

(۲) محمد علی تسخیری، حوالہ سابق، صفحہ ۱۲۲ ۔ ۱۲۳

toobaa-elibrary.blogspot.com

دیکھئے ۔ ایمان کے بغیر دنیا میں نیک اعمال کی عدم افادیت کی تشبیہ اللہ تعالی ایسی راکھ سے دیتا ہے جسے سخت آندھی کے دن تیز ہوا اڑا رہی ہو اور انسان کے لئے اسے پکڑنا ناممکن ہو :

مثل الذین کفروا بربہم اعمالہم کرماد اشتدت بہ الریح فی یوم عاصف لا یقدرون مما کسبوا علی شیء ذلک ہو الضلال البعید (ابراہیم ۱۸)

دوسری مثال وہ ہے جس میں اللہ تعالی نے کلمہ طیبہ کی تشبیہ ایسے پاکیزہ درخت سے دی ہے جو اپنے پاکیزہ پھلوں سے لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے ۔ جس کی جڑیں زمین کی گہرائیوں میں پیوست ہوتی ہیں ۔ اور شاخیں آسمان سے بات کر رہی ہوتی ہیں ۔ اور جو اللہ کی مرضی سے ہر وقت پھل دیتا رہتا ہے ۔ کلمہ توحید مومن کے دل میں اسی طرح مستحکم ہوتا ہے ۔ اس کے پاکیزہ اعمال اللہ تعالی تک پہنچ رہے ہوتے ہیں ۔ اور ہر وقت اللہ کا ثواب اور برکت اسے حاصل رہتی ہے ۔ اور کلمہ خبیثہ کی تشبیہ اس خبیث درخت سے دی گئی ہے جو زمین سے اکھڑ گیا ہو اور کوئی استحکام نہ رہ گیا ہو ۔ کلمہ باطل اسی طرح غیر مستحکم و بے بنیاد ہوتا ہے : (۱)

الم تر کیف ضرب اللہ مثلا کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اصلہا ثابت و فرعہا فی السماء توتی اکلہا کل حین باذن ربہا و یضرب اللہ الامثال للناس لعلہم یتذکرون و مثل کلمۃ خبیثۃ کشجرۃ خبیثۃ اجتثت من فوق الارض مالہا من قرار (ابراہیم ۲۴۔ ۲۶)

---

(۱) المنتخب فی تفسیر القرآن ۔ صفحہ ۳۷۸

toobaa-elibrary.blogspot.com

کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ نے کلمہ طیبہ کو کس چیز سے مثال دی ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک اچھی ذات کا درخت جس کی جڑ زمین میں گہری جمی ہوئی ہے اور شاخیں آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں، ہر آن وہ اپنے رب کے حکم سے پھل دے رہا ہے۔ یہ مثالیں اللہ اس لئے دیتا ہے کہ لوگ ان سے سبق لیں۔ اور کلمہ خبیثہ کی مثال ایک بد ذات درخت کی سی ہے جو زمین کی سطح سے اکھاڑ پھینکا جاتا ہے اس کے لئے کوئی استحکام نہیں ہے۔

ایسی ہی ایک مثال سورہ رعد کے اندر بھی ہے جس میں اللہ تعالی نے بتایا ہے کہ حق باقی رہتا ہے اور باطل زائل ہوجاتا ہے۔ بقاء حق اور زوال باطل کی تشبیہ نہروں میں بہنے والی چیزوں سے دی گئی ہے کہ جو لوگوں کے لئے مفید ہوتی ہے، باقی رہتی ہے اور جو غیر نافع ہوتی ہے جیسے جھاگ، وہ سطح آب پر آکر ختم ہوجاتی ہے، اسی کی دوسری تشبیہ آگ میں تپائی جانے والی معدنی اشیاء سے دی ہے کہ لوگوں کے لئے نفع بخش چیزیں، جیسے سونا و چاندی جن سے زیورات بنائے جاتے ہیں اور لوہا و پیتل جن سے آلات و مفید ساز و سامان تیار کئے جاتے ہیں، وہ باقی رہتی ہیں، اور غیر نافع چیزیں اوپر آجاتی ہیں، جنہیں نکال کر پھینک دیا جاتا ہے۔

انزل من السماء ماء فسالت اودیۃ بقدرھا فاحتمل السیل زبدا رابیا و مما یوقدون علیہ فی النار ابتغاء حیلۃ او متاع زبد مثلہ کذلک یضرب اللہ الحق

---

toobaa-elibrary.blogspot.com

بالباطل فاماالزبد فیذھب جفاء و اما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض کذلک یضرب

اللہ الامثال (رعد ۱۷)

اللہ نے آسمان سے پانی برسایا اور ہر ندی نالہ اپنے ظرف کے مطابق اسے لے کر چل نکلا پھر جب سیلاب اٹھا تو سطح پر جھاگ بھی آگئے اور ایسے ہی جھاگ ان دھاتوں پر بھی اٹھتے ہیں جنہیں زیور اور برتن وغیرہ بنانے کے لئے لوگ پگھلایا کرتے ہیں۔ اس مثال سے اللہ حق اور باطل کے معاملے کو واضح کرتا ہے جو جھاگ ہے وہ اڑجایا کرتا ہے اور جو چیز انسانوں کے لئے نافع ہے وہ ٹھیر جاتی ہے اسی طرح اللہ اپنی مثالوں سے بات سمجھاتا ہے۔

قرآن کی کچھ سورتوں کی ابتداء الم، الر، المر، کھیعص، طسم، وغیرہ الفاظ سے ہوئی ہے، مفسرین نے ان کی مختلف تفسیریں نقل کی ہیں، ایک قول یہ بھی ہے کہ سماعت قرآن کی جانب مشرکین کی توجہ مبذول کرنا ان سے مقصود ہے، کیونکہ ان کے اندر ایک خاص قسم کی آواز ہے، مشرکین نے قرآن نہ سننے پر ایکا کرلینا چاہا تھا، ان حروف سے آغاز نے انہیں گوش بر آواز کیا اور جب متوجہ ہوئے تو انہی حروف سے بنے ہوئے کلمات انہیں سنائے گئے۔(۱)

توجہ مبذول کرنے کے لئے بعض مکی سورتوں کے آغاز میں قلم کی قسم کھائی گئی ہے، پچیس سورتوں کی ابتداء قسم سے ملتی ہے، مثال کے طور پر و الصافات، و الذاریات، و الطور، و النجم، و السماء ذات البروج، و السماء و الطارق، والفجر، و العصر وغیرہ سورتیں، یہ اسلوب بھی قرآن کی سماعت کی جانب توجہ مبذول کراتا ہے، قسم

(۱) تفسیر ابن کثیر ۱، ۳۷۔ تفسیر منار ۱، ۱۲۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

سے آغاز اس لئے بھی اپنی جانب توجہ مبذول کرتا ہے کہ قسم کی ایک گونہ دہشت سننے والے کے گوش پر پڑتی ہے ۔ اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ سننے والے کے اندر اگلی بات سننے کے لئے نفسیاتی آمادگی پیدا ہو جاتی ہے ۔ کیونکہ آگے کہی جانے والی بات بھی قسم پر مبنی ہوتی ہے اور قسم ہیبت انگیز بن جاتی ہے ۔ جدلیاتی اور مباحثاتی اسلوب کے مقابلہ یہ اسلوب آغاز سامع پر زیادہ اثر انداز ہوتا ہے " (۱)

اسلوب قرآن جو اعجاز بلاغت اور موزوں اثر آفرینی رکھتا ہے ۔ وجدان کو اپیل کرتا ہے ۔ توجہ مبذول کر لیتا ہے ۔ قرآنی الفاظ اپنے معانی کے ساتھ ایسا دلکش آہنگ پیدا کرتے ہیں جو معانی الفاظ کے علاوہ علاحدہ صوتی پہلو رکھتے ہیں ۔ اور الفاظ کی آواز جب کان تک پہنچتی ہے ۔ معنی نگاہوں میں مجسم ہو جاتا ہے (۲) یہ اسلوب جاذب توجہ ہونے کے ساتھ قرآنی منظر کا احساس دل کے اندر پیدا کر کے فہم و ادراک میں معاون بنتا ہے ۔

عملی مشق :

عملی چیزوں کی تعلیم کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ انسان ان کی عملی مشق کرے ۔ مشق کے ذریعہ ان پر دسترس حاصل کرے ۔ عملی مشق کی ضرورت صرف عملی چیزوں ہی میں نہیں بلکہ نظریاتی علوم ۔ با اخلاق کردار ۔ فضائل و اقدار اور سماجی طرز زندگی کے آداب سیکھنے میں بھی ہوتی ہے ۔ اپنی کوشش اور مشق کے ذریعہ انسان بہت جلد اسے سیکھ لیتا ہے اور مہارت پیدا کر لیتا ہے ۔ ایک تجرباتی تحقیق

(۱) عبد الوہاب حمودہ ۔ حوالہ سابق ۔ صفحہ ۱۷ ۔ ۱۷ (۲) محمد علی تسخیری ۔ حوالہ سابق ۔ صفحہ ۱۲۳ ۔ ۱۲۴

toobaa-elibrary.blogspot.com

سے بھی یہ واضح ہوا کہ جو افراد بذات خود الفاظ اور جملوں کو ادا کرتے ہیں وہ بہت جلد انہیں یاد کر لیتے ہیں، جبکہ جو افراد الفاظ اور جملوں کو صرف سننے پر اکتفا کرتے ہیں، اور ساتھ ہی اسکرین پر ان حروف کو دیکھ بھی رہے ہوتے ہیں، انہیں یاد کرنے میں تاخیر ہوتی ہے (۱) اس سے علم تعلم کے اندر عملی مشق کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے

قرآن کریم نے بھی عملی مشق کے اصول کو اپنایا ہے۔ مسلمانوں کو صفات حمیدہ، اخلاق حسنہ اور حسن سلوک و کردار کی تعلیم کے لئے مختلف عبادات کے احکام عملی مشق و تدریب کی واضح مثال ہے۔ مقررہ اوقات میں وضوء اور نماز کی ادائیگی مسلمانوں کو صفائی و نظافت، اطاعت و ڈسپلین اور صبر و ضبط کی تعلیم دیتی ہے، روزہ سے اطاعت و سرافگندگی، مشقت انگیزی پر صبر اور غریبوں کے ساتھ ہمدردی کی تعلیم ملتی ہے، اور حج اطاعت شعاری، جفاکشی اور صبر سکھاتا ہے، عبادات کے فوائد پر آئندہ قرآن میں نفسیاتی علاج سے متعلق اس کتاب کی دسویں فصل میں ہم تفصیل سے گفتگو کریں گے۔

مسلمانوں کو ایمان اور عقائد کی تعلیم دینے کے لئے عمل صالح کی ترغیب دی گئی ہے، سچے ایمان کا اظہار مومن کے کردار و عمل ہی سے ہونا چاہئے، حسن اخلاق، دوسروں کے ساتھ حسن سلوک، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم کی خوشنودی کی جانب پیش رفتگی اس کے مظاہر ہوتے ہیں، قرآن کریم کی متعدد

---

(۱) محمد عثمان نجاتی، حوالہ سابق، صفحہ ۱۹۵-۱۹۶

toobaa-elibrary.blogspot.com

آیات میں ایمان کے ساتھ عمل صالح کا ذکر ہے۔

و بشر الذین آمنوا و عملوا الصالحات ان لهم جنات تجری من تحتها الانهار

(بقره ۲۵)

اور اے پیغمبر جو لوگ اس کتاب پر ایمان لے آئیں اور (اس کے مطابق) اپنے عمل درست کر لیں انہیں خوشخبری دے دو کہ ان کے لئے ایسے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔

والذین آمنوا و عملوا الصالحات اولئک اصحاب الجنـة هم فیها خالدون (

بقرة ۸۲)

اور جو لوگ ایمان لائیں گے اور نیک عمل کریں گے وہی جنتی ہیں اور جنت میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات و اقاموا الصلاة و آتوا الزکاة لهم اجرهم

عند ربهم و لا خوف علیهم و لا هم یحزنون (بقره ۲۷۷)

ہاں! جو لوگ ایمان لے آئیں اور نیک عمل کریں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں۔ ان کا اجر بے شک ان کے رب کے پاس ہے اور ان کے لئے کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہے۔

و اما الذین آمنوا و عملوا الصالحات فیوفیهم اجورهم. و الله لا یحب

الظالمین (آل عمران ۵۷)

اور جنہوں نے ایمان اور نیک عملی کا رویہ اختیار کیا ہے انہیں ان کے اجر

toobaa-elibrary.blogspot.com

پورے پورے دئے جائیں گے اور (خوب جان لے) کہ ظالموں سے اللہ ہرگز محبت نہیں کرتا۔

وعد اللّٰہ الذین آمنوا و عملوا الصالحات لھم مغفرۃ و اجر عظیم (مائدہ ۹)

جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں۔ اللہ نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ ان کی خطاؤں سے درگذر کیا جائے گا اور انہیں بڑا اجر ملے گا۔

و اما من آمن و عمل صالحا فلہ جزاء الحسنیٰ و سنقول لہ من امرنا یسرا (کہف ۸۸)

اور جو ان میں سے ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا۔اس کے لئے اچھی جزا ہے ۔اور ہم اس کو نرم احکام دیں گے ۔

و انی لغفار لمن تاب و آمن و عمل صالحا ثم اھتدی (طہ ۸۲)

البتہ جو توبہ کرلے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے ۔ پھر سیدھا چلتا رہے اس کے لئے میں نہایت درگذر کرنے والا ہوں

تعلم کی تقسیم:

جدید ماہرین نفسیات کی تحقیقات بتاتی ہیں کہ عمل تعلم کی تقسیم اور مختلف اوقات اس طرح اس کی مشق کہ درمیان میں آرام و استراحت کے وقفے ہوں ۔ جلد

toobaa-elibrary.blogspot.com

سیکھنے اور اچھی طرح یاد کرنے میں معاون بنتی ہے ۔اس کے بالمقابل ترکیزی طریقہ ہوتا ہے جس میں بغیر کسی وقفہ آرام کے مسلسل اور ایک نشست میں تعلیم دی جاتی ہے ۔اس طریقہ کے مقابلہ پہلا طریقہ تعلم کے لئے زیادہ بہتر سمجھا گیا ہے (۱)

قرآن نے اس اصول کو اپنایا ہے ۔اور تیئیس سال کی مدت پر پھیلے ہوئے مختلف اوقات میں اس کی ہدایات و تعلیمات نازل ہوتی رہی ہیں ۔تاکہ مسلمان انہیں پورے اطمینان کے ساتھ سیکھ سکیں ۔اور ان کے معانی و مفاہیم کو دلوں میں اتار لیں ۔یہ طریقہ قرآن کے سیکھنے ، سمجھنے اور یاد کرنے میں معاون بنا ۔ اگر پورا کا پورا قرآن ایک ساتھ نازل ہوا ہوتا تو قرآن کا تعلم اور اس کے معانی کا فہم دشوار ہوتا ۔

وقرآنا فرقناه لتقراه على الناس على مكث و نزلناه تنزيلا (اسراء ۱۰۶)

اور اس قرآن کو ہم نے نے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے تاکہ تم ٹھیر ٹھیر کر اسے لوگوں کو سناؤ اور اسے ہم نے (موقع موقع سے) بتدریج اتارا ہے ۔

وقال الذين كفروا لولا نزل عليه القرآن جملة واحدة كذلك لنثبت به فؤادک و رتلناه ترتيلا (فرقان ۔۳۲)

منکرین کہتے ہیں "اس شخص پر سارا قرآن ایک ہی وقت میں کیوں نہ اتار دیا گیا ہاں ! ایسا اس لئے کیا گیا ہے کہ اس کو اچھی طرح ہم تمہارے ذہن نشین کرتے رہیں اور (اسی غرض کے لئے) ہم نے اس کو ایک خاص ترتیب کے ساتھ الگ الگ اجزاء کی شکل دی ہے ۔

---

(۱) محمد عثمان نجاتی ۔ حوالہ سابق ۔صفحہ ۱۹۵ ۔۱۹۶

toobaa-elibrary.blogspot.com

عملی اصلاح میں تدریج :

عرصہ دراز تک کسی رواج و عمل پر پابندی کے نتیجہ میں جب وہ دلوں کے اندر رچ بس چکا ہوتا ہے ، تو پھر اس سے گلو خلاصی بہتیرے لوگوں کے لئے آسان نہیں ہوا کرتی ہے کیونکہ اس کے لئے پختہ ارادہ ، سخت جدوجہد اور طویل محنت کی ضرورت ہوتی ہے ، جو بیشتر لوگوں کے بس کی بات نہیں ہوتی ، اس لئے غلط عادات و رسوم سے گلو خلاصی کا آسان و بہتر طریقہ یہ ہے کہ بتدریج اور رفتہ رفتہ ان سے علاحدگی اختیار کی جائے ۔

کسی تاثر مثلا خوف سے گلو خلاصی کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس کے برعکس تاثر کو اس کی جگہ بتدریج ہم اپنے اندر پیدا کریں ۔ مثلا خوف کی جگہ خوشی ، یا محبت کو آہستہ آہستہ اپنے اندر لاتے رہیں آخر کار ہمیں خوف سے نجات مل جائے گی ۔

جدید ماہرین علم النفس کے تجربات میں آیا ہے کہ جس بچہ کے اندر کسی جانور سے خوف تھا ، اسی طریقہ سے خوف کی جگہ اس کی محبت بچہ کے اندر پید کی جا سکی (۱) ، اس طریقہ سے ہم اپنی غلط عادات و اطوار سے بھی نجات حاصل کر سکتے ہیں ، نفسیاتی علاج کے اندر ماہرین نفسیات اس طریقہ کو اپناتے ہیں قبل از اسلام عربوں کے اندر بھی بعض غلط عادات و اعمال گھر کئے ہوئے تھے ، دعوت اسلامی کے ابتدائی مرحلہ میں مسلمانوں سے ان عادات سے علاحدگی کا مطالبہ آسان نہ تھا جن سے وہ عرصہ دراز سے مانوس چلے آرہے تھے ، ان غلط عادات کے علاج میں قرآن نے دو طریقے اپنائے ، پہلا طریقہ یہ تھا کہ ان امور کی اصلاح کو مؤخر کر کے دلوں میں ایمان و عقیدہ کو مضبوط کرنے پر توجہ دی ، تاکہ جب عقیدہ اور ایمان دلوں

---

(۱) محمد عثمان نجاتی ، حوالہ سابق صفحہ ۱۳۷ ۔ ۱۳۸

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے اندر راسخ ہوجائے تو ایک طاقتور محرک کے بطور اس کی مدد سے غلط عادات سے گلو خلاصی اور نئی عادات کی تعلیم آسان ہو۔ اسی لئے دعوت اسلامی کے ابتدائی مرحلہ میں مکہ مکرمہ میں نازل ہونے والی بیشتر آیات کا تعلق عقیدہ توحید سے ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی نئے ایمان قبول کرنے والوں کی روحانی تربیت اور دلوں میں ایمان و عقیدہ کی پختگی پر توجہ فرماتے تھے۔ مسلمانوں کی نفسیاتی تیاری کا یہ انتہائی اہم اور ضروری مرحلہ تھا۔ اس کے نتیجہ میں وہ اپنے کردار و عمل اور رسوم و رواج میں تبدیلی نیز نئے افکار و نظام زندگی کو مکمل طور پر قبول کرنے کے لئے پوری طرح تیار ہوگئے تھے۔ اپنی قدیم و مروجہ عادات سے قرآن کی ممانعت کے سامنے ان کا سر تسلیم و رضا خم تھا۔ قبولیت اسلام کے وقت وہ آسانی کے ساتھ ان امور مثلاً شراب نوشی سے گریز کے لئے تیار نہ تھے۔ لیکن جب ایمان دلوں میں راسخ ہوگیا تو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و پیروی کے لئے یہ ایمان ایک طاقتور محرک بن گیا۔ وہ بخوشی احکام الٰہی کی پابندی کرتے خواہ انہیں ایسی عادات سے باز رہنے کا حکم ملا ہوتا جن پر مدت دراز سے وہ عمل پیرا تھے اور ان کی گھٹی میں وہ رچی بسی ہوئی تھیں۔ چنانچہ پختگی ایمان کے بعد جب حرمت شراب کا حکم نازل ہوا تو تمام لوگ شراب نوشی سے باز آگئے جو کچھ شراب موجود تھی مدینہ کی گلیوں میں بہادی۔

قدیم عادات و رسوم کی اصلاح کے لئے دوسرا طریقہ جسے قرآن نے اپنایا۔ بتدریج کا تھا۔ اس اسلوب کے ذریعہ بتدریج انہیں غلط عادات سے علاحدگی کے لئے

toobaa-elibrary.blogspot.com

تیار کیا گیا، شراب کے مسئلہ میں اس کی مثال واضح طور پر ملتی ہے۔ قرآن نے بیک لمحہ شراب کی حرمت نازل نہیں کی، بلکہ پہلے شراب کو ناپسندیدہ بتایا گیا، اور دلوں میں اس سے نفرت پیدا کی گئی، پھر اس کی حرمت قطعی نازل ہوئی، ابتداء میں بتایا گیا کہ شراب کے نقصانات زیادہ اور نفع بہت کم ہے، یہ شراب سے گریز اور اس کی ناپسندیدگی کی جانب اشارہ تھا، چند صحابہ کرام نے تو اسی وقت شراب نوشی ترک کردی، البتہ تمام لوگوں نے دوری اختیار نہیں کی تھی۔

پہلی آیت درج ذیل تھی:

یسئلونک عن الخمر و المیسر قل فیھما اثم کبیر و منافع للناس و اثمھما اکبر من نفعھما (بقرہ ۲۱۹)

پوچھتے ہیں: شراب اور جوئے کا کیا حکم ہے؟ کہو ان دونوں چیزوں میں بڑی خرابی ہے اگرچہ ان میں لوگوں کے لئے کچھ منافع بھی ہے مگر ان کا گناہ ان کے فائدے سے بہت زیادہ ہے۔

اس بعد قرآن نے اس سے کچھ زیادہ سخت موقف اختیار کیا، اور شراب سے نفرت و ناپسندیدگی اور گلو خلاصی کی ترغیب کچھ اور سخت انداز سے دی، کچھ صحابہ کرام نشہ کی حالت میں نماز پڑھتے ہوئے قرآن پڑھنے میں غلطی کرجاتے تھے، قرآن نے نشہ کی حالت میں نماز کے قریب آنے کو بھی حرام قرار دے دیا جو گویا اوقات نماز

toobaa-elibrary.blogspot.com

میں شراب کی حرمت کا اعلان تھا :

یا ایھا الذین آمنوا لا تقربوا الصلاۃ و انتم سکاری حتی تعلموا ما تقولون (نساء ۴۳)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو ، جب تم نشے کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب نہ جاؤ ، نماز اس وقت پڑھنی چاہیے جب تم جانو کہ کیا کہہ رہے ہو ۔

دن کے پانچ اوقات جو شب و روز کے بیشتر حصے کو سمیٹ لیتے ہیں ، کے اندر شراب نوشی کی حرمت دراصل بالکلیہ شراب نوشی سے گریز کی مشق تھی ، اس حکم کے بعد مسلمان نفسیاتی طور پر اگلے مرحلہ میں یعنی مکمل طور پر شراب نوشی سے گریز کے لئے تیار ہو چکے تھے تب قرآنی آیت نازل ہوئی اور شراب کو قطعی حرام قرار دے دیا گیا :

یا ایھا الذین آمنوا انما الخمر و المیسر و الانصاب و الازلام رجس من عمل الشیطن فاجتنبوہ لعلکم تفلحون ، انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ و البغضاء فی الخمر و المیسر و یصدکم عن ذکر اللہ و عن الصلاۃ فھل انتم منتھون (مائدہ ۹۰-۹۱)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو ، یہ شراب اور جوا اور یہ آستانے اور پانسے یہ سب گندے شیطانی کام ہیں ، ان سے پرہیز کرو ، امید ہے کہ تمہیں فلاح نصیب ہوگی شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ سے تمہارے درمیان عداوت اور بغض ڈالدے اور تمہیں خدا کی یاد سے اور نماز سے روک دے ۔ پھر

toobaa-elibrary.blogspot.com

کیا تم ان چیزوں سے باز رہو گے ؟

حرمت شراب کے سلسلہ میں قرآن کے تدریجی اسلوب نے شراب کی محبت ان کے دلوں میں کمزور کردی ۔ اور اس کی رغبت و رحجان کی جگہ اس سے نفرت و ناپسندیدگی کا جذبہ پیدا کردیا ۔ جو بتدریج اپنی مطلوبہ منزل تک پوری کامیابی کے ساتھ پہنچ گیا ۔ اور جب حرمت شراب کا قطعی و فیصلہ کن حکم نازل ہوا تو مسلمانوں نے حکم سنتے ہی شراب کے مٹکے توڑ دیے اور مدینہ کی گلیوں میں شراب بہنے لگی ۔ مدینہ میں آکر دلوں میں ایمان کے رسوخ کے بعد حکم قرآنی کا جو اثر مسلمانوں پر ہوا ۔ اگر یہی حکم مکی دور میں دعوت اسلامی کے آغاز میں نازل ہوا ہوتا تو ہمارے خیال میں یہی اثر انگیزی ان پر نہ ہوتی ۔ شراب کی تدریجی حرمت نے انہیں اس درجہ نفسیاتی طور پر تیار کردیا تھا کہ صرف حکم سنتے ہی وہ پوری طرح شراب سے علاحدگی کے لئے سراپا تسلیم تھے ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنھا سے مروی ہے کہ سب سے پہلے قرآن کریم کی سورت نازل ہوئی جس میں جنت و دوزخ کا تذکرہ تھا ۔ جب لوگوں کے دلوں میں اسلام جاگزیں ہوگیا تو حلال و حرام کے احکام نازل ہوئے ۔ اگر شروع ہی میں حکم دیا جاتا کہ شراب مت پیو ۔ تو کہتے : ہم تو کبھی شراب نہیں چھوڑیں گے ۔ اور کہا جاتا کہ زنا مت کرو ۔ تو جواب دیتے ۔۔ ہم ہرگز زنا نہیں چھوڑیں گے ۔ (۱)

عربوں میں سود کا چلن عام تھا ۔ قرآن نے اس کی حرمت کے لئے بھی تدریجی طریقہ اپنایا ۔ سود کی حرمت جس تدریج سے نازل ہوئی ۔ اسے ہم چار مرحلوں میں تقسیم

---

(۱) فتح الباری شرح بخاری ۱۹ ، ۳۸

toobaa-elibrary.blogspot.com

کرسکتے ہیں۔(۱)

پہلے مرحلہ میں اللہ تعالیٰ نے سود کی تئیں اپنی ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا:

وما آتیتم من ربا لیربو فی اموال الناس فلا یربو عند اللہ (روم ۳۹)

جو سود تم دیتے ہو تاکہ لوگوں کے اموال میں شامل ہوکر وہ بڑھ جائے اللہ کے نزدیک وہ نہیں بڑھتا۔

دوسرے مرحلہ میں نازل ہونے والی آیت میں سود خوری پر یہود کو وعید سنائی گئی، جو سود کی حرمت کی طرف اشارہ تھا، ابھی صراحتاً حرمت نہیں آئی تھی:

فبظلم من الذین ھادوا حرمنا علیھم طیبات احلت لھم و بصدھم عن سبیل اللہ کثیرا و اخذھم الربوا و قد نھوا عنہ و اکلھم اموال الناس بالباطل و اعتدنا للکافرین منھم عذابا الیما (نساء ۱۲۰، ۱۲۱)

غرض ان یہودیوں کے اسی ظالمانہ رویہ کی بنا پر اور اس بنا پر کہ یہ بکثرت اللہ کے راستے سے روکتے ہیں، اور سود لیتے ہیں جس سے انہیں منع کیا گیا تھا اور لوگوں کے مال ناجائز طریقوں سے کھاتے ہیں، ہم نے بہت سی وہ پاک چیزیں ان پر حرام کردیں جو پہلے ان کے حلال تھیں۔ اور جو لوگ ان میں سے کافر ہیں ہم نے ان کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

تیسرے مرحلہ میں سود فاحش کی حرمت نازل ہوئی جس کا دور جاہلیت میں عربوں کے اندر رواج تھا:

یا ایھا الذین آمنوا لا تاکلوا الربا اضعافا مضاعفۃ و اتقوا اللہ لعلکم تفلحون

---

(۱) مصطفیٰ الرافعی، الاسلام و مشکلاتہ العصر، دار الکتاب العربی، بیروت ۱۹۷۲، صفحہ ۷۰

toobaa-elibrary.blogspot.com

آل عمران۔ ۱۳۰)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، بڑھتا اور چڑھتا سود کھانا چھوڑ دو اور اللہ سے ڈرو امید ہے فلاح پاؤ گے۔

چوتھے مرحلہ میں سود کی قطعی حرمت نازل ہوگئی۔۔

الذین یاکلون الربا لا یقومون الا کما یقوم الذین یتخبطہ الشیطان من المس ذلک بانھم قالوا انما البیع مثل الربا و احل اللہ البیع و حرم الربا فمن جاء ہ موعظۃ من ربہ فانتھی فلہ ما سلف و امرہ الی اللہ و من عاد فاولئک اصحاب النار ھم فیھا خالدون، یمحق اللہ الربا و یربی الصدقات و اللہ لایحب کل کفار اثیم (بقرہ ۲۷۵، ۲۷۶)

مگر جو لوگ سود کھاتے ہیں ان کا حال اس شخص کا سا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھو کر باؤلا کردیا ہو اور اس حالت میں ان کے مبتلا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں " تجارت بھی تو آخر سود ہی جیسی چیز ہے " حالانکہ اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام۔ لہذا جس شخص کو اس کے رب کی طرف سے یہ نصیحت پہنچے اور آئندہ کے لئے وہ سود خواری سے باز آجائے تو جو کچھ وہ پہلے کھا چکا، سو کھا چکا، اس کا معاملہ اللہ کے حوالہ ہے اور جو اس حکم کے بعد پھر اسی حرکت کا اعادہ کرے، وہ جہنمی ہے جہاں وہ ہمیشہ رہے گا اللہ سود کا مٹھ مار دیتا ہے اور صدقات کو نشوو نما دیتا

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے۔ اور اللہ کسی ناشکرے بد عمل انسان کو پسند نہیں کرتا

یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللّٰہ و ذروا ما بقی من الربا ان کنتم مومنین فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللّٰہ و رسولہ و ان تبتم فلکم رؤس اموالکم لا تظلمون و لا تظلمون۔ (بقرہ ۲۷۸۔ ۲۷۹)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، خدا سے ڈرو اور جو کچھ تمہارا سود لوگوں پر باقی رہ گیا ہے، اسے چھوڑ دو، اگر واقعی تم ایمان لائے ہو۔ لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا، تو آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمہارے خلاف اعلان جنگ ہے، اب بھی توبہ کرلو (اور سود چھوڑ دو) تو تم اپنا اصل سرمایہ لینے کے حقدار ہو، نہ تم ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔

پہلی آیت جس میں سود کی ناپسندیدگی کی طرف اللہ نے اشارہ فرمایا ہے، مکہ میں نازل ہوئی، دوسری تمام آیات خصوصاً سود کی حرمت قطعی والی آیت مدینہ میں نازل ہوئی، اس سے واضح ہوتا ہے کہ سود کی حرمت اس وقت نازل ہوئی جب مسلمانوں کے دلوں میں ایمان راسخ ہو چکا تھا۔

حرمت سود اور شراب کے مسئلہ میں قرآن کریم نے تدریجی عمل کا اسلوب اپنا کر دونوں کی نفرت اس درجہ دلوں میں پیدا کردی جو پسند و محبت پر غالب آگئی، اور اس طرح قرآن کریم نے پوری کامیابی کے ساتھ عربوں کے ان دونوں قدیم رواج و عادات کو اکھاڑ پھینکا اور کمال حکمت و باریکی سے منصوبہ بند طریقہ پر ان کا

toobaa-elibrary.blogspot.com

خاتمہ کردیا۔

موجودہ وقت میں نفسیاتی علاج کے بعض ماہرین نے اسکنز (Skinner) کی تحقیقات کی روشنی میں نفسیاتی علاج کا ایک نیا طریقہ دریافت کیا ہے، جو قرآن میں شراب و سود کی حرمت کے لئے اختیار کردہ اسلوب سے بہت کچھ ملتا جلتا ہے، نفسیاتی علاج میں یہ طریقہ "تشکیل" کے نام سے جانا جاتا ہے، تشکیل کے طریقہ سے تبدیلی عمل کی مثال دیکھئے، ذہنی امراض کے ایک اسپتال میں ایک ذہنی مریض ہے، مریضوں پر تجربات کرنے کے لئے اسپتال کا ایک خاص کمرہ ہے، جس میں داخل ہونے سے وہ ذہنی مریض انکار کرتا ہے، وہ کمرہ اسپتال کی زیریں منزل پر واقع ہے، مریض کو کمرہ میں داخل کرنے کے لئے جو طریقہ اپنایا جاتا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ مریض کو اس کی پسندیدہ اور محبوب چیزیں اس کے ایسے فعل پر بطور انعام پیش کی جاتی ہیں جسے انجام دیتے ہوئے رفتہ رفتہ وہ مطلوبہ عمل پر آمادہ ہوجاتا ہے، مثلاً مریض جوں ہی اپنا سر اس دروازہ کی جانب موڑتا ہے جس سے گزر کر ایک زینہ زیریں منزل تک جاتا ہے، معالج فوراً ہی اس کی پسندیدہ شیرینی اسے پیش کرتا ہے، مریض پھر جلد ہی دوبارہ دروازہ کی طرف رخ کرتا ہے اور معالج بھی فوراً شیرینی اسے پیش کردیتا ہے، چند بار کے اس طرح عمل کے بعد مریض دروازہ کے سامنے آجاتا ہے، مشق کے اس مرحلہ کی تکمیل کے بعد معالج اس عمل پر شیرینی دینا بند کردیتا ہے، اور اسی وقت شیرینی اس کی طرف بڑھاتا ہے جب وہ دروازہ کی جانب ایک بار قدم اٹھاتا ہے۔ اس طرح دروازہ کی جانب ہر قدم پر شیرینی دینے کے چند بار کے عمل کے بعد معالج شیرینی روک لیتا ہے اور جب مریض زیریں منزل کو جانے والے زینہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

کی طرف قدم بڑھاتا ہے تب وہ شیرینی پیش کرتا ہے ۔ اس طرح چند دنوں تک علاج جاری رہنے کے بعد مریض بذات خود زینہ اتر جاتا ہے اور تجربہ گاہ میں داخل ہوجاتا ہے ۔ (۱)

بچوں کو بعض دشوار قسم کی آمادگیاں سکھانے میں بھی یہ طریقہ اپنایا جاتا ہے اور بتدریج ان کے اندر آمادگی پیدا کی جاتی ہے ۔ مثلاً ایک بچہ جو صفائی ستھرائی کا خیال نہیں رکھتا اور ضرورت کے وقت استنجا خانہ کا استعمال نہیں کرتا ۔ حالانکہ اب وہ عمر کے اس مرحلہ میں پہنچ چکا ہے جب عموماً بچے یہ چیزیں سیکھ چکے ہوتے ہیں ۔ ایسے بچہ کی تعلیم کا طریقہ ہم یوں اپنا سکتے ہیں کہ صرف باتھ روم چلنے پر اسے کوئی مٹھائی دی جائے اور ایسا کرنے پر پہلے سے زیادہ مٹھائی اسے دی جائے ۔ اور والدین اس کی خوب تعریف کریں ۔ پھر جب وہ باتھ روم جانے کی ضرورت والدین سے بتائے تو اسے اور بھی اچھا تحفہ و انعام دیا جائے (۲) یہ اسلوب علاج دراصل مطلوبہ آمادگی سے پہلے درمیانی درجہ کی متعدد آمادگیوں سے بتدریج گزار کر آخری مطلوبہ آمادگی تک لاتا ہے ۔ علاج کا یہ اسلوب قرآن کے اس اسلوب کے مشابہ ہے جو شراب نوشی و سود خواری کے علاج کے لئے اپنایا گیا ہے ۔ Joseoh Wolpe نے بھی مخصوص چیزوں سے خوف کے علاج میں اسی طریقہ تدریج کو اپنایا ہے ۔ مثلاً جس چیز سے خوف ہے ۔ اس سے ملتی جلتی متعدد چیزوں کو تدریجی سلسلہ میں پیش کرکے ان سے انسیت و بے خوفی پیدا کی جاتی ہے ۔ البتہ یہ سلسلہ

---

(۱) سارنوف اد نیک ۔ ترجمہ محمد عماد الدین اسماعیل ۔ دار الشروق بیروت ۱۹۸۱ ۔ صفحہ ۲۱ ۔ ۲۲

(۲) جولیان روتر ۔ علم النفس الاکلینکی ترجمہ عطیہ محمود ۔ دار الشرق ۔ بیروت ۱۹۸۲ ۔ ۱۰۹ ۔ ۱۷۰

toobaa-elibrary.blogspot.com

وار چیزیں خوف کے درجہ میں بتدریج کم سے زائد کی طرف بڑھتی ہیں ۔سب سے کم درجہ کے خوف والی چیز سے آغاز کرتے ہوئے انتہاء میں خوف پیدا کرنے والی وہ اصل چیز لائی جاتی ہے ۔ جس سے بے خوفی کا علاج مقصود ہوتا ہے ۔چنانچہ ابتداء میں اس سلسلہ کی سب سے معمولی و ابتدائی چیز کا تصور فرد کے سامنے لایا جاتا ہے اور اس سے بے خوفی و اطمینان اس کے اندر پیدا کیا جاتا ہے تاکہ اس کا خوف ختم ہوجائے ۔ پھر سلسلہ کی درمیانی چیز سے انسیت پیدا کرنے کے مرحلہ میں علاج آتا ہے ۔ اور بار بار علاج کے ذریعہ اس سے بے خوفی ہوجاتی ہے ۔اس طرح خوف پیدا کرنے والی اسی جیسی چیزوں کو تدریجی سلسلہ میں پیش کر کے ان سے بے خوفی پیدا کرتے ہوئے سلسلہ کے آخر میں اصل اس چیز سے بے خوف بنایا جاتا ہے جو اس کے لئے خوفناک تھا۔ (۱)

دشوار آمادگیوں کی تعلیم یا ناپسندیدہ و غلط عادات و رواج سے گلو خلاصی کے لئے نفسیاتی علاج میں اختیار کیا جانے والا یہ تدریجی اسلوب جس تک جدید ماہرین نفسیات نے اب رسائی حاصل کی ہے ۔قرآن کریم نے چودہ صدی پیشتر ہی شراب و سود سے علاج کے اندر اسے اپنایا تھا۔

---

(۱) ایتقا درم شوین ۔علم الامراض النفسیۃ و العقلیۃ ۔ترجمہ احمد عبد العزیز سلامہ ۔دار البعثہ اسویہ قاہرہ صفحہ ۱۹۷۹ ،صفحہ ۸۲۴ - ۸۵۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

چھٹی فصل :

علم لدنی اور قرآن

الہام اور خواب : حقائق کی معرفت اور علوم کی تحصیل کے باب میں انسانی عقل کی قدرت محدود ہے وہ نہ کاساتی حقائق کا ادراک کر سکتی ہے ، اور نہ اپنی ذاتی کاوشوں سے غیبی حقائق کی معرفت حاصل کر سکتی ہے ۔

و ما اوتیتم من العلم الا قلیلا (اسراء ۸۵)

مگر تم لوگوں نے علم سے کم ہی بہرہ پایا ہے ۔

اس حقیقت کے علاوہ عقل انسانی فکری غلطی کا شکار بھی ہوتی ہے ، جس پر قدرے تفصیلی گفتگو گذشتہ فصل چہارم میں ہو چکی ہے ، اور غفلت و نسیان سے بھی وہ دو چار ہوجاتی ہے ، اسی لئے انسان وقتاً فوقتاً اللہ کی ہدایت اور خیر و صلاح کی جانب اس کی رہنمائی کا محتاج رہتا ہے ، جو انبیاء اور رسولوں کے ذریعہ یا الہام و خواب کے ذریعہ ہوتی ہے ، تاریخ کے مختلف ادوار میں اللہ نے اپنے جو انبیاء اور رسول مبعوث فرمائے لوگوں کی ہدایت ، شعائر دین کی تعلیم اور راہ نجات کی رہنمائی ہی ان کا فریضہ تھا :

کان الناس امۃ واحدۃ فبعث اللّٰہ النبیین مبشرین و منذرین و انزل معھم

toobaa-elibrary.blogspot.com

الکتاب بالحق لیحکم بین الناس فیما اختلفوا فیہ (بقرہ ۲۱۳)

ابتداء میں سب لوگ ایک ہی طریقہ پر تھے (پھر یہ حالت باقی نہ رہی اور اختلافات رو نما ہوئے) تب اللہ نے نبی بھیجے جو راست روی پر بشارت دینے والے اور کجروی کے نتائج سے ڈرانے والے تھے۔ اور ان کے ساتھ کتاب بر حق نازل کی تاکہ حق کے بارے میں لوگوں کے درمیان جو اختلافات رونما ہوگئے تھے۔ ان کا فیصلہ کرے۔

ولقد بعثنا فی کل امـۃ رسولا ان اعبدوا اللّٰہ واجتنبوا الطاغوت (نحل ۳۶)

ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیج دیا۔ اور اس کے ذریعہ سے سب کو خبر دار کر دیا کہ "اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت کی بندگی سے بچو"۔

و لقد ارسلنا رسلنا بالبینات و انزلنا معھم الکتاب و المیزان لیقوم الناس بالقسط (حدید ۲۵)

ہم نے اپنے رسولوں کو صاف صاف نشانیوں اور ہدایات کے ساتھ بھیجا۔ اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔

علم لدنی (۱) جو الہام اور خواب کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے کوئی انبیاء اور رسولوں کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ دوسرے ان لوگوں کو بھی حاصل ہو سکتا ہے جو صلاح و تقوی، صفائی قلب اور روحانی پاکیزگی کی مقررہ صفات سے آراستہ ہوں۔

الہام، علم کی ایک قسم ہے جس سے اللہ تعالی انسان کو نوازتا ہے۔ وہ انسان کے قلب میں ڈالتا ہے۔ جس سے کچھ اسرار و حقائق اس کے سامنے واشگاف

---

(۱) علم لدنی وہ علم ربانی ہے جو الہام کے ذریعہ انسان کو حاصل ہوتا ہے (دیکھئے المعجم الوسیط)

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہوجاتے ہیں۔ قرآن کریم میں متعدد آیات کے اندر اشارہ ملتا ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے انبیاء و رسولوں کو علم لدنی سے نوازا تھا۔ اس کی مثال سورہ انبیاء میں حضرت داوٗد و حضرت سلیمان علیہما السلام کے تعلق سے ہے۔ ان کے پاس دو اشخاص فیصلہ کرانے آئے۔ ایک کی شکایت تھی کہ دوسرے شخص کی بکریوں نے اس کی کھیت کو چر کر برباد کر دیا ہے۔ حضرت داوٗد علیہ السلام نے فیصلہ کیا کہ کھیت کا مالک بکریاں لے لے۔ اللہ تعالی نے حضرت سلیمان کے دل میں بات ڈالی کہ کھیت کا مالک بکریوں کے دودھ۔ بچوں اور اون سے اس وقت تک فائدہ اٹھاتا رہے گا جب تک اس کی کھیتی تیار نہ ہوجائے پھر بکریاں ان کے مالک کو واپس کردے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی رائے حضرت داوٗد علیہ السلام کو راجح محسوس ہوئی۔ اور انہوں نے اپنے فیصلہ سے رجوع کرتے ہوئے حضرت سلیمان کی رائے اختیار کرلی۔

و داود و سلیمان اذ یحکمان فی الحرث اذ نفشت فیه غنم القوم و کنا لحکمھم شاھدین ففھمناھا سلیمان و کلا آتینا حکما و علما (انبیاء ۷۸، ۷۹)

اور اسی نعمت سے ہم نے داوٗد کو سرفراز کیا۔ یاد کرو وہ موقع جب کہ وہ دونوں ایک کھیت کے مقدمہ میں فیصلہ کر رہے تھے جس میں رات کے وقت دوسرے لوگوں کی بکریاں پھیل گئی تھیں۔ اور ہم ان کی عدالت خود دیکھ رہے تھے اس وقت ہم نے صحیح فیصلہ سلیمان کو سمجھادیا حالانکہ حکم اور علم ہم نے دونوں ہی کو عطا کیا تھا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

دوسری مثال حضرت داؤد علیہ السلام کو زرہ سازی کی تعلیم کی ہے ۔ حضرت داؤد ہی نے سب سے پہلے زرہ بنائی :

و علمناہ صنعة لبوس لکم لتحصنتکم من باسکم فهل انتم شاکرون (انبیاء ۸۰)

اور ہم نے اس کو تمہارے فائدے کے لئے بنانے کی صنعت سکھادی تھی تاکہ تم کو ایک دوسرے کی مار سے بچائے ۔ پھر کیا تم شکر گذار ہو ۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

و آتاہ اللّٰہ الملک و الحکمة و علمه مما یشاء (بقرہ ۲۵۱)

اور اللہ نے اسے سلطنت اور حکمت سے نوازا اور جن جن چیزوں کا چاہا ، اس کو علم دیا ۔

الہام کے ذریعہ حضرت یوسف علیہ السلام کو خواب کی تعبیر سکھائی گئی :

و کذلک یجتبیک ربک و یعلمک من تاویل الاحادیث (یوسف ۶)

اور ایسا ہی ہوگا (جیسا تم نے خواب میں دیکھا ہے کہ) تیرا رب تجھے (اپنے کام کے لئے) منتخب کرے گا اور تجھے باتوں کی تہہ تک پہنچنا سکھائے گا ۔

و کذلک مکنا لیوسف فی الارض و لنعلمه من تاویل الاحادیث و اللّٰہ غالب علی امرہ و لکن اکثر الناس لا یعلمون و لما بلغ اشدہ آتیناہ حکما و علما و کذلک نجزی المحسنین (یوسف ۲۱، ۲۲)

اسی طرح ہم نے یوسف کے لئے اس سرزمین میں قدم جمانے کی صورت نکالی اور اسے معاملہ فہمی کی تعلیم دینے کا انتظام کیا ۔ اللہ اپنا کام کرکے دیتا ہے ۔ مگر

toobaa-elibrary.blogspot.com

اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں اور جب وہ اپنی پوری جوانی کو پہنچا تو ہم نے اسے فیصلہ اور علم عطا کیا۔ اس طرح ہم نیک لوگوں کو جزاء دیتے ہیں۔

قرآن ذکر کرتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے دو قیدی ساتھیوں کو خواب کی تعبیر بتائے، غیب کے علم اور پیش آنے سے پہلے واقعہ کی اطلاع دینے کی قدرت کے بارے میں بتایا کہ اللہ تعالی نے انہیں ان چیزوں کی تعلیم دی ہے اور وحی کے ذریعہ سکھایا ہے:

قال لا یاتیکما طعام ترزقانه الا نبا تکما بتاویله قبل ان یا تیکما ذلکما مما علمنی ربی (یوسف۔۳۷)

یوسف نے کہا: "یہاں جو کھانا تمہیں ملا کرتا ہے اس کے آنے سے پہلے میں تمہیں ان خوابوں کی تعبیر بتادوں گا، یہ ان علوم میں سے ہے۔ جو میرے رب نے مجھے عطا کئے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے جب اپنے بھائیوں سے کہا کہ وہ ان کی قمیص لے کر جائیں اور ان کے والد کے چہرہ پر ڈال دیں، ان کی بینائی لوٹ آئے گی، تو وہ الہام الہی کے ذریعہ پہلے ہی سے واقف تھے کہ چہرہ پر قمیص ڈالنے کے بعد ان کی بینائی لوٹ آئے گی:

اذهبوا بقمیصی هذا فالقوه علی وجه ابی یات بصیرا (یوسف ۹۳)

جاؤ میرا یہ قمیص لے جاؤ اور میرے والد کے منھ پر ڈالدو، ان کی بینائی پلٹ آئے گی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور حضرت یعقوب علیہ السلام بھی الہام الہی کے ذریعہ اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں بہت کچھ وہ باتیں جانتے تھے جن سے ان کے بھائی ناواقف تھے :

قال انما اشکو بثی و حزنی الی اللّٰہ و اعلم من اللّٰہ مالا تعلمون (یوسف ۸٦)

اس نے کہا " میں اپنی پریشانی اور اپنے غم کی فریاد اللہ کے سوا کسی سے نہیں کرتا، اور اللہ سے جیسا میں واقف ہوں تم نہیں ہو۔

فلما ان جاء البشیر القاہ علی وجھہ فارتد بصیرا قال الم اقل لکم انی اعلم من اللّٰہ مالا تعلمون (یوسف ۹٦)

پھر جب خوشخبری لانے والا آیا تو اس نے یوسف کا قمیص یعقوب کے منہ پر ڈال دیا یکایک اس کی بینائی عود کر آئی تب اس نے کہا " میں تم سے کہتا نہ تھا؟ میں اللہ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ۔"

حضرت یعقوب علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالی فرماتا ہے :

و انہ لذو علم لما علمناہ (یوسف ٦۸)

بیشک وہ ہماری دی ہوئی تعلیم سے صاحب علم تھا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالی کا ارشاد ہے

وانزل اللّٰہ علیک الکتاب و الحکمۃ و علمک ما لم تکن تعلم و کان فضل اللّٰہ علیک عظیما (نساء ۱۱۳)

اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت نازل کی ہے اور تم کو وہ کچھ بتایا ہے جو تمہیں

toobaa-elibrary.blogspot.com

علم نہ تھا اور اس کا فضل تم پر بہت ہے ۔

قرآن کریم کی متعدد آیات میں ذکر ہے کہ اللہ تعالی نے الہام کے ذریعہ انبیاء اور رسولوں کو علم و حکمت بتائی ۔

علم لدنی کی بہت نمایاں مثال سورہ کہف میں اس صالح بندہ سے متعلق ہے جن سے حضرت موسی علیہ السلام نے رفاقت سفر کی درخواست کی تاکہ ان سے سیکھ سکیں :

فوجدا عبدا من عبادنا آتیناه رحمة من عندنا و علمناه من لدنا علما ، قال له موسی هل اتبعک علی ان تعلمنی مما علمت رشدا (کہف ۶۵ ، ۶۶)

اور وہاں انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جسے ہم نے اپنی رحمت سے نوازا تھا اور اپنی طرف سے ایک خاص علم عطا کیا تھا ، موسی نے اس سے کہا " کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں تاکہ آپ مجھے بھی اس دانش کی تعلیم دیں جو آپ کو سکھائی گئی ہے ۔

حضرت موسی علیہ السلام نبی اور رسول تھے ، لیکن اس کے باوجود انہیں ان چیزوں کا علم نہیں تھا جن سے اللہ تعالی نے اس صالح بندہ کو نواز رکھا تھا ، اور ان کے سامنے غیب کے بعض اسرار واشگاف کردیئے تھے جن سے حضرت موسی علیہ السلام نا آشنا تھے ، اللہ تعالی نے صالح بندہ کو بتادیا تھا کہ دریا کی دوسری جانب ایک بادشاہ کشتیوں کی تلاش میں ہے اور ان پر قبضہ کرلیتا ہے ، اس لئے غریب و مسکین شخص کی کشتی میں انہوں نے سوراخ کردیا تاکہ معیوب ہوجانے کی وجہ سے

toobaa-elibrary.blogspot.com

ظالم بادشاہ کے دست برد سے محفوظ رہ جائے ۔ انہیں یہ بھی بتادیا گیا تھا کہ جس لڑکے کو انہوں نے قتل کردیا ۔ آگے چل کر وہ اپنے نیک والدین کے لئے پریشان کن بنتا ۔ اللہ تعالیٰ والدین کو اس لڑکے کے بدلہ دوسرا نیک لڑکا عطا کرنا چاہتا تھا ۔ انہیں یہ بھی بتایا گیا تھا کہ جو دیوار عنقریب گرنے والی تھی ۔ اس کے نیچے شہر کے دو غریب بچوں کی دولت دفن تھی ۔ ان دونوں کے والد نیک انسان تھے ۔ انہوں نے دیوار کھڑی کردی تاکہ دولت محفوظ رہے اور بچے بڑے ہوکر انہیں نکال لیں ۔ نیک بندہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتایا کہ جو کچھ انہوں نے کیا ہے ۔ اپنی جانب سے نہیں بلکہ اللہ کے حکم سے کیا ہے ۔

و ما فعلتہ عن امری (کہف ۔ ۸۲)

میں نے کچھ اپنے اختیار سے نہیں کردیا ہے ۔

قرآن کی متعدد آیات بتاتی ہیں کہ وحی اور الہام انبیاء اور رسولوں کے علاوہ دوسروں کو بھی ہوسکتا ہے ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو ہوا ؛

اذ اوحینا الی امک ما یوحی ان اقذ فیہ فی التابوت فاقذ فیہ فی الیم (طہ ۳۸ ، ۳۹)

یاد کر وہ وقت جبکہ ہم نے تیری ماں کو اشارہ کیا (ایسا اشارہ جو وحی کے ذریعہ ہی سے کیا جاتا ہے) کہ اس بچے کو صندوق میں رکھ دے اور صندوق کو دریا میں چھوڑ دے ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

و اوحینا الی ام موسی ان ارضعیہ فاذا خفت علیہ فالقیہ فی الیم و لا تخافی و لا تحزنی انا رادوہ الیک و جاعلوہ من المرسلین (قصص ۷)

ہم نے موسیٰ کی ماں کو اشارہ کیا کہ " اس کو دودھ پلا پھر جب تمہیں اس کی جان کا خطرہ ہو تو اس کو دریا میں ڈال دے ۔ اور کچھ خوف اور غم نہ کر، اسے تیرے ہی پاس لے آئیں گے اور اس کو پیغمبروں میں شامل کریں گے ۔

حواریوں کو اللہ تعالیٰ نے الہام کیا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئیں :

و اذ اوحیت الی الحواریین ان آمنوا بی و برسولی قالوا آمنا واشھد باننا مسلمون ۔ (مائدہ ۔ ۱۱۱)

اور جب میں نے حواریوں کو اشارہ کیا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ تب انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے اور گواہ رہو کہ ہم مسلم ہیں ۔

قرآن یہ بھی بتاتا ہے کہ ایمان، تقویٰ اور اللہ کی عبادت میں اخلاص اور ان کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی صفائی قلب اور پاکیزگی روح انسان کو اس لائق بنا دیتی ہے کہ وہ اللہ کی جانب سے وحی و الہام حاصل کر سکے اور حق و خیر، فضیلت اور ہدایت کی راہ پر گامزن ہو سکے :

والذین اھتدوا زادھم ھدی و آتاھم تقواھم (محمد ۔ ۱۷)

وہ لوگ جنہوں نے ہدایت پائی ہے، اللہ ان کو اور زیادہ ہدایت دیتا ہے اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

انہیں ان کے حصے کا تقوی عطا فرماتا ہے ۔

والذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا و ان اللّٰه لمع المحسنین (عنکبوت ۶۹)

جو لوگ ہماری خاطر مجاہدہ کریں گے انہیں ہم اپنے راستے دکھائیں گے اور یقینا اللہ نیکو کاروں کے ہی ساتھ ہے ۔

و اتقوا اللّٰه و یعلمکم اللّٰه (بقره ۲۸۲)

اللہ کے غضب سے بچو ۔ وہ تم کو صحیح طریق عمل کی تعلیم دیتا ہے ۔

حدیث شریف سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو الہام ہوتا تھا ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : " تم سے پہلی امتوں میں کچھ ایسے لوگ ہوتے تھے جن پر الہام ہوا کرتا تھا ، اگر میری امت میں کوئی شخص ایسا ہے تو وہ عمر ہے " (۱) ایک دوسری حدیث جسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے امام احمد اور بزاز نے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : " اللہ تعالی نے عمر کے قلب و زبان پر حق جاری کردیا " (۲) ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پاکیزگی قلب کے اعلی درجہ پر فائز تھے ، جس نے انہیں الہامات الہی قبول کرنے کے قابل بنادیا تھا ۔

کبھی لوگوں کو الہام فرشتوں کے ذریعہ ہوتا ہے ، جسے صوفیاء کرام ملکوتی خیال

---

(۱) فتح الباری بخاری ، کتاب اصحاب النبی ، حدیث ۳۷۸۹ (۲) سعید حوی حوالہ سابق صفحہ ۱۵۳

toobaa-elibrary.blogspot.com

کہتے ہیں، حدیث شریف میں ہے کہ "قلب کے اندر دو اشارے ہوتے ہیں، ایک اشارہ فرشتہ کی جانب سے ہوتا ہے، وہ خیر کی رہنمائی اور حق کی تصدیق کرتا ہے، جو اپنے دل میں ایسا محسوس کرے، سمجھ لے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اس پر اللہ کی حمد بجالائے، دوسرا اشارہ دشمن کی طرف ہوتا ہے، جو شر کی رہنمائی، حق کی تکذیب کرتا اور خیر سے رکاوٹ بنتا ہے، جو اپنے قلب میں ایسا محسوس کرے وہ شیطان رجیم سے اللہ کی پناہ طلب کرے۔ (۱)

جدید ماہرین نفسیات نے الہام الٰہی کو موضوع مطالعہ نہیں بنایا ہے، انوکھی فکر و خیال کا مطالعہ کرتے وقت "الہام" یا "اشراق" کی اصطلاح وہ ایسے افکار کے لئے استعمال کرتے ہیں جو بعض مسائل پر غور کرتے ہوئے اچانک کچھ مفکرین کے ذہن میں ابھر آتے ہیں، اس نوع کے الہام کے بارے میں ان کا خیال ہے کہ خود مفکر کی عقل سے وہ نکلتا ہے، کسی خارجی سرچشمہ سے فیضان پانے والی کوئی چیز نہیں ہے، جب کوئی انسان کسی مسئلہ پر طویل عرصہ تک غور کرتا رہتا ہے، لیکن کسی حد تک رسائی نہیں ہوتی تو عموماً وہ کچھ عرصہ کے لئے ادھر سے ذہن ہٹالیتا ہے اور ذہن کو آرام کرکے بلئے چھوڑ دیتا ہے، پھر دوبارہ اس پر غور شروع کرتا ہے، آرام کے اس وقفہ، جسے ماہرین نفسیات و فقہ پرورش کا نام دیتے ہیں، میں فکری عمل کے اندر اہم تبدیلیاں پیدا ہوجاتی ہیں، اول تو فکر ان الجھنوں سے خالی ہوجاتی ہے، جو حل تک پہنچنے میں رکاوٹ بن رہی ہوتی ہیں، دوم، مسلسل فکری عمل کی

---

(۱) حوالہ سابق، صفحہ ۱۵۵

toobaa-elibrary.blogspot.com

وجہ سے ذہن کو جو تکان لاحق ہوجاتی ہے ۔اس سے ذہن کو آرام مل جاتا ہے ۔ اور جب وہ غور شروع کرتا ہے تو ذہن پوری طرح تروتازہ اور نکھرا ہوتا ہے ۔ سوم ۔ معلومات کے اندر ترتیب پیدا ہوجاتی ہے جس کی وجہ سے بعض ایسے تعلقات واضح ہوجاتے ہیں جو اب تک واضح نہیں تھے ۔نئے افکار سامنے آجاتے ہیں اور مسئلہ کا حل نکل آتا ہے ۔کچھ ماہرین نفسیات کا خیال ہے کہ مسئلہ کے سلسلہ میں ایک قسم کی لاشعوری فکر پیدا ہوجاتی ہے اور بظاہر کچھ عقلی سرگرمی کسی طور جاری رہتی ہے (۱)

الہام کی سائنسی تشریح ۔جسے انوکھی فکر کی تشریح کرتے ہوئے ماہرین نفسیات اختیار کرتے ہیں ۔ اور دینی تشریح میں فی الواقع کوئی تعارض نہیں ہے ۔ ماہرین نفسیات اس کی تشریح کرتے ہوئے دماغ کے عضویاتی اعمال اور ان سے وابستہ نفسیاتی اعمال کی سرحد پر ٹھہر جاتے ہیں ۔جبکہ دینی نقطۂ نظر ماہرین نفسیات کی بیان کردہ عضویاتی اور نفسیاتی کیفیات کو تسلیم کرتے ہوئے اس سرحد سے اور آگے بڑھتا ہے ۔اور کہتا ہے کہ اللہ رب العزت جو کائنات کے ہر ذرہ پر کنٹرول رکھتا ہے اور ان کی تدبیر کرتا ہے ۔ وہ اپنی مشیت سے کچھ لوگوں کے اندر فکری عمل کو اس طرح حرکت دیتا ہے کہ بعض وہ حقائق ان کے سامنے واشگاف ہوجاتے ہیں ۔جن کے تئیں اللہ تعالی انہیں الہام کرنا چاہتا ہے ۔ ۔ پھر وہ حقائق اس طرح نمایاں ہوجاتے ہیں گویا اچانک ان کے ذہن میں روشن ہوگئے ہوں ۔بسا اوقات اللہ اپنی مشیت کے مطابق غور و فکر کے اوقات کے علاوہ بھی الہام کرتا ہے ۔جیسے انبیاء و رسول اور صالح بندوں کو جس وقت چاہتا ہے الہام و وحی کرتا ہے ۔

---

(۱) محمد عثمان نجاتی ۔حوالہ سابق صفحہ ۳۲۸ ۔ ۳۳۰

toobaa-elibrary.blogspot.com

قدیم مسلم ماہرین نفسیات نے "الہام" کی جو تشریح کی ہے وہ اس کے دینی مفہوم اور قرآنی تفصیل سے ہم آہنگ ہے مثلاً ابن سینا، وحی و الہام جو بعض لوگوں کو بیداری یا نیند کی حالت میں خواب کی صورت میں ہوتا ہے، کی تشریح کرتے ہیں کہ وہ نفس کے ساتھ ملکوت یا ملا اعلیٰ کے اتصال سے وجود میں آتا ہے، اور اسی کی طرف سے وحی و الہام حاصل ہوتا ہے (۱)

اللہ کی مشیت جس طرح کچھ لوگوں کی فکر کو الہام و وحی کے ذریعہ ہدایت یابی کی طرف پھیر دیتی ہے، اسی طرح بسا اوقات اس کی مشیت کچھ دیگر لوگوں کی فکر کو ان کی غفلت و سرکشی اور استکبار کے سبب حق سے دور بھی کر دیتی ہے:

ساصرف عن آیاتی الذین یتکبرون فی الارض بغیر الحق و ان یرو کل آیة لا یؤمنوا بها و ان یروا سبیل الرشد لا یتخذوه سبیلا و ان یروا سبیل الغی یتخذوه سبیلا ذلک بانهم کذبوا بآیاتنا و کانوا عنها غافلین (اعراف۔۱۴۶)

میں اپنی نشانیوں سے ان لوگوں کی نگاہیں پھیر دوں گا جو بغیر کسی حق کے زمین میں بڑے بنتے ہیں، وہ خواہ کوئی نشانی دیکھ لیں کبھی اس پر ایمان نہ لائیں گے۔ اگر سیدھا راستہ ان کے سامنے آئے تو اسے اختیار نہ کریں گے اور اگر ٹیڑھا راستہ نظر آئے تو اس پر چل پڑیں گے، اس لئے کہ انہوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا اور ان سے بے پروائی کرتے رہے۔

---

(۱) محمد عثمان نجاتی ، الادراک الحس عند ابن سینا، بحث فی علم النفس عند العرب، دار الشروق بیروت ۱۹۸۰

۲۱۷

toobaa-elibrary.blogspot.com

خواب :

خواب ، لوگوں میں عام اور مانوس نفسیاتی کیفیت ہے ۔ مفکرین اور اہل علم نے تاریخ کے ہر دور میں خواب کی تشریح اور اس کے اسباب کی معرفت حاصل کرنے کی کوشش کی ہے ، چنانچہ خواب کی مختلف تشریحات کی گئی ہیں ، کچھ خواب ان احساسات کا نتیجہ ہوتے ہیں جو انسان نیند کے اندر محسوس کر رہا ہوتا ہے ، اس طرح کے احساسات کبھی تو اس کے حواس پر اثر انداز ہونے والے خارجی اسباب کا نتیجہ ہوتے ہیں ، اور کبھی خود اندرون جسم سے پیدا ہونے والے داخلی اسباب کا نتیجہ ہوتے ہیں ، کچھ خواب بیداری کی حالت میں مسلسل کسی فکر میں مشغولیت کا نتیجہ ہوتے ہیں جبکہ کچھ خواب گذشتہ واقعات کی یاد ہوتے ہیں ، خواب کی تشریح میں ماہرین نفسیات کے درمیان فرائڈ کا نظریہ سب سے زیادہ مشہور ہے ، جس کے مطابق خواب انسان کے لاشعوری محرکات کی تعبیر و اظہار کا رمزیاتی طریقہ ہے ۔

خواب سے متعلق ماہرین نفسیات کی تحقیقات بس انہیں اقسام کا تذکرہ کرتی ہیں جو اوپر بیان ہوئیں ، خصوصاً نظریہ فرائیڈ کے مطابق لاشعوری محرکات کی تعبیر والی قسم کا ذکر ملتا ہے ۔

جدید ماہرین نفسیات نے ان خوابوں پر گفتگو نہیں کی ہے جو پیشگوئی کی قسم سے ہوتے ہیں ، یا سچے خواب ہوتے ہیں اور آئندہ پیش آنے والے واقعات کو بتاتے ہیں ، گرچہ خواب کی یہ قسم کچھ ہی لوگوں کو پیش آتی ہے جیسا کہ مذاہب کے اندر اس کا ذکر ملتا ہے ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

قرآن کریم نے خواب پریشاں کا ذکر کیا ہے ۔ یہ خواب پریشاں پیچیدہ و الجھے ہوئے خواب ہوتے ہیں (۱) ۔ خواب پریشاں کا ذکر کر کے قرآن کریم نے غالبا خواب کی ان تمام اقسام کی جانب اشارہ کیا ہے ۔ سچے خواب کے لئے قرآن کریم نے ایک خاص لفظ " رویا " کا استعمال کیا ہے ۔ جو انبیاء و رسولوں اور دوسرے افراد کو وحی و الہام کے ذریعہ اللہ تعالی دکھاتا ہے ۔ یا آئندہ پیش آنے والے کسی واقعہ کی خبر ہوتی ہے ۔ اس کی مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرتے ہوئے دیکھنے کا خواب ہے :

فلما بلغ معه السعی قال یا بنی انی اری فی المنام انی اذبحک فانظر ماذا تری قال یابت افعل ماتؤمر ستجدنی ان شاء اللّٰہ من الصابرن فلما اسلما و تله للجبین و نادیناه ان یا ابراهیم قد صدقت الرؤیا انا کذلک نجزی المحسنین (صافات ۱۰۲، ۱۰۵)

وہ لڑکا جب اس کے ساتھ دوڑ دھوپ کرنے کی عمر کو پہنچ گیا تو (ایک روز) ابراہیم نے اس سے کہا " بیٹا ۔ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں ۔ اب تو بتا تیرا کیا خیال ہے " ؟ اس نے کہا ۔ " ابا جان ۔ جو کچھ آپ کو حکم دیا جارہا ہے اسے کر ڈالئے آپ انشاء اللہ مجھے صابروں میں سے پائیں گے " آخر کو جب ان دونوں نے سر تسلیم خم کردیا اور ابراہیم نے بیٹے کو ماتھے کے بل گرادیا اور ہم نے نداء دی کہ اے ابراہیم تو نے خواب سچ کر دکھایا ہم نیکی کرنے والوں کو ایسے ہی جزا دیتے ہیں ۔

---

(۱) ڈکشنری ۔ المعجم الوسیط ۔ کے مطابق الجھے ہوئے پیچیدہ خواب جن کی تعبیر دشوار ہو ۔ " اضغاث الاحلام " کہلاتے ہیں

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت یوسف علیہ السلام کو بھی ایسا ہی خواب دکھایا گیا تھا :

اذ قال یوسف لابیه یا ابت انی رایت احد عشر کوکبا والشمس و القمر رایتهم لی ساجدین قال یا بنی لا تقصص رؤیاک علی اخوتک فیکیدوا لک کیدا ان الشیطان للانسان عدو مبین (یوسف ۲، ۵)

اس وقت کا ذکر ہے جب یوسف نے اپنے باپ سے کہا "ابا جان، میں نے خواب دیکھا ہے کہ گیارہ ستارے ہیں اور سورج اور چاند ہیں اور وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں" جواب میں اس کے باپ نے کہا" بیٹا، اپنا یہ خواب اپنے بھائیوں کو نہ سنانا ورنہ وہ تیرے درپے آزار ہوجائیں گے، حقیقت یہ ہے کہ شیطان آدمی کا کھلا دشمن ہے۔

یہ خواب اس طرح حقیقت کی شکل میں ظاہر ہوا جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین اور بھائیوں کو بلایا تو وہ سامنے آکر احترام و استقبال کے لئے سجدہ بجالائے :

ورفع ابویه علی العرش و خروا له سجدا، وقال یا ابت هذا تاویل رویای من قبل قد جعلها ربی حقا (یوسف ۱۰۰)

(شہر میں داخل ہونے کے بعد) اس نے اپنے والدین کو اٹھا کر اپنے پاس تخت پر بٹھایا اور سب اس کے آگے بے اختیار سجدے میں جھک گئے۔ یوسف

toobaa-elibrary.blogspot.com

نے کہا ۔" ابا جان یہ تعبیر ہے میرے اس خواب کی جو میں نے پہلے دیکھا تھا میرے رب نے اسے حقیقت بنادیا ۔

اس قسم کا خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سفر حدیبیہ کے سال دیکھا کہ آپ مکہ میں داخل ہوئے اور بیت اللہ شریف کا طواف کیا :

لقد صدق اللّٰہ رسولہ الرؤیا بالحق لتدخلن المسجد الحرام ان شاء اللّٰہ آمنین محلقین رؤسکم و مقصرین لا تخافون (فتح ۲۷)

فی الواقع اللہ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا تھا جو ٹھیک حق کے مطابق تھا ۔ انشاء اللہ تم ضرور مسجد حرام میں پورے امن کے ساتھ داخل ہوگے ، اپنے سر منڈواؤ گے اور بال ترشواؤ گے ، اور تمہیں کوئی خوف نہ ہوگا ۔

قرآن نے ان دونوں جوانوں کا خواب بھی ذکر کیا ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ جیل میں داخل ہوئے تھے ، حضرت یوسف علیہ السلام کی تعبیر بھی ذکر کی گئی ہے (۱) ، شاہ مصر کے خواب کو بھی بیان کیا گیا ہے ۔۔۔

سبع بقرات سمان یاکلھن سبع عجاف و سبع سنبلات خضر و اخر یابسات (یوسف ۔ ۴۳)

سات موٹی گائیں ہیں جن کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں ، اور اناج کی سات بالیں ہری ہیں اور دوسری سات سوکھی ۔

(۱) یوسف ۳۶ ۔ ۴۱

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور حضرت یوسف علیہ السلام کی تعبیر بھی ، (۱)

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : " رویا اللہ کی جانب سے ہوتا ہے اور خواب شیطان کی جانب سے " آپ نے فرمایا : نیک شخص کو نظر آنے والا رویا صادقہ نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے (۲)

رویا کی قرآنی تفصیلات کا مسلم مفکرین کی آراء پر بڑا اثر ہے ، اور انہوں نے قرآن کے مطابق رویا کی تشریح کی ہے ، علامہ آلوسی اپنی تفسیر میں نقل کرتے ہیں :

" ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے سلیم بن عامر سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب نے فرمایا : خواب بھی عجیب شئ ہے ، انسان رات کو ایسی چیزیں دیکھتا ہے جس کا خیال بھی اس کے دل میں نہیں گزرا ہوتا ہے ، اور اس کا خواب حقیقت بن کر سامنے آجاتا ہے ، جب کہ ایک انسان خواب دیکھتا ہے لیکن اس کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا : اے امیر المومنین : کیا میں آپ کو اس کے متعلق بتاؤں ؟ اللہ تعالی فرماتا ہے :

اللّٰہ یتوفی الانفس حین موتھا و التی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضی علیھا الموت و یرسل الاخری الی اجل مسمی (زمر - ۴۲)

وہ اللہ ہی ہے جو موت کے وقت روحیں قبض کرتا ہے اور جو ابھی نہیں مرا ہے اس کی روح نیند میں قبض کرلیتا ہے ، پھر جس پر وہ موت کا فیصلہ نافذ کرتا ہے

---

(۱) یوسف ۳۷ - ۳۹

(۲) محمد بن سیرین ، منتخب الکلام فی تفسیر الاحلام ، حاشیہ بر کتاب تعطیر الانام فی تعبیر المنام ، عبد الغنی نابلسی مصر ۱۳۲۷ ھ صفحہ ۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس کو روک لیتا ہے اور دوسروں کی روحیں ایک وقت مقرر کے لئے واپس بھیج دیتا ہے ۔

اللہ تعالی تمام نفوس کو بلالیتا ہے ۔ جو نفس اس وقت مشاہدہ کرتا ہے جب وہ آسمان میں اللہ کے پاس ہوتا ہے تو وہ رویائے صادقہ ہے ۔ اور جو اپنے جسموں میں لوٹتے وقت دیکھتا ہے وہ جھوٹے خواب ہیں " (۱)

رویا کی تشریح میں مسلم فلاسفہ پر قرآن کا واضح اثر نظر آتا ہے ۔ ابن سینا رویائے صادقہ کی یوں تشریح کرتے ہیں کہ وہ نیند کے دوران نفس سے ملکوت یا ملا اعلی کے اتصال اور اس سے حصول الہام و وحی کا نام ہے ۔ پریشان خواب ان کی رائے میں جسمانی احساسات کی تاثیر سے پیدا ہوتے ہیں ۔ (۲)

انسان کی روحانی قوت کے اسرار پر گفتگو کرتے ہوئے بعض اسکالروں نے یہ رائے دی ہے کہ نیند کے دوران انسان کی روح باہر نکل کر مختلف مقامات کی سیر و تفریح کرتی ہے ۔ ان کے نزدیک دوران سیاحت روح جو کچھ دیکھتی ہے وہی خواب ہے ۔ (۳) یہ رائے مسلم مفکرین کی اس رائے کے تو موافق ہے کہ دوران نیند جسم سے روح نکل جاتی ہے ۔ لیکن آگے مسلم مفکرین کی اس رائے سے وہ

---

(۱) شہاب الدین آلوسی ۔ روح المعانی ۔ مطبعہ امیریہ بولاق مصر ۱۳۲۷ ھ ۔ صفحہ ۲ (۲) محمد عثمان نجاتی ۔ الادراک الحسی عند ابن سینا ۔ حوالہ سابق ۔ صفحہ ۲۱۷ (۳) عبد الرزاق نوفل ۔ القرآن و العلم الحدیث ۔ دار الکتاب العربی ۔ بیروت ۱۹۷۳ صفحہ ۹۲ ۔ ۹۹

toobaa-elibrary.blogspot.com

مختلف ہے کہ روح نکل کر کبھی ملاء اعلیٰ تک پہنچتی ہے اور رویائے صادقہ کی صورت میں وحی و الہام حاصل کرتی ہے ۔اور کبھی نہیں پہنچتی ہے ۔اس وقت جو کچھ دیکھتی ہے خصوصاً جبکہ وہ جسمانی احساسات سے متاثر ہو ۔وہ خواب پریشان ہے ۔مسلم مفکرین کی طرح روح کے جدید اسکالر رویائے صادقہ اور خواب پریشاں کے درمیان فرق نہیں کرتے ہیں ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ساتویں فصل :

قرآن اور تذکر و نسیان

انسانی زندگی میں تذکیر اور یاد دہانی کی بڑی اہمیت ہے ۔گذشتہ تعلیم اور سابقہ معلومات و تجربات کی یاد آئندہ پیش آنے والی نئی نئی مشکلات کے حل میں معاون بنتی ہیں ۔ نیز نئی معلومات کی دریافت اور نئے حقائق کی تحقیق کے ذریعہ پیش گامی کا سلسلہ جاری رہتا ہے ۔ جو تہذیبی و علمی ترقی کی اہم کلید ہے ۔

انسان کی علمی اور عملی زندگی میں تذکر کی اہمیت کے ساتھ ساتھ دینی پہلو سے بھی اس کی عظمت شان ہے ۔ زندگی کے اندر اللہ سبحانہ و تعالی کی نو بہ نو نعمت و فضل ، آخرت ، یوم حساب اور اس کے ثواب و سزا کی ہمیشہ یاد انسان کے لئے بہت ہی اہمیت رکھتی ہے ۔ وہ اسے تقوی ، عمل صالح اور حسن اوصاف سے آراستگی پر آمادہ کرتی ہے ۔ تذکر انسان کے لئے دنیا اور آخرت دونوں میں یکساں طور پر مفید ہے ۔ قرآن کریم نے متعدد آیات میں اللہ کی یاد ، مخلوقات میں بکھری اس کی نشانیوں کے تذکر ، انبیاء کی لائی ہوئی ہدایت و روشنی کی یاد ، ان کی بشارتوں اور ان کی وعیدوں کے تذکر کی ترغیب دی ہے ۔ قرآن کریم میں بار بار نوع ذیل کے جملے آئے ہیں - افلا تتذکرون (کیا تم لوگ کوئی سبق نہیں لیتے) لعلھم

toobaa-elibrary.blogspot.com

یتذکرون (شاید کہ وہ ہوش میں آئیں) قلیلا ما تتذکرون (تم نصیحت کم ہی مانتے ہو) افلا یذکرون (کیا وہ لوگ سبق نہیں لیتے) لعلھم یذکرون (شاید کہ وہ نصیحت مانیں) قلیلا ما تذکرون (تم کم ہی نصیحت مانتے ہو) ولیتذکر اولو الالباب (اور عقل و فکر رکھنے والے اس سے سبق لیں) انما یتذکر اولو الالباب (عقل و فکر رکھنے والے ہی سبق لیتے ہیں) وما یذکر الا اولو الالباب (اور صرف عقل و فکر رکھنے والے ہی سبق لیتے ہیں)

قرآن کریم کی متعدد آیات میں کہا گیا ہے کہ اللہ تعالی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا، اور ان پر قرآن نازل کیا، تاکہ وہ لوگوں کو عقیدہ توحید، دوبارہ زندگی، آخرت کا حساب اور انبیاء سابقین کی بھولی ہوئی تعلیمات یاد دلائیں۔

اس طرح کی چند آیات درج ذیل ہیں:

کتاب انزل الیک فلا یکن فی صدرک حرج منہ لتنذر بہ و ذکری للمومنین اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم و لا تتبعوا من دونہ اولیاء قلیلا ما تذکرون (اعراف ۲۔ ۲)

یہ ایک کتاب ہے جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے، بس اے نبی، تمہارے دل میں اس سے کوئی جھجھک نہ ہو اس کے اتارنے کی غرض یہ ہے کہ تم اس کے ذریعہ سے (منکرین کو) ڈراؤ اور ایمان لانے والے لوگوں کو نصیحت ہو۔ لوگو جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے اس کی پیروی کرو اور اپنے رب کو

toobaa-elibrary.blogspot.com

چھوڑ کر دوسرے سرپرستوں کی پیروی نہ کرو۔ مگر تم نصیحت کم ہی مانتے ہو۔

هذا بلاغ للناس و لينذروا به و ليعلموا انما هو اله و احد و ليذكر اولوا الالباب (ابراهيم ۵۲)

یہ ایک پیغام ہے سب انسانوں کے لئے ۔ اور یہ بھیجا گیا ہے اس لئے کہ ان کو اس کے ذریعہ سے خبردار کردیا جائے اور وہ جان لیں کہ حقیقت میں خدا بس ایک ہی ہے اور جو عقل رکھتے ہیں وہ ہوش میں آجائیں ۔۔۔

و ما كنت بجانب الطور اذ نادينا و لكن رحمة من ربك لتنذر قوما ما آتاهم من نذير من قبلك لعلهم يتذكرون (قصص ۴۶)

اور تم طور کے دامن میں بھی اس وقت موجود نہ تھے جب ہم نے (موسیٰ کو پہلی مرتبہ) پکارا تھا ۔ مگر یہ تمہارے رب کی رحمت ہے (کہ تم کو یہ معلومات دی جارہی ہیں) تاکہ تم ان لوگوں کو متنبہ کرو جن کے پاس تم سے پہلے کوئی متنبہ کرنے والا نہیں آیا ۔ شاید کہ وہ ہوش میں آئیں ۔

فانما يسرناه بلسانك لعلهم يتذكرون (دخان ۵۸)

اے نبی ، ہم نے اس کتاب کو تمہاری زبان میں سہل بنادیا ہے تاکہ یہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔

فذكر بالقرآن من يخاف وعيد (ق۔ ۴۵)

بس تم اس قرآن کے ذریعہ سے ہر اس شخص کو نصیحت کردو جو میری تنبیہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

سے ڈرے ۔

وذکر فان الذکر تنفع المؤمنین (ذاریات ۵۵)

البتہ نصیحت کرتے رہو، کیونکہ نصیحت ایمان لانے والوں کے لئے نافع ہے۔

فذکر انما انت مذکر (غاشیۃ ۲۱)

اچھا تو (اے نبی) نصیحت کئے جاؤ، تم بس نصیحت ہی کرنے والے ہو۔

نسیان :

بھول انسان کی ایک دشواری ہے، جو اس کے لئے نقصان دہ بھی ہے اور مختلف مواقع پر مشکلات زندگی کے تئیں صحیح موقف اپنانے میں رکاوٹ بھی بنتی ہے، قرآن کریم نے بہت ساری آیات میں نسیان کا ذکر کیا ہے۔ اگر ہم ان آیات پر نظر ڈالیں اور ان کے معانی پر غور کریں تو ہم دیکھ سکتے ہیں کہ نسیان کئی معانی میں استعمال ہوا ہے ۔ انہیں درج ذیل قسموں میں ہم رکھ سکتے ہیں ۔(۱)

۱ ۔ بھول جو واقعات، اشخاص کے نام، اور مختلف حاصل شدہ معلومات کے تئیں ذہن میں پیدا ہوجاتی ہے، یہ بھول کی عام قسم ہے، جو معلومات کے ٹکراؤ اور اختلاط کے نتیجہ میں ظاہر ہوتی ہے، ماہرین نفسیات نے بھول کی اس قسم کا بہت تفصیلی مطالعہ کیا ہے اور اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ یہ معلومات کے ٹکراؤ و اختلاط کا نتیجہ ہے، انہوں نے ایسے اختلاط کی دو قسموں کے درمیان فرق کیا ہے، ایک اختلاط رجعی دوسری اختلاط لاحق، اختلاط رجعی اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب نئے

---

(۱) بہی خولی، حوالہ سابق صفحہ ۱۸۲ ۔ ۱۸۳

toobaa-elibrary.blogspot.com

امور سیکھنے کے نتیجہ میں پرانی سیکھی ہوئی چیزوں کی یاد کمزور پڑ جاتی ہے۔ اور نئی سیکھی ہوئی چیز کی یاد پر قدیم معلومات، عادات اور سرگرمیوں کی اثر اندازی کی صورت میں اختلاط لاحق ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ سابقہ معلومات اور سرگرمیوں کی کثرت کسی نئی سیکھی ہوئی چیز کو یاد رکھنے میں دشواری پیدا کرتی ہے۔ اگر سابقہ سرگرمیاں اور معلومات قلیل ہوں تو جدید چیز کی یاد اچھی طرح رہتی ہے۔ اس لئے بڑوں کے مقابلہ میں چھوٹے بچے گذشتہ واقعات کی تفصیلات زیادہ اچھی طرح یاد رکھتے ہیں (۱)۔ قرآن کریم نے اس نوع کے نسیان کی جانب اشارہ کیا ہے :

سنقرئک فلا تنسی (اعلی ۲)

ہم تمہیں پڑھوادیں گے پھر تم نہیں بھولوگے ۔

۲۔ نسیان ذہن سے نکل جانے کے معنی ہیں، جیسے انسان کسی جگہ کوئی چیز بھول جاتا ہے، یا کسی شخص کے ساتھ چند امور پر گفتگو کرنا چاہتا ہے، کچھ پر گفتگو ہوتی ہے اور کچھ ذہن سے نکل جاتے ہیں، بعد میں یاد آتی ہے۔ اس کی مثال قرآن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نوجوان سے متعلق ہے :

قال ارایت اذ آوینا الی الصخرۃ فانی نسیت الحوت ما انسانیہ الا الشیطان ان اذکرہ و اتخذ سبیلہ فی البحر عجبا (کہف ۶۳)

خادم نے کہا "آپ نے دیکھا ! یہ کیا ہوا ؟ جب ہم اس چٹان کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے اس وقت مجھے مچھلی کا خیال نہ رہا اور شیطان نے مجھے ایسا غافل کردیا کہ اس کا ذکر (آپ سے کرنا) بھول گیا، مچھلی تو عجیب طریقہ سے نکل کر

---

(۱) سارنوت، الف مدنیک، مو اردر، یولیو، الیڈابیٹ ف، لوفاتس، حوالہ سابق صفحہ ۱۵۲۔ ۱۵۷

toobaa-elibrary.blogspot.com

دریا میں چلی گئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عبد صالح سے جو بات کہی اس میں بھی اسی نسیان کا ذکر ہے :

لا تواخذنی بما نسیت (کہف۔ ۷۳)

بھول چوک پر مجھے نہ پکڑیے۔

اس نوع کے نسیان کی تشریح ہم اختلاط لاحق سے بھی کر سکتے ہیں جس کی طرف ابھی اشارہ کیا گیا ہے۔

۳۔ بے اہتمامی کے معنی میں نسیان، جیسے اللہ تعالیٰ کا قول :

نسوا اللّٰہ فنسیهم (توبہ ۶۷)

یہ اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے بھی انہیں بھلا دیا۔

یہاں اللہ کو بھول جانے کا مطلب یہ ہے کہ احکام الٰہی کی تعمیل سے بے اہتمامی برتتے ہوئے اطاعت نہیں کی۔ اللہ ان کو بھول گیا۔ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا اور اپنا فضل ان سے ہٹا لیا۔

اس نوع کے نسیان کا ذکر قرآن کی درج ذیل آیت میں ہے :

ولا تکونوا کالذین نسوا اللّٰہ فانساهم انفسهم (حشر۔ ۱۹)

ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے انہیں خود اپنا نفس بھلا دیا۔

اس معنی میں وہ نسیان بھی آتا ہے جو درج ذیل آیت میں حضرت آدم علیہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

السلام کی جانب منسوب کیا گیا :

ولقد عهدنا الی آدم من قبل فنسی ولم نجد له عزما (طه ۱۱۵)

ہم نے اس سے پہلے آدم کو ایک حکم دیا تھا مگر وہ بھول گیا اور اس میں ہم نے عزم نہ پایا۔

مطلب یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا قلب اللہ تعالیٰ کے وعدہ سے ایک لمحہ کے لئے کوتاہ ہوگیا، پھر اللہ کی ممانعت کو بھول گئے اور شیطان نے وسوسہ ڈال کر غلطی کا ارتکاب کرادیا۔

نسیان اور شیطان :

بعض قرآنی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے اندر نسیان کی صلاحیت کو شیطان اس پر اثر اندازی کا دروازہ بنالیتا ہے، چنانچہ وہ انسان کو بعض اہم اور مفید امور سے متعلق بھلاوے میں ڈال دیتا ہے، کبھی اسے اللہ کے ذکر اور اطاعت سے غافل کردیتا ہے، بھول کے معنی میں نسیان پر گفتگو کرتے ہوئے اوپر کی سطروں میں جو آیت نقل کی گئی جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نوجوان کے مچھلی بھولنے کا ذکر ہے، اس میں کہا گیا :

و ما انسانیه الا الشیطان ان اذکره۔

اور شیطان نے مجھ کو ایسا غافل کردیا کہ میں اس کا ذکر (آپ سے کرنا) بھول گیا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس کی دیگر مثالیں درج ذیل آیات ہیں :

واذا رایت الذین یخوضون فی آیاتنا فاعرض عنهم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ و اما ینسینک الشیطان فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین (انعام ۶۸)

اور اے نبی، جب تم دیکھو کہ لوگ ہماری آیات پر نکتہ چینیاں کر رہے ہیں تو ان کے پاس سے ہٹ جاؤ یہاںتک کہ وہ اس گفتگو کو چھوڑ کر دوسری باتوں میں لگ جائیں اور اگر کبھی شیطان تمہیں بھلاوے میں ڈال دے تو جس وقت تمہیں اس غلطی کا احساس ہو جائے اس کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے پاس نہ بیٹھو۔

استحوذ علیهم الشیطان فانساهم ذکر الله اولئک حزب الشیطان الا ان حزب الشیطان هم الخاسرون (مجادلہ۔ ۱۹)

شیطان ان پر مسلط ہوچکا ہے ۔ اور اس نے خدا کی یاد ان کے دل سے بھلا دیا ہے ۔ وہ شیطان کی پارٹی کے لوگ ہیں ۔ خبردار رہو شیطان کی پارٹی والے ہی خسارے میں رہنے والے ہیں۔

وقال للذی ظن انه ناج منهما اذکرنی عند ربک فانساه الشیطان ذکر ربه فلبث فی السجن بضع سنین (یوسف ۴۲)

پھر ان میں سے جس کے متعلق خیال تھا کہ وہ رہا ہوجائے گا اس سے یوسف نے کہا کہ "اپنے رب (شاہ مصر) سے میرا ذکر کرنا" مگر شیطان نے اسے ایسا غفلت میں ڈالا کہ وہ اپنے رب (شاہ مصر) سے اس کا ذکر کرنا بھول گیا اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

یوسف کئی سال قید خانے میں پڑا رہا۔

انسان کو گمراہ کرنے ، اللہ کی یاد اور خیر و صلاح سے غافل بنانے کا شیطانی وسیلہ انسان کی خواہشات اور محرکات کی تکمیل کی راہ سے اثر اندازی ہے ۔ یہی انسانی طبیعت کا کمزور پہلو ہے ۔ محرکات کی تکمیل اور لذت و لطف کے حصول کی جانب اس کی طبیعت مائل رہتی ہے ۔ اسی راہ سے شیطان حضرت آدم علیہ السلام کے نفس تک پہنچا تھا (۱) ۔ انہیں درخت سے کھانے پر دوام اور لازوال ملکیت کی تمنا دلائی تھی ۔ حضرت آدم علیہ السلام اللہ کی ممانعت بھول گئے اور غلطی کا ارتکاب ہوگیا ۔ شیطان اسی راہ سے تمام انسانوں پر اثر انداز ہوتا ہے ۔ ان کی مختلف خواہشات و شہوات کو بھڑکا دیتا ہے ۔ اور وہ ان میں مشغول ہوکر اللہ کے ذکر سے غافل ہوجاتے ہیں :

واتل علیهم نبا الذی آتیناه آیاتنا فانسلخ منها فاتبعه الشیطان فکان من الغاوین و لوشئنا لرفعناه بها و لکنه اخلد الی الارض و اتبع هواه فمثله کمثل الکلب ان تحمل علیه یلهث او تترکه یلهث (اعراف ۱۷۵، ۱۷۶)

اور اے نبی ، ان کے سامنے اس شخص کا حال بیان کرو جس کو ہم نے اپنی آیات کا علم عطا کیا تھا مگر وہ ان کی پابندی سے نکل بھاگا آخر کار شیطان اس کے پیچھے پڑگیا یہاں تک کہ وہ بھٹکنے والوں میں شامل ہوکر رہا ۔ اگر ہم چاہتے تو اسے ان آیتوں کے ذریعہ سے بلندی عطا کرتے مگر وہ تو زمین ہی کی طرف جھک کر رہ گیا اور اپنی خواہش نفس ہی کے پیچھے پڑا رہا لہذا اس کی حالت کتے کی سی ہوگئی کہ تم اس پر

---

(۱) ہی خولی ۔ حوالہ سابق ۔ صفحہ ۱۸۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

حملہ کرو تب بھی زبان لٹکائے رہے اور اسے چھوڑ دو تب بھی زبان لٹکائے رہے۔

قرآن میں نسیان کا علاج:

یاد خداوندی سے قلب کی غفلت کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے نسیان کا علاج اللہ تعالی کے فضل و انعام، اس کی نشانیوں، آخرت اور یوم حساب کی مسلسل یاد ہے، اس نوع کے نسیان کے علاج میں ذکر خداوندی کی اہمیت قرآن نے بھی بتائی ہے، ذیل کی آیت ملاحظہ ہو:

واذکر ربک اذا نسیت (کہف ۲۴)

اگر بھولے سے ایسی بات زبان سے نکل جائے تو فورا اپنے رب کو یاد کرو۔

قرآن اللہ کی یاد کرنے والے مومنین کی تعریف کرتا ہے اور انہیں اہل عقل و دانش بتاتا ہے:

ان فی خلق السماوات و الارض و اختلاف اللیل و النہار لآیات لاولی الالباب الذین یذکرون اللّٰہ قیاما و قعودا و علی جنوبہم و یتفکرون فی خلق السماوات و الارض ربنا ما خلقت ھذا باطلا سبحانک فقنا عذاب النار (آل عمران ۱۹۰۔ ۱۹۱)

زمین اور آسمانوں کی پیدائش میں اور رات اور دن کے باری باری سے آنے میں ان ہوش مند لوگوں کے لئے بہت نشانیاں ہیں جو اٹھتے، بیٹھتے اور لیٹتے، ہر حال میں خدا کو یاد کرتے ہیں اور زمین و آسمان کی ساخت میں غور و فکر کرتے ہیں

toobaa-elibrary.blogspot.com

(وہ بے اختیار بول اٹھتے ہیں) " پرور دگار، یہ سب کچھ تو نے فضول اور بے مقصد نہیں بنایا ہے، تو پاک ہے اس سے کہ عبث کام کرے پس اے رب ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

چونکہ ذکر الٰہی نسیان اور غفلت قلب کا علاج ہے، اس لئے شب و روز اور صبح و شام کثرت سے ذکر الٰہی کا حکم دیا گیا:

یا ایھا الذین آمنوا اذکرو اللّٰہ ذکرا کثیرا و سبحوہ بکرۃ و اصیلا (احزاب ۴۱۔ ۴۲)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ کو کثرت سے یاد کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح کرتے رہو۔

فاذا قضیتم الصلاۃ فاذکروا اللّٰہ قیاما و قعودا و علی جنوبکم (نساء ۱۰۳)

پھر جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے، ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے رہو۔

فاذا قضیت الصلاۃ فانتشروا فی الارض و ابتغوا من فضل اللّٰہ و اذکرو اللّٰہ کثیرا لعلکم تفلحون (جمعہ ۱۰)

پھر جب نماز پوری ہوجائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتے رہو۔ شاید کہ تمہیں فلاح نصیب ہوجائے۔

اللہ کے نسیان اور آخرت کی غفلت کا علاج دائمی طور پر کثرت سے ذکر الٰہی ہے تاکہ ہمیشہ دل میں اللہ کی یاد ہو، اور ایک لمحہ کے لئے بھی غفلت نہ ہو، تعلم کا

toobaa-elibrary.blogspot.com

ایک اصول تکرار ہے جس پر گذشتہ صفحات میں گفتگو ہو چکی ہے ۔ ذکر الٰہی کی تکرار سے انسان کے اندر اللہ کے ذکر اور حمد و ثنا کی عادت پیدا ہوجاتی ہے ۔ جو اندر راسخ ہوجاتی ہے ۔ پھر زندگی کا ہر لمحہ بغیر کسی جہد و مشقت کے ذکر الٰہی سے آراستہ ہوجاتا ہے ۔ اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہمہ وقت دل میں حاضر ہوتا ہے ۔ یہی وہ کیفیت ہے جس کے حصول کے لئے بہت سارے صوفیاء مسلسل روحانی مشق و ریاضت کرتے رہتے ہیں ۔

قرآن ، عقیدہ کی کتاب ہے ۔ علم و سائنس کی کتاب نہیں ۔ اس لئے اللہ کی یاد اور آخرت سے غفلت و نسیان کے موضوع کو قرآن نے اختیار کیا ہے ۔ اور اس نوع کے نسیان کا علاج بھی بتایا ہے ۔ کہ انسان کی دنیاوی اور اخروی دونوں سعادت کی راہ میں اس کی بڑی اہمیت ہے ۔ چونکہ اس نوع کے نسیان کے علاج کا بنیادی اصول ذکر الٰہی کی تکرار ہے ۔ تاکہ وہ عادت بن کر کردار و عمل میں اتر آئے ۔ اس سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرسکتے ہیں کہ معلومات کی عام بھول چوک اور نسیان ۔ یعنی نسیان کی وہ دونوں اقسام جن کا پہلے ذکر ہوا ہے ۔ کا علاج بھی ان معلومات کی تکرار ۔ یعنی بار بار انہیں ذہن میں لانے اور مستحضر کرنے کا عمل ہے ۔ جدید ماہرین نفسیات اپنی تحقیقات میں اس نتیجہ تک پہنچے ہیں ۔ جنھوں نے نسیان کی صرف پہلی اور دوسری قسم ہی تک اپنی بیشتر توجہ محدود رکھی ہے ۔ نسیان کی تیسری قسم جس کا قرآن میں ذکر آیا ہے اور جس پر ابھی ہم نے گفتگو کی ہے ۔ ان کی تحقیقات میں نہیں آئی ہے ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

آٹھویں فصل :

دماغ و اعصابی نظام اور قرآن

جدید عضویاتی اور جسمانی تحقیقات نے دماغ کے ان مقامات کو متعین کرلیا ہے جو متعینہ نفسیاتی اعمال انجام دیتے ہیں۔ ان مقامات میں سب سے اہم وہ حرکاتی حصہ ہے جو جسم کے تمام اجزاء کی حرکت پر حاوی ہوتا ہے۔ دوسرا وہ حسی مقام ہے جو احساس لمس، احساس الم کے بعض عناصر، درجۂ حرارت میں تغیرات اور ذوق کے احساس کی منتہا ہے۔ (اجزاء جسم کا ہر جز حرکاتی مقام اور حسی مقام دونوں میں نمائندہ ہوتا ہے) تیسرا بصری مقام ہے جو مرکز بصارت اور چشم سے نکلنے والی تمام نبضوں کی منتہا ہے۔ اور پیشانی کے جوڑوں کا مقام جو پیشانی کے دونوں ٹکڑوں کے اگلے حصہ میں ہوتا ہے۔ جہاں جسم کے مختلف اجزاء سے آنے والے پیغامات بامعنی احساسات کی شکل میں جمع ہوتے ہیں، جسم کے مختلف اجزاء کے لئے صادر ہونے والے حرکت کے پیغامات مرتب و منضبط ہوتے ہیں۔ اور ان تمام سرگرمیوں میں دخل انداز ہوتے ہیں جن پر دماغ کی حکمرانی ہے۔ نیز یہی مقام اعلی عقلی اعمال مثلاً تعلم، غور و فکر، بول چال، تحریر اور پڑھنے کا مرکز ہے۔ (۱)

(۱) محمد عثمان نجاتی، علم النفس فی حیاتنا الیومیۃ، حوالہ سابق، صفحہ ۵۳۔۵۸

toobaa-elibrary.blogspot.com

دماغ انسان کی تمام سرگرمیوں پر حاوی و نگراں ہوتا ہے ۔ اور انسان کی سرگرمی دماغ کے خلیوں پر اثر انداز ہوتی ہے ۔ اور وہ اثر دماغ کے خلیوں میں اس طرح محفوظ ہوجاتا ہے جس کی حقیقت تک ابھی علم کی رسائی نہیں ہوئی ہے ۔ دماغ کے خلیوں میں محفوظ ہوجانے والے یہی اثرات اعلی عقلی اعمال جیسے تعلم ، تذکر ، تخیل اور غور و فکر کے لئے بنیاد بنتے ہیں ۔ اس حقیقت کی روشنی میں غالبا ہم قرآن کی ان آیات کی تشریح سمجھ سکتے ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ کان ، نگاہ ، زبان اور جلد سب حساب کتاب کے دن لوگوں کے خلاف شہادت دیں گے ۔ یہ شہادت کس طرح ہوگی ، اللہ ہی جانتا ہے ۔ لیکن چونکہ انسان کی تمام سرگرمیاں اس کے دماغ کے خلیوں میں ریکارڈ ہوجاتی ہیں ، تو ہوسکتا ہے ، حقیقت اللہ کو معلوم ، کہ اللہ تعالی ان خلیوں کو قوت گویائی عطا کردیں اور وہ اپنے ریکارڈ کی تمام چیزیں اسی طرح دوہرادیں جس طرح کیسٹ ریکارڈ کی ہوئی تمام باتیں دہرادیتی ہے ۔ جدید سائنسدانوں نے حافظہ کے معموں اور دماغ کے خلیوں میں انسانی تجربات کے ریکارڈ کا مطالعہ کیا ۔ اس طرح کے ایک تجربہ میں ایک فرد کے دماغ کے ایک مرکز کو بجلی کی لہروں سے چھیڑا گیا تو اس نے ایک موسیقی و نغمہ کی آواز سنی جو پہلے کبھی سن رکھی تھی ، پھر دوسرے مرکز کو کرنٹ لگایا گیا تو ایک مخصوص منظر اسے نظر آیا جو پہلے اس نے کبھی دیکھا تھا (۱) ان تجربات سے معلوم ہوا کہ انسانی تجربات اس

---

(۱) جریدۃ السیاسۃ ، کویت ، شمارہ ۱۲ ، ۳ ، ۸۲ ، صفحہ ۱۳

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے دماغ کے خلیوں میں ریکارڈ ہوتے ہیں۔ اور ان خلیوں کو مخصوص انداز پر چھیڑ کر قدیم واقعات انسان کو یاد دلائے جاسکتے ہیں۔ اس بنیاد پر، حقیقت کا علم اللہ کے سپرد کرتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دماغ کے خلیوں کو گویائی عطا کردیں گے اور وہ ریکارڈ شدہ تمام اقوال و افعال دہرا دیں گے۔ اور انسان کو اپنے افعال و اقوال اس طرح یاد آجائیں گے گویا اس کی نگاہوں کے سامنے زندہ مناظر ہوں۔ ممکن ہے کہ کچھ دیگر وسائل کے ذریعہ بھی انسان کے اقوال و افعال ریکارڈ کئے جاتے ہوں، اور دماغ کے خلیے متعدد وسائل میں سے ایک وسیلہ ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ مختلف اعضاء جسم کے نسیجوں کے خلیوں میں بھی ریکارڈ کا عمل انجام پاتا ہو جس کی حقیقت سے ابھی ہم ناآشنا ہوں:

و یوم یحشر اعداء اللّٰہ الی النار فھم یوزعون حتی اذا ماجاؤھا شھد علیھم سمعھم و ابصارھم و جلودھم بما کانوا یعملون، وقالوا لجلودھم لم شھدتم علینا قالوا انطقنا اللّٰہ الذی انطق کل شئی و ھو خلقکم اول مرۃ و الیہ ترجعون (فصلت ۱۹۔۲۱)

اور اس وقت کا خیال کرو جب اللہ کے یہ دشمن دوزخ کی طرف جانے کے لئے گھیر لائے جائیں گے ان کے اگلوں کو پچھلوں کے آنے تک روک رکھا جائے گا، پھر جب سب وہاں پہنچ جائیں گے تو ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کے جسم کی کھالیں ان پر گواہی دیں گی کہ وہ دنیا میں کیا کچھ کرتے رہے ہیں۔ وہ اپنے جسم کی کھالوں سے کہیں گے "تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی"؟ وہ جواب دیں

toobaa-elibrary.blogspot.com

گے " ہمیں اس خدا نے گویائی دی ہے جس نے ہر چیز کو گویا کر دیا ہے اس نے تم کو پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اور اب اسی کی طرف تم واپس لائے جا رہے ہو۔

یوم تشھد علیھم السنتھم و ایدیھم و ارجلھم بما کانوا یعملون (نور ۲۴)

وہ اس دن کو بھول نہ جائیں جبکہ ان کی اپنی زبانیں اور ان کے اپنے ہاتھ پاؤں ان کے کرتوتوں کی گواہی دیں گے۔

الیوم نختم علی افواھھم و تکلمنا ایدیھم و تشھد ارجلھم بما کانوا یکسبون (یس - ۶۵)

آج ہم ان کے منہ بند کئے دیتے ہیں، ان کے ہاتھ ہم سے بولیں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے کہ یہ دنیا میں کیا کیا کرتے رہے ہیں۔

دماغ کے اندر اربوں کی تعداد میں اعصابی خلیے ایک نسبتاً تنگ جگہ یعنی کھوپڑی میں موجود ہوتے ہیں، دماغ کی جھلی بیشمار نشیب و فراز پیدا کرتی ہے، دماغی جھلی کی سطح فی الواقع اس قدر بڑی ہوتی ہے کہ اگر مسطح کر کے اسے بچھا دیا جائے تو سولہ اسکوائر فٹ کی جگہ پر پھیل جائے گی، جھلی کا یہ رقبہ اور اس کے اندر اربوں کی تعداد میں اعصابی خلیے کیوں کر نہ انسان کی ایک ایک حرکت و عمل و قول و سرگرمی کو ریکارڈ کر سکتے ہیں، دماغ کی جھلی درحقیقت بہت بڑا رجسٹر ہے جس میں انسان کا ہر ہر عمل ریکارڈ ہوتا ہے، اور غالباً یہ ان وسائل میں سے صرف ایک وسیلہ ہے جن میں اللہ نے اپنی حکمت سے انسانی اعمال و افعال کی ریکارڈنگ کا انتظام کر رکھا ہے، تاکہ قیامت کے دن انسان کے خلاف ثبوت ہو، جس کا انکار وہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

نہ کرسکے :

وکل انسان الزمناہ طائرہ فی عنقہ و نخرج لہ یوم القیامۃ کتابا یلقاہ منشوار اقرا کتابک کفی بنفسک الیوم علیک حسیبا (اسراء ۱۳۔۱۴)

ہر انسان کا شگون ہم نے اس کے اپنے گلے میں لٹکا رکھا ہے ۔ اور قیامت کے روز ہم ایک نوشتہ اس کے لئے نکالیں گے جو وہ کھلی کتاب کی طرح پائے گا ۔۔۔ پڑھ اپنا نامۂ اعمال آج اپنا حساب لگانے کے لئے تو خود ہی کافی ہے ۔

ینبؤ الانسان یو مئذ بما قدم و اخر بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ و لو القی معاذیرہ (قیامہ ۱۳۔۱۵)

اس روز انسان کو اس کا اگلا پچھلا کیا کرایا بتادیا جائے گا بلکہ انسان خود ہی اپنے آپ کو جانتا ہے چاہے کتنی ہی معذرتیں پیش کرے ۔

دماغ کے خلیوں میں انسانی اعمال کی ریکارڈنگ کے علاوہ دوسرا ایسا کوئی نظم بھی ہوسکتا ہے جو ایک بڑے اور عمومی رجسٹر کی مانند ہو اور تمام لوگوں کے اعمال اس میں ریکارڈ ہوتے ہوں ، جیساکہ بعض قرآنی آیات میں اس کی جانب اشارہ ملتا ہے ۔

و اشرقت الارض بنور ربھا ووضع الکتاب و جئی بالنبیین و الشھداء وقضی بینھم بالحق وھم لا یظلمون (زمر ۶۹)

زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھے گی ۔کتاب اعمال لاکر رکھ دی جائے گی ، انبیاء اور تمام گواہ حاضر کردئے جائیں گے ۔ لوگوں کے ساتھ ٹھیک حق کے

toobaa-elibrary.blogspot.com

ساتھ فیصلہ کردیا جائے گا۔ ان پر کوئی ظلم نہ ہوگا۔

ووضع الکتاب فتری المجرمین مشفقین مما فیه و یقولون یویلتنا مال هذا الکتاب لا یغادر صغیرة و لا کبیرة الا احصاها ووجدوا ما عملوا حاضرا و لا یظلم ربک احدا (کهف ۴۹)

اور نامۂ اعمال سامنے رکھ دیا جائے گا۔ اس وقت تم دیکھو گے کہ مجرم لوگ اپنی کتاب زندگی کے اندراجات سے ڈر رہے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے کہ ہائے ہماری کم بختی۔ یہ کیسی کتاب ہے کہ ہماری کوئی چھوٹی موٹی حرکت ایسی نہیں رہی جو اس میں درج نہ ہوگئی ہو۔ جو جو کچھ انہوں نے کیا تھا وہ سب اپنے سامنے حاضر پائیں گے۔ اور تیرا رب کسی پر ذرا ظلم نہ کرے گا۔

ولدینا کتاب ینطق بالحق وهم لا یظلمون (مومنون ۶۲)

اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے۔ جو (ہر ایک کا حال) ٹھیک ٹھیک بتادینے والی ہے اور لوگوں پر ظلم بہر حال نہیں کیا جائے گا۔

حسی اعضاء مختلف محسوسات سے پیدا ہونے والی حسی تنبیہات سے متاثر ہوتے ہیں۔ اور عصبی نبضیں اعصاب سے ہو کر دماغ میں مرکز احساس تک پہنچتی ہیں جس سے ادراک حسی وجود میں آتا ہے۔ قرآن کریم نے متعدد آیات میں بعض اہم اعضاء حس کی جانب اشارہ کیا ہے۔ گذشتہ تیسری فصل میں ادارک حسی پر گفتگو کے ضمن میں یہ آیات نقل کی گئی ہیں۔ چند درج ذیل ہیں :

واللّٰه اخرجکم من بطون امهاتکم لا تعلمون شیئا و جعل لکم السمع و

toobaa-elibrary.blogspot.com

الابصار و الافئدة لعلكم تشکرون (نحل۔۷۸)

اور اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا اس حالت میں کہ تم کچھ نہ جانتے تھے۔ اس نے تمہیں کان دئے، آنکھیں دیں، اور سوچنے والے دل دئے اس لئے کہ تم شکر گزار بنو۔

وھو الذی انشا لکم السمع و الابصار و الافئدة قلیلا ما تشکرون (مومنون ۷۸)

وہ اللہ ہی تو ہے جس نے تمہیں سننے اور دیکھنے کی قوتیں دیں اور سوچنے کو دل دئے مگر تم لوگ کم ہی شکر گزار ہوتے ہو۔

اس باب میں ہم نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ قرآن کریم نے انسان کی جلد میں الم کا احساس کرنے والے کچھ مخصوص اعضاء کے وجود کی طرف اشارہ کیا ہے، اس طرح انسانی جلد میں خصوصا ہاتھ کی انگلیوں میں حاسۂ لمس کے وجود کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔

ان الذین کفروا بآیاتنا سوف نصلیھم نارا کلما نضجت جلودھم بدلناھم جلودا غیرھا لیذوقوا العذاب ان اللّٰہ کان عزیزا حکیما (نساء ۵۶)

جن لوگوں نے ہماری آیات کو ماننے سے انکار کردیا ہے انہیں ہم بالیقین آگ میں جھونکیں گے اور جب ان کے بدن کی کھال گل جائے گی تو اس کی جگہ دوسری کھال پیدا کردیں گے تاکہ وہ خوب عذاب کا مزہ چکھیں۔ اللہ بڑی قدرت رکھتا ہے اور فیصلوں کو عمل میں لانے کی حکمت خوب جانتا ہے۔

ولو نزلنا علیک کتابا فی قرطاس فلمسوہ بایدیھم لقال الذین کفروا ان ھذا

toobaa-elibrary.blogspot.com

الا سحر مبین (انعام ۷)

اے پیغمبر، اگر ہم تمہارے اوپر کوئی کاغذ میں لکھی لکھائی کتاب بھی اتار دیتے ہیں اور لوگ اسے اپنے ہاتھوں سے چھو کر بھی دیکھ لیتے تب بھی جنہوں نے حق کا انکار کیا ہے وہ یہی کہتے کہ یہ تو صریح جادو ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

نویں فصل

شخصیت اور قرآن

عام لوگ جب شخصیت کے اوپر غور کرتے ہیں تو عموماً وہ اس اعتبار سے اسے دیکھتے کہ کہ اس شخصیت کی اثر انگیزی دوسروں پر کتنی ہے، یا اس نظر سے دیکھتے ہیں کہ دوسرے اس کے متعلق کیا تاثرات لے رہے ہیں، گویا اسے ظلم اور صلح کے روپ میں دیکھا جاتا ہے، لیکن علماء نفسیات جب شخصیت پر غور کرتے ہیں تو ان کی نظر ان ساخت اور ٹھوس نفسیاتی اعمال پر ہوتی ہے جو فرد کے تجربات کو منظم اور اس کے افعال نیز معاشرہ و ماحول کے تئیں اس کی آمادگیوں کی تشکیل کرتے ہیں، اور ایک انسان کو دوسرے انسانوں سے ممتاز بناتے ہیں، دوسرے لفظوں میں شخصیت، فرد کے تمام جسمانی اور نفسیاتی ڈھانچوں کی تنظیم کا نام ہے جو ماحول کے ساتھ اس کی ہم آہنگی کی امتیازی پہچان طے کرتے ہیں، شخصیت کا مطالعہ کرتے وقت ماہرین نفسیات فرد کو ایک مکمل کلی کے طور پر دیکھتے ہیں جو ایک ایسی اکائی کے بطور عمل و رد عمل انجام دیتی ہے جس میں اس کے سارے جسمانی و نفسیاتی ڈھانچے شریک و ہم آہنگ ہوتے ہیں، اور اس کا کردار و عمل دوسروں سے ممتاز ہو کر سامنے آتا ہے۔(۱)

---

(۱) تفصیل کے لئے دیکھئے: اتیشاردس، لازا روس، الشخصیۃ، ترجمہ سید محمد غلیم دارالشروق بیروت ۱۹۸۱، صفحہ ۱۹-۱۲، محمد عثمان نجاتی: علم النفس فی حیاتنا الیومیۃ صفحہ ۳۹۳-۳۹۶

toobaa-elibrary.blogspot.com

قرآن کریم میں انسانی شخصیت اور اس کی عمومی علامات جو اسے دوسری مخلوقات سے ممتاز بناتی ہیں، کا وصف بیان ہوا ہے، نیز انسانی شخصیت کے بعض عمومی طرز و نمونے بھی بیان ہوئے ہیں جو بنیادی علامتیں ہوتی ہیں، یہ طرز اس قدر عام ہیں جنہیں آج بھی ہم اپنے معاشرہ اور عام طور پر تمام انسانی معاشروں میں دیکھ سکتے ہیں۔

قرآن کریم میں درست شخصیت اور نادرست شخیصت دونوں کا وصف بیان ہوا ہے، نیز وہ عوامل بھی بتائے گئے ہیں جو شخصیت کے اندر درستی و نادرستی پیدا کرتے ہیں۔

انسانی شخصیت کو نہایت باریکی کے ساتھ اور صحیح طور پر سمجھنے کے لئے شخصیت کی تحدید کرنے والے مختلف عوامل کا باریک مطالعہ ضروری ہے، جدید علماء نفسیات جب ان عوامل کا مطالعہ کرتے ہیں تو عموما وہ حیاتیاتی، سماجی اور ثقافتی عوامل پر غور کرتے ہیں، حیاتیاتی عوامل کے مطالعہ میں موروثی اثر، جسمانی ساخت اور نظام و اعصاب و غدود کی نوعیت کو موضوع تحقیق بناتے ہیں، سماجی اسباب کا مطالعہ کرتے ہوئے عموما بچپن کے تجربات، خصوصا خاندان کے اندر اور والدین کے طرز سلوک پر غور کرتے ہیں، اسی طرح جزوی ثقافت، سماجی طبقات مختلف سماجی اداروں اور رفقاء و احباب کی جانب سے شخصیت پر مرتب ہونے والے اثرات کا مطالعہ کرتے ہیں، اس طرح شخصیت کی تحدید کرنے والے عوامل کو ہم دو بنیادی قسموں میں تقسیم کرسکتے ہیں، ایک موروثی عوامل جو خود فرد کی

toobaa-elibrary.blogspot.com

ساخت سے نکلتے ہیں۔ دوسری ماحولیاتی عوامل جو خارج کے سماجی و ثقافتی ماحول سے وجود میں آتے ہیں۔ فرد کی ساخت سے وجود میں آنے والے عوامل کا مطالعہ جب جدید ماہرین نفسیات کرتے ہیں تو ان کی توجہ صرف جسمانی حیاتیاتی عوامل کے مطالعہ تک محدود ہوتی ہے۔ انسان کے روحانی پہلو سے وہ غافل ہوتے ہیں، یا اسے فراموش کئے ہوتے ہیں۔ اور یہی طریقہ سائنسی تجربہ گاہوں میں بحث و تحقیق کا موضوع بننے والی چیزوں کے مطالعہ تک محدودیت کے ان کے علمی اسلوب و نہج سے ہم آہنگ بھی ہے۔ اسی لئے انسان کے روحانی پہلو اور شخصیت پر اس کی اثر آفرینی کا مطالعہ جدید ماہرین نفسیات کے یہاں نہیں ملتا ہے۔

تجرباتی اور معروضی نہج کی اپنی تحقیقات میں پابندی کرنے والے ماہرین نفسیات انسان کے روحانی پہلو کے مطالعہ سے محرومی میں کچھ معذور سمجھے جاسکتے ہیں، کیونکہ انہیں یہ معلوم ہی نہیں ہوتا کہ علمی اور معروضی انداز سے روحانی پہلو کا مطالعہ کس طرح کیا جائے۔ لیکن تحقیقات کے اندر روحانی پہلو کے مطالعہ سے محرومی ایسی نہیں ہونی چاہئے کہ انسانی شخصیت اور اس کے درست و نادرست کردار کے اسباب کو سمجھنے کی کوشش میں بھی روحانی پہلو کو وہ بالکل نظر انداز کرجائیں۔ شخصیت کے مطالعہ میں روحانی پہلو سے ماہرین نفسیات کے گریز کی وجہ سے انسان کے فہم اور درست و نادرست شخصیت کی تحدید کرنے والے عوامل کی معرفت میں ان سے زبردست کوتاہی ہوئی، اور شخصیت کی بے راہ روی کے نفسیاتی علاج میں بھی بہترین راہ تک وہ نہیں پہنچ سکے۔ نفسیاتی تجزیہ نگار "اریک فروم" جدید

toobaa-elibrary.blogspot.com

علم النفس کی اس کمی و نقص کا اعتراف کرتا ہے جو روحانی پہلو کو نظر انداز کردینے کی وجہ سے انسان کو صحیح صحیح سمجھنے میں پیش آیا ہے ۔ اس کے درج ذیل اقتباس میں یہ اعتراف صاف نظر آتا ہے " ...... نفسیات میں انسانی روح اور اس کے فضائل و سعادت کے مطالعہ کا طریقہ بالکلیہ ترک کردیا گیا ہے ۔ اور اکیڈمک علم النفس وزن اور حساب کے تجرباتی اسالیب اور طبیعاتی علوم کی نقل کی کوشش میں روح کے علاوہ ہر شئی کا مطالعہ کرتا ہے ۔ اس علم میں انسان کے ان ہی مظاہر کو سمجھنے کی کوشش کی گئی جنھیں تجربات کی کسوٹی پر پرکھا جاسکتا تھا ۔ اور شعور ، اقدار اور خیر و شر کی معرفت کو ایسے تصورات سمجھا گیا جو علم النفس کے موضوعات سے خارج ہوں ۔ اور عام طور پر صرف ایسے امور سے دلچسپی لی گئی جو غیر اہم تھے ۔ لیکن ان کے مزعومہ علمی منہج سے ہم آہنگ تھے ۔ اس طرح علم النفس اپنے ایک بنیادی موضوع " روح " کے مطالعہ سے خالی ہوگیا اور مشینی اعمال ، رد عمل کی ساخت اور شہوانی تقاضوں میں الجھ کر انسان کی اہم امتیازات جیسے محبت ، عقل ، شعور اور اقدام کے مطالعے سے دور رہا " ۔

انسان کی شخصیت کو پوری باریکی اور مکمل وضاحت کے ساتھ ہم اس وقت تک نہیں سمجھ سکتے جب تک کہ شخصیت کی تحدید کرنے والے عوامل کی حقیقت خواہ مادی ہوں ، یا روحانی ، اور سماجی ہوں یا ثقافتی ، ہم معلوم نہ کرلیں ۔ جسمانی حیاتیاتی عوامل اور سماجی و ثقافتی عوامل کے مطالعہ تک محدودیت اور روحانی پہلو سے چشم پوشی شخصیت کا غیر واضح اور غیر نمایاں تصور پیش کرتی ہے ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

انسانی ساخت :۔

قرآن بتاتا ہے کہ کس طرح اللہ نے مادہ اور روح سے انسان کی تخلیق فرمائی۔ تکوین کے متعدد مراحل، سوکھی مٹی سے، گیلی مٹی، پھر اس سے کھنکھناتی ہوئی مٹی، پھر اس سے ٹھوس پکی ہوئی حالت، سے گزرنے کے بعد اللہ تعالی نے اس کے اندر اپنی روح پھونکی اور حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق عمل میں آگئی :

و اذ قال ربک للملئکۃ انی خالق بشرا من طین فاذا سویتہ و نفخت فیہ من روحی فقعوا لہ ساجدین (ص ۷۱-۷۲)

جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا "میں مٹی سے ایک بشر بنانے والا ہوں پھر جب میں اسے پوری طرح بنادوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم اس کے آگے سجدہ میں گرجاؤ۔"

و اذ قال ربک للملئکۃ انی خالق بشرا من صلصال من حما مسنون فاذا سویتہ و نفخت فیہ من روحی فقعوا لہ ساجدین (حجر ۲۸-۲۹)

پھر یاد کرو اس موقع کو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا کہ "میں سڑی ہوئی مٹی کے سوکھے گارے سے ایک بشر پیدا کر رہا ہوں جب میں اسے پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی روح سے کچھ پھونک دوں تو تم سب اس کے آگے سجدے میں گرجانا۔"

قرآن میں "روح" کا لفظ متعدد معانی میں استعمال ہوا ہے (۱)، جن آیات

---

(۱) دیکھئے ابن قیم کی کتاب "الروح"۔ بہی خولی نے اپنی کتاب "آدم علیہ السلام"، صفحہ ۲۱-۲۲ میں اس کی تشریح کی ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا ذکر ہے ،روح کا مفہوم وہاں " اللہ کی طرف سے ایسی روح ہے ،جس کے ذریعہ انسان کے اندر بلند صفات اور حق سے تعلق کی استعداد پیدا ہوجاتی ہے " (۱) " وہ ایسا عالی عنصر ہے جن میں بلند امور اور پاکیزہ صفات سے آراستگی کی صلاحیت شامل ہوتی ہے ۔ وہی حیوانی سطح سے اوپر اٹھنے کی صلاحیت انسان میں پیدا کرتی ہے ،زندگی کے اندر بلند مقاصد و اعلیٰ منزل متعین کرتی ہے ، طریقہ کار کے خدو خال طے کرتی ہے ،اور اس کی بشریت کے اندر ان اقدار و معارف سے استفادہ کی رغبت پیدا کرتی ہے جو اسے انسان کی حقیقت عطا کرتے ہیں " (۲)

تکوین و تشکیل کی اس نوعیت کی وجہ سے دوسری تمام مخلوقات سے انسان ممتاز ہوجاتا ہے ، بیشتر جسمانی خصوصیات اور حفظ و بقاء ذات کے محرکات و تاثرات اور تعلم و ادراک کی قدرت میں تو وہ حیوان کے ساتھ شریک ہوتا ہے ، لیکن روح کی خصوصیات اس کی امتیاز ہے جو اللہ کی معرفت و عبادت ، اور کمال انسانی کے بلند معیاروں تک پہنچانے والے فضائل اور اعلیٰ اقدار کا شوق اس کے اندر پیدا کرتے ہیں ۔ اسی خصوصیت کی وجہ سے خلافت ارضی کا اہل اسے قرار دیا گیا ، مختصرا ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ انسان کو حیوان سے ممتاز کرنے والی چیز اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے روح کی وہ روشنی ہے جس نے اس کے اندر اللہ کی معرفت ،

---

(۱) بہی خولی ، حوالہ سابق ، صفحہ ۲۲

(۲) حوالہ سابق ، صفحہ ۳۲ ۔ ۳۳

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس پر ایمان اس کی عبادت ، علوم کی تحصیل اور کائنات کی تعمیر میں ان کا استعمال اور اپنے انفرادی و اجتماعی سلوک و عمل میں اعلی اقدار و فضائل کی پابندی کی خصوصیات سے نوازا ہے ۔

انسان کے اندر روح اور مادہ دونوں ایک دوسرے سے جدا اور علاحدہ نہیں ہوتے ، بلکہ وہ دونوں مل کر ایک مکمل و ہم آہنگ اکائی بنتے ہیں ۔اور اسی مکمل و ہم آہنگ امتزاج سے انسانی ذات و شخصیت کی تشکیل ہوتی ہے ۔ انسانی شخصیت کو پوری باریکی کے ساتھ سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ مادہ اور روح کے عناصر کے امتزاج سے تشکیل پانے والے مکمل انسانی وجود پر ہماری نظر ہو ۔

نفسیاتی کشمکش :

انسان کی شخصیت میں جسمانی ضروریات کے قبیل کی حیوانی صفات بھی ہوتی ہیں ۔ذات کے تحفظ اور بقاء کے لئے ان ضروریات کی تکمیل ضروری ہوتی ہے ساتھ ہی اس کے اندر ملکوتی صفات بھی ہوتی ہیں جو معرفت خداوندی ،ایمان و سرافگندگی ،اور تسبیح و مناجات کا شوق اس کے اندر پیدا کرتی ہیں ۔انسانی شخصیت کے ان دونوں پہلوؤں کے درمیان بسا اوقات کشمکش پیدا ہوجاتی ہے ۔ کبھی جسمانی و شہوانی ضروریات اپنی جانب کھینچتی ہیں اور کبھی روحانی شوق و ضروریات اپنی طرف آمادہ کرتی ہیں ۔انسان ان دونوں پہلوؤں کے درمیان کشمکش محسوس کرتا ہے ۔روحانی اور مادی پہلوؤں کے درمیان بھی اسی کشمکش کی جانب قرآن نے

toobaa-elibrary.blogspot.com

اشارہ کیا ہے :

فاما من طغی و آثر الحیاۃ الدنیا فان الجحیم ھی الماوی و اما من خاف مقام ربہ و نہی النفس عن الھوی فان الجنۃ ھی الماوی (نازعات۔ ۳۷۔۴۱)

تو جس نے سرکشی کی تھی اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی تھی، دوزخ ہی اس کا ٹھکانہ ہوگی، اور جس نے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف کیا تھا اور نفس کو بری خواہشات سے باز رکھا تھا، جنت اس کا ٹھکانہ ہوگی۔

قارون کے اپنی سج دھج کے ساتھ لوگوں کے سامنے نکلنے پر کچھ لوگوں کی یہ تمنا کہ ان کے پاس بھی قارون کی طرح دولت ہوتی اور دوسروں کا یہ جواب و احساس کہ اللہ جو کچھ انہیں نوازے گا وہ زیادہ بہتر و پائدار ہے، کو بیان کرتے ہوئے بھی قرآن نے اسی کشمکش کی جانب اشارہ کیا ہے :

فخرج علی قومہ فی زینتہ قال الذین یریدون الحیاۃ الدنیا یالیت لنا مثل ما اوتی قارون انہ لذو حظ عظیم و قال الذین اوتو العلم و الایمان ویلکم ثواب اللّٰہ خیر لمن آمن و عمل صالحا و لا یلقاھا الا الصابرون (قصص۔ ۷۹۔۸۰)

ایک روز وہ اپنی قوم کے سامنے اپنے پورے ٹھاٹھ میں نکلا تو جو لوگ حیات دنیا کے طالب تھے وہ اسے دیکھ کر کہنے لگے " کاش ہمیں بھی وہی کچھ ملتا جو قارون کو دیا گیا ہے، یہ تو بڑا نصیبے والا ہے، مگر جو لوگ علم رکھنے والے تھے وہ کہنے لگے " افسوس تمہارے حال پر، اللہ کا ثواب بہتر ہے اس شخص کے لئے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے اور یہ دولت نہیں ملتی مگر صبر کرنے والوں کو۔"

toobaa-elibrary.blogspot.com

سامانوں سے لدے قافلوں کی مدینہ میں آمد کی خبر سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ مسلمانوں کے جمع ہوجانے کے واقعہ میں بھی قرآن نے انسان کی اس مادی اور روحانی پہلوؤں کے درمیان کشمکش کی جانب اشارہ کیا ہے :

و اذا روا تجارۃ او لھوا انفضوا الیھا و ترکوک قائما قل ما عند اللّٰہ خیر من اللھو و من التجارۃ و اللّٰہ خیر الرازقین۔ (جمعہ ۱۱)

اور جب انہوں نے تجارت اور کھیل تماشہ ہوتے دیکھا تو اس کی طرف چپک گئے اور تمہیں کھڑا چھوڑ دیا۔ ان سے کہو " جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ کھیل تماشے اور تجارت سے بہتر ہے۔ اور اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

اللہ کی مشیت رہی کہ انسان اپنی زندگی کی مشکلات و مسائل میں جسمانی ضروریات اور روحانی تقاضوں کے مابین نفسیاتی کشمکش کے مسئلہ سے بھی دو چار رہے :

لقد خلقنا الانسان فی کبد (بلد ۲)

درحقیقت ہم نے انسان کو مشقت میں پیدا کیا ہے۔

نیز اس کی یہ بھی مشیت رہی کہ اس کشمکش کو حل کرنے میں انسان کو وہ حقیقی اور بنیادی آزادی حاصل رہے۔ جو اس زندگی میں اللہ نے انسان کو عطا کر رکھی ہے۔ جو شخص ان دونوں پہلوؤں کے درمیان توافق قائم کرے اور اعلیٰ سے اعلیٰ معیار کا توازن و ہم آہنگی پیدا کرلے وہ اپنے اختیار و آزادی میں کامیاب ہے، اور دنیا و آخرت کی سعادت کا سزا وار ہے۔ اس کے برعکس جو روحانی تقاضوں کو

toobaa-elibrary.blogspot.com

نظر انداز کرتے ہوئے جسمانی شہوتوں کے پیچھے سرگرداں رہے وہ اپنے اختیار میں ناکام اور دنیا و آخرت کی شقاوت کا مستحق ہے :

یا ایھا الذین آمنوا لا تلھکم اموالکم و لا اولا دکم عن ذکر اللّٰہ و من یفعل ذلک فاولئک ھم الخاسرون (منافقون۔ ۹)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو" تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تم کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کردیں۔ جو لوگ ایسا کریں وہی خسارے میں رہنے والے ہیں۔

انما اموالکم و اولادکم فتنۃ و اللّٰہ عندہ اجر عظیم (تغابن۔ ۱۵)

تمہارے مال اور تمہاری اولاد تو ایک آزمائش ہیں، اور اللہ ہی ہے جس کے پاس بڑا اجر ہے۔

فذکر ان نفعت الذکری سیذکر من یخشی و یتجنبھا الاشقی الذی یصلی النار الکبری ثم لا یموت فیھا و لا یحیی قد افلح من تزکی و ذکر اسم ربہ فصلی بل تؤثرون الحیاۃ الدنیا و الآخرۃ خیر و ابقی (عالی۔ ۹، ۱۷)

لہذا تم نصیحت کرو اگر نصیحت نافع ہو جو شخص ڈرتا ہے وہ نصیحت قبول کرلے گا، اور اس سے گریز کرے گا وہ انتہائی بدبخت جو اس بڑی آگ میں جائے گا، پھر نہ اس میں مرے گا نہ جئے گا، فلاح پاگیا وہ جس نے پاکیزگی اختیار کی اور اپنے رب کا نام یاد کیا پھر نماز پڑھی مگر تم لوگ دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت بہتر ہے اور باقی رہنے والی ہے۔

الذی خلق الموت و الحیاۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا (ملک ۲)

toobaa-elibrary.blogspot.com

جس نے موت اور زندگی کو ایجاد کیا تاکہ تم لوگوں کو آزما کر دیکھے تم میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔

اللہ تعالی کی یہ حکمت بھی رہی کہ اس کشمکش کو حل اور دشوار گزار گھاٹی کو پار کرنے کے لئے تمام لازمی امکانات سے انسان کو آراستہ کردے ، چنانچہ اسے ایسی عقل عطا کی گئی جو حق و باطل اور خیر و شر میں امتیاز کی صلاحیت رکھتی ہے ، اسی طرح ارادہ و اختیار کی آزادی عطا کر کے اس کشمکش کے معاملہ میں فیصلہ کن موقف اپنانے اور اپنی پسند کی راہ منتخب کرنے کی استطاعت بخشی گئی ، انسانی ارادہ کی آزادی ، اور کشمکش کے حل کے لئے راہ منتخب کرنے کی آزادی ، یہی دو اس کی ذمہ دارانہ حیثیت اور حساب و جواب دہی کی بنیاد بنتے ہیں :

وهديناه النجدين (بلد ۱۰)

اور دونوں نمایاں راستے اسے (نہیں دکھادئے ؟ ۔

انا هديناه السبيل اما شاكرا و اما كفورا ، (انسان ۔ ۲)

ہم نے اسے راستہ دکھادیا ، خواہ وہ شکر کرنے والا بنے یا کفر کرنے والا ۔

ونفس و ما سواها فالهمها فجورها و تقواها قد افلح من زكاها و قد خاب من دساها (شمس ۔ ۷ ۔ ۱۰)

اور نفس انسانی کی اور اس ذات کی قسم جس نے اسے ہموار کیا پھر اس کی بدی اور اس کی پرہیزگاری اس پر الہام کردی ۔ یقینا فلاح پاگیا وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا اور نامراد ہوا وہ جس نے اسے دبا دیا ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

قد جاء کم بصائر من ربکم فمن ابصر فلنفسه و من عمی فعلیها (انعام ۔ ۱۰۲)

دیکھو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے بصیرت کی روشنیاں آگئی ہیں، اب جو بینائی سے کام لے گا اپنی بھلا کرے گا اور جو اندھا بنے گا خود نقصان اٹھائے گا۔

و قل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن و من شاء فلیکفر (کہف ۲۹)

صاف کہہ دو یہ حق ہے تمارے رب کی طرف سے، اب جس کا جی چاہے مان لے اور جس کا جی چاہے انکار کردے۔

من عمل صالحا فلنفسہ و من اساء فعلیها و ماربک بظلام للعبید (فصلت ۴۶)

جو کوئی نیک عمل کرے گا اپنے ہی لئے اچھا کرے گا، جو بدی کرے گا اس کا وبال اس پر ہوگا۔ اور تیرا رب اپنے بندوں کے حق میں ظالم نہیں ہے۔

کلا و القمر و الیل اذ ادبر و الصبح اذا اسفر انها لاحدی الکبر نذیرا للبشر لمن شاء منکم ان یتقدم او یتاخر کل نفس بما کسبت رهینة الا اصحاب الیمین فی جنات یتساء لون عن المجرمین ما سلککم فی سقر قالوا لم نک من المصلین و لم نک نطعم المسکین و کنا نخوض مع الخائضین و کنا نکذب بیوم الدین حتی اتانا الیقین (مدثر ۔ ۳۲ ۔ ۴۷)

ہرگز نہیں، قسم ہے چاند کی، اور رات کی جبکہ وہ پلٹتی ہے اور صبح کی جب کہ وہ روشن ہوتی ہے، یہ دوزخ بھی بڑی چیزوں میں سے ایک ہے، انسانوں کے لئے ڈراوا، تم میں سے ہر اس شخص کے لئے ڈراوا جو آگے بڑھنا چاہے یا پیچھے رہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

جانا چاہیے۔ ہر شخص اپنے کسب کے بدلے رہن ہے، دائیں بازو والوں کے سوا، جو جنتوں میں ہوں گے وہ مجرموں سے پوچھیں گے "تمہیں کیا چیز دوزخ میں لے گئی"؟ وہ کہیں گے "ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے، اور مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے اور حق کے خلاف باتیں بنانے والوں کے ساتھ رہ کر ہم بھی باتیں بنانے لگتے تھے، اور روز جزا کو جھوٹ قرار دیتے تھے، یہاں تک کہ ہمیں اس یقینی چیز سے سابقہ پیش آگیا۔

انسان کی طبعی ساخت میں دونوں قسم کی استعداد موجود ہے، ہوائے نفسانی، شہوات جسمانی، حسی لذتوں اور دنیاوی خواہشات کی پیروی کر کے شر قبول کرنے کی، اور فضیلت و تقوی اور اعلی اقدار و عمل صالح کے وسیع آفاق میں پرواز کر کے نفسیاتی سعادت و سکون سے ہمکنار ہونے کے لئے خیر قبول کرنے کی بھی، ان دونوں کے درمیان کشمکش بپا ہونا فطری بات ہے، خیر و شر، فضیلت و پستی اور اطاعت و معصیت کے درمیان ہی انسان کے ارادہ و اختیار کا امتحان ہے کہ وہ راہ خیر اپناتا ہے یا راہ شر، اللہ کی اطاعت کا قلادہ گلے میں ڈالتا ہے یا معصیت کا؟ خواہشات و شہوات اور دنیاوی لذتوں میں ڈوب کر اللہ کی یاد اور آخرت سے غافل ہو جاتا ہے، یا اپنی خواہشات و شہوات کو نکیل دے کر جسمانی ضروریات اور روحانی تقاضوں دونوں کے درمیان بہترین توازن برقرار رکھتا ہے۔

انسان جب دنیاوی لذتوں کو اپناتا ہے، اور خواہشات کے پیچھے دوڑنے لگتا ہے تو اپنے رب اور آخرت کو بھلا بیٹھتا ہے، اس کی زندگی حیوان کی سطح پر آجاتی

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے ، بلکہ حیوان سے ممتاز کرنے والی عقل استعمال نہ کرنے کی وجہ سے اس کی سطح حیوان سے بھی پست ہوجاتی ہے ۔

ارایت من اتخذ الٰھہ ھواہ افانت تکون علیہ وکیلا ام تحسب ان اکثرھم یسمعون او یعقلون ان ھم الا کالانعام بل ھم اضل سبیلا (فرقان۔ ۴۳۔۴۴)

کبھی تم نے اس شخص کے حال پر غور کیا ہے جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا خدا بنالیا ہو؟ کیا تم ایسے شخص کو راہ راست پر لانے کا ذمہ لے سکتے ہو؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ ان میں سے اکثر لوگ سنتے اور سمجھتے ہیں؟ یہ تو جانوروں کی طرح ہیں ، بلکہ ان سے بھی گئے گزرے ۔

جس انسان کی زندگی اس سطح پر گزرتی ہے ، اس کی شخصیت نا پختہ رہ جاتی ہے ، وہ ایسے بچے کی مانند ہوتا ہے جسے صرف جسمانی ضروریات و خواہشات پوری کرنے کی فکر ہو ، نہ ارادہ میں پختگی آئی ہو ، اور نہ خواہشات و شہوات پر کنٹرول کرنا آتا ہو ، وہ اپنی خواہشوں کے پیچھے بھاگتا چلا جاتا ہے اور اپنے "برائی پر آمادہ کرنے والے نفس" (نفس امارہ) کا غلام ہوجاتا ہے :

و ما ابرئی نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء الا ما رحم ربی ان ربی غفور رحیم (یوسف ۵۳)

میں کچھ اپنے نفس کی براءت نہیں کر رہا ہوں ، نفس تو بدی پر اکساتا ہی ہے الا یہ کہ کسی پر میرے رب کی رحمت ہو ، بے شک میرا رب بڑا غفور و رحیم ہے ۔

ایک حدیث میں اسی مفہوم کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے :

toobaa-elibrary.blogspot.com

"تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارے دونوں پہلوؤں کے درمیان کا نفس ہے، جس نے اسے درست بنایا اور کنٹرول میں رکھا وہ اس کے ظلم سے محفوظ رہے گا"(۱)

انسان جب کمال انسانی کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہوجاتا ہے، تب اس کا ضمیر بیدار ہوتا ہے، جو اسے شہوات و خواہشات کی غلامی، دنیاوی لذتوں کی اسیری اور غلطی و جرم کا شکار ہوجانے میں اس کے ارادہ کی کمزوری پر اسے متنبہ کرتا رہتا ہے۔ اسے گناہ کا احساس دلاتا اور کوتاہی و غلطی پر ملامت کرتا ہے اور انسان تائب ہوکر اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ یہ کیفیت "نفس لوامہ" (ملامت کرنے والے نفس) کے زیر اثر پیدا ہوتی ہے:

لا اقسم بیوم القیامة و لا اقسم بالنفس اللوامة (قیامة۔۱،۲)

نہیں، میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی، اور نہیں، میں قسم کھاتا ہوں ملامت کرنے والے نفس کی۔

جب انسان مخلص بن کر توجہ کرلیتا ہے، سچے دل سے عبادات و نیک اعمال بجالاکر تقرب الٰہی حاصل کرتا ہے، اللہ کی ناپسندیدہ چیزوں سے گریزاں ہوتا ہے، اپنی خواہشات و شہوات پر بھرپور کنٹرول رکھتا ہے۔ اور شریعت کی طے کردہ حدوں میں رہ کر ان کی تکمیل کرتا ہے تو وہ اپنی جسمانی ضروریات اور روحانی تقاضوں کے درمیان مکمل توازن پیدا کرلیتا ہے اور کمال انسانی کے اعلیٰ مقام تک رسائی حاصل ہوجاتی ہے، یہی وہ مقام ہے جہاں نفس انسانی کو سکون و اطمینان کی

---

(۱) ابو القاسم حسن بن محمد المفضل راغب اصفہانی، حوالہ سابق، صفحہ ۸۸۔۸۹

toobaa-elibrary.blogspot.com

کیفیت نصیب ہوتی ہے ۔ اور " نفس مطمئنہ " کا وصف اس پر راست آجاتا ہے :

یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی و ادخلی جنتی (فجر ۔ ۲۷، ۳۰)

(دوسری طرف ارشاد ہوگا) اے نفس مطمئن ، چل اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو (اپنے انجام نیک سے) خوش اور اپنے رب کے نزدیک) پسندیدہ ہے ۔ شامل ہوجا میرے (نیک) بندوں میں اور داخل ہوجا میری جنت میں ۔

نفس کے ان تینوں مفاہیم نفس امارہ ، نفس لوامہ ، اور نفس مطمئنہ کا تصور ہم اس طرح بھی کرسکتے ہیں کہ یہ تین حالتیں ہیں جن سے انسانی شخصیت مادی و روحانی پہلو کی اندرونی کشمکش سے گزرتے ہوئے کمال انسانی کے مختلف معیاروں میں آراستہ ہوتی ہے ، چنانچہ جب شخصیت انسانی اپنے ادنی معیار پر ہوتی ہے جہاں خواہشات و شہوات اور دنیاوی لذات کا اس پر قبضہ ہوتا ہے ، نفس امارہ کی حالت اس پر منطبق ہوتی ہے ، جب کمال انسانی کے اعلی معیار پر انسانی شخصیت پہنچ کر روح و جسم کے تقاضوں کے درمیان کمال ہم آہنگی و توازن قائم کرلیتی ہے تو نفس مطمئنہ کا وصف اس پر راست آتا ہے ، ان دونوں معیاروں کے درمیان ایک متوسط معیار ہے جس میں انسان اپنی غلطیوں کا محاسبہ کرتا ہے اور اللہ کی غضبناکیوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے ، لیکن وہ اپنی کوشش میں ہمیشہ کامیاب نہیں ہوپاتا ہے ، بسا اوقات غلطی کا شکار بھی ہوجاتا ہے ، اس معیار میں شخصیت پر نفس لوامہ کا وصف منطبق ہوتا ہے ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

یہاں پر اس بات کی جانب اشارہ مناسب ہے کہ نزول قرآن کے تقریبا چودہ سو سال بعد تحلیل نفسی اسکول کا بانی، فرائڈ نے شخصیت کے سلسلہ میں اپنا نظریہ پیش کیا جس میں نفس کی تین قسمیں علاحدہ علاحدہ بتائیں، اس نے تینوں قسموں کے جو کام بتائے قرآن میں مذکورہ نفس کی تینوں قسموں نفس امارہ، نفس لوامہ اور نفس مطمئنہ کے مفاہیم سے ان کی بہت کچھ مشابہت پائی جاتی ہے، گرچہ قرآنی مفاہیم اور فرائڈ کے نظریہ کی تینوں قسموں کے درمیان کافی فرق بھی ہیں، آگے ان کی جانب ہم اشارہ کریں گے، فرائڈ کا کہنا ہے کہ نفس کی تین قسمیں ہیں" Super Ego، Ego Id (۱) فرائڈ کے نزدیک Id نفس کا وہ حصہ ہے جو جسم کے تقاضوں اور "اصول لذت" کے تابع ہوتا ہے وہ منطق و اخلاق اور حالات سے آنکھیں بند کر کے صرف ان کی تکمیل میں ہمیشہ مصروف رہتا ہے اس تشریح کے لحاظ سے Id بڑی حد تک نفس امارہ کے مفہوم کے مشابہ ہوجاتا ہے۔

SuperEgo نفس کا وہ حصہ ہے جو والدین اور مدرسہ کی تعلیم اور ماحول کے ثقافتی اقدار سے وجود میں آتا ہے، اور داخلی نفسیاتی قوت بن کر فرد کا احتساب و نگرانی کرتا اور سزا کا خوف دلاتا رہتا ہے، اسے ہی عموما ضمیر کہا جاتا ہے، فرائڈ کے خیال میں SuperEgo انسانی طبیعت کی سب سے اعلی و بلند قسم ہے، اس طرح یہ گویا نفس لوامہ کے مفہوم سے قریب ہوجاتا ہے۔

Ego فرائڈ کے مطابق نفس کا وہ حصہ ہے جو Id سے نکلنے والی نفسانی

---

(۱) فرائڈ، اڈ اور انا، ترجمہ محمد عثمان نجاتی، دار الشروق بیروت ۱۹۸۲، ایڈیشن چہارم

فرائڈ، معالم التحلیل النفسی، ترجمہ محمد عثمان نجاتی، دار الشروق بیروت ۱۹۸۳، صفحہ ۲۷-۲۸، ایڈیشن پنجم

toobaa-elibrary.blogspot.com

خواہشات کا زمام اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے اور ان پر کنٹرول رکھتا ہے ، جسے چاہتا ہے اس کی آسودگی کی اجازت دیتا ہے اور جسے مناسب سمجھتا ہے مؤخر کردیتا ہے اور جسے ضروری سمجھتا ہے ، دبادیتا ہے ، وہ حالات اور خارجی دنیا کے قوانین و اقدار اور اخلاق و دینی تعلیمات کی رعایت کرتا ہے ، فرائڈ کے مطابق Id حالات یا خارجی دنیا اور Super Ego درمیان یہ Ego تطبیق کا کام کرتا ہے ، چنانچہ صرف ان حدود کے اندر نفسانی خواہشات کی تکمیل کی اجازت دیتا ہے جن کی حالات اجازت دیتے ہیں اور دوسری جانب SuperEgo کی زیادتیوں پر بندش عائد کر کے کسی معقول سبب کے بغیر نقد و احتساب اور سزا کی وعید میں زیادتی سے روکتا ہے ، ہم آہنگی و تطبیق کا یہ کام جب کامیابی کے ساتھ Ego انجام دے لیتا ہے تو انسان کے لئے توازن اور نفسیاتی صحت کا وجود ممکن ہوجاتا ہے ، اس طرح اگر ہم دیکھیں تو Ego کے ذریعہ جو کام انجام پاتا ہے اور سعادت و توازن پیدا ہوتا ہے ، اور نفس مطمئنہ کی کیفیت ، جس تک خواہشات پر کنٹرول ، جسمانی اور روحانی تقاضوں کے درمیان توازن ، نیز اس کے لئے فرائض کی ادائیگی ، امر بالمعروف ونہی عن المنکر ، عمل صالح اور اخلاق حسنہ کی پیروی کے ذریعہ معاشرہ میں اسلامی نظام حیات کی حقیقت کی رعایت کر کے انسان رسائی حاصل کرتا ہے ، ان دونوں کے درمیان مشابہت نظر آنے لگتی ہے ۔

لیکن نفس کے قرآنی مفاہیم اور فرائڈ کی پیش کردہ نفس کی تین قسموں کے درمیان متعدد اہم فرق بھی ہیں ، جن کی وضاحت ضروری ہے ، نفس امارہ ، نفسہ لوامہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور نفس مطمئنہ یہ تینوں ایسی کیفیات ہیں ، جو شخصیت کے مادی اور روحانی پہلوؤں کے درمیان کی داخلی کشمکش کے دوران نفس کے اندر پیدا ہوتی ہیں ، وہ نفس کی مختلف قسمیں نہیں ہیں ، اور نہ ہی وہ انسانی نشو و نما کے متعین مراحل میں وجود میں آتی ہیں . لیکن Ego, Id اور Super Ego کا تصور فرائڈ کے نظریہ کے مطابق نفس کی مختلف قسمیں ہیں ۔ اور وہ بچہ کی نشو و نما کے مختلف مراحل میں وجود میں آتی ہیں ، ولادت کے فوری بعد بچہ کا نفس Id ہوتا ہے ، کیونکہ وہ مکمل طور پر اپنے جبلی تقاضوں کے ماتحت ہوتا ہے ، پھر خارجی عالم کی تاثیر کے تحت " Id " سے ایک نیا ممتاز جز وجود میں آنے لگتا ہے جو " Ego " ہوتا ہے ، یہ Id سے پیدا ہونے والے جبلی تقاضوں پر حالات اور خارجی دنیا کی رعایت کرتے ہوئے کنٹرول رکھتا ہے ، پھر والدین اور ماحول و معاشرہ کی تعلیمات و ہدایات سے Super Ego یعنی وہ ضمیر وجود میں آتا ہے جو احتساب و ملامت اور غلطیوں پر تنبیہ کرتا ہے ، ان تین اقسام کے درمیان کشمکش قائم رہتی ہے ; جس میں Ego دیگر دونوں قسمیں Id اور Super Ego کے تقاضوں اور خارجی عالم کے مابین تطبیق و ہم آہنگی کی کوشش کرتا رہتا ہے ; یہ کوشش جب کامیاب ہوجاتی ہے تو درست اور نفسیاتی صحت سے آراستہ انسان وجود میں آجاتا ہے ۔

لیکن فرائڈ کے نظریہ کے مطابق نفس کی تینوں اقسام کے مابین جو نفسیاتی کشمکش بپا ہوتی ہے وہ انسانی شخصیت کے اندر مادی اور روحانی پہلوؤں کے درمیان انسان کی تکوینی ساخت کی قرآنی تصویر کے مطابق ہوتی ہے ، اور اسی کشمکش کے نتیجہ میں نفس کی تین حالتیں نفس امارہ ، نفس لوامہ اور نفس مطمئنہ پیدا ہوتی

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہیں۔

شخصیت کا توازن :

ہم پہلے بھی اشارہ کر چکے ہیں کہ جسمانی اور روحانی پہلوؤں کے درمیان قائم کشمکش کا سب سے بہترین حل دونوں کے درمیان توازن و تطبیق ہے ۔ جسمانی ضروریات اسی دائرہ میں رہ کر پوری کی جائیں جو شریعت نے متعین کردی ہے ، اور ساتھ ہی روحانی ضروریات کی بھی تکمیل کی جائے ۔ اگر انسان اپنی زندگی میں اعتدال و میانہ روی کی پابندی رکھے اور روحانی و جسمانی دونوں تقاضوں کی تکمیل میں کسی اسراف یا کوتاہی سے گریزاں رہے تو تقاضائے جسم اور ضروریات روح کے درمیان توازن و ہم آہنگی پیدا کرنا ممکن ہوجاتا ہے ۔ اسلام نہ اس رہبانیت کو تسلیم کرتا ہے جو جسمانی محرکات کو کچلتی اور دبادیتی ہے اور نہ بے لگام آزادی کی اجازت دیتا ہے کہ جسمانی تقاضوں کی جس طرح چاہے تکمیل کرتا پھرے ۔ بلکہ جسم اور روح دونوں کے تقاضوں کے درمیان ہم آہنگی قائم رکھنے اور اعتدال و میانہ روی کی پابندی کرنے کی دعوت دیتا ہے ۔ انسانی شخصیت کے اس توازن کی جانب درج ذیل آیت میں اشارہ کیا گیا ہے :

و ابتغ فیما آتاک اللہ الدار الاخرۃ و لا تنس نصیبک من الدنیا (قصص۔ ۷۷)

جو مال اللہ نے تجھے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر بنانے کی فکر کر اور دنیا میں سے بھی اپنا حصہ فراموش نہ کر۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت بھی یہی مفہوم پیش کرتی ہے کہ " بہتر وہ نہیں جو صرف دنیا کے لئے کام کرے اور آخرت کو چھوڑ دے ، یا جو صرف آخرت کے لئے عمل کرے اور دنیا چھوڑ دے ، بلکہ بہتر وہ ہے جو دنیا اور آخرت دونوں کے لئے عمل کرے "۔(۱)

روح اور جسم کے درمیان جب یہ توازن قائم ہوجاتا ہے تو انسانی ذات اپنی حقیقی و مکمل صورت میں جلوہ گر ہوتی ہے ، جو نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی ذات میں جلوہ نما تھی ، جہاں روحانی پاکیزہ قوت اور جسمانی فیاضانہ زندگی دونوں میں توازن قائم تھا ، آپ اللہ تعالی کی بندگی و عبادت بھی مکمل خشوع اور پاکیزگی و یکسوئی کے ساتھ انجام دیتے تھے ، اور دوسرے انسانوں کی طرح جسمانی تقاضے بھی شریعت کے بنا کردہ دائرہ میں پورا کرتے تھے ، آپ کی ذات انسان کامل تھی ، انسانی شخصیت کا مکمل ترین نمونہ ، جہاں انسان کی جسمانی قوتیں اور روحانی تقاضے متوازن تھے (۲)۔

انسانی شخصیت میں روح اور بدن کے درمیان توازن پوری کائنات کے اندر قائم توازن کی ایک مثال ہے ، اللہ تعالی نے ہر ہر شئ کو توازن اور صحیح اندازے سے پیدا کیا ہے ۔ گذشتہ فصل اول میں جسم کے اندر توازن اور جسم کو متوازن حالت میں رکھنے میں فطری محرکات کے عمل کی جانب ہم اشارہ کرچکے ہیں ۔ ذات

---

(۱) محمد جواد مغنیہ ، فلسفہ الاخلاق فی الاسلام ، دار العلم للملایین بیروت ۱۹۷۷ء ، صفحہ ۱۹۲-۱۹۵

(۲) محمد قطب ، فی النفس والمجتمع ، مکتبہ وھبہ قاہرہ ، ایڈیشن دوم ، صفحہ ۷۲-۷۳

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے تحفظ اور بقاء کے لئے یہ توازن انتہائی ضروری ہے ۔ البتہ اس کا دائرہ حیاتیاتی توازن ہی تک برقرار نہیں رہتا ہے ۔ بلکہ وہ پوری انسانی شخصیت کو شامل ہے ۔ وہ روح اور جسم کے درمیان توازن کو بھی شامل ہے ۔

ہموار شخصیت :

گذشتہ تفصیلات سے واضح ہوجاتا ہے کہ اسلام کی نظر میں درست و ہموار شخصیت وہ ہے جس میں روح اور جسم کا توازن قائم ہو ، اور دونوں کی ضروریات پوری کی جارہی ہوں ، ہموار شخصیت جسم ، جسمانی صحت اور جسمانی قوت پر بھی توجہ رکھتی ہے ، اور شریعت کے دائرہ میں اس کی ضروریات کی تکمیل کرتی ہے ، دوسری جانب ایمان باللہ کی رسی بھی مضبوطی سے تھامے رہتی ہے ، عبادات بجالاتی ہے ، اللہ کی مرضیات پر عمل پیرا و منہیات سے گریزاں رہتی ہے ، اس کے برعکس جو شخص اپنی خواہشات اور شہوات کے پیچھے سرگرداں رہتا ہے اس کی شخصیت ناہموار ہوتی ہے ، اور اسی طرح جو اپنی جسمانی ضروریات کو کچل دیتا ہے انتہا پسند رہبانیت اور سخت تقشف کے ذریعہ جسم کو کمزور و لاغر بنا دیتا ہے ، اور صرف روحانی تقاضوں اور شوق کی تکمیل میں منہمک رہتا ہے وہ بھی معتدل و متوازن شخصیت سے دور ہوتا ہے ۔ یہ دونوں کنارے اور دونوں انتہائیں انسانی طبیعت اور فطرت کے خلاف ہیں ، ان میں کوئی رجحان بھی انسان کی حقیقی شخصیت کی تعمیر نہیں کرسکتے ، اور اسے کمال انسانی کے مقام تک نہیں پہنچاسکتے ہیں ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

قرآن میں شخصیت کے خدو خال

تاریخ کے مختلف ادوار میں مفکرین اور موجودہ دور کے ماہرین نفسیات نے لوگوں کی شخصیتوں کے مابین مشابہت اور فرق کی جہتیں متعین کرنے کی کوشش کی ہیں، اور لوگوں کو شخصیت کے متعدد خانوں میں بانٹنے کی کئی کوششیں انجام دی گئی ہیں جن میں سے ہر خانہ کی اپنی مخصوص صفات اور علامتیں ہیں، کچھ لوگوں نے جسمانی ساخت کی خصوصیت کی بنیاد پر ایسی خانہ بندی کی ہے اور اس نتیجہ تک پہنچے ہیں کہ جو لوگ ایک مخصوص خانہ کے تحت مشترک ہوتے ہیں ان کی نفسیاتی علامتیں ایک دوسرے کے مشابہ ہوتی ہیں، کچھ دوسرے لوگوں نے نفسیاتی علامتوں کے اندر مشابہت و یکسانیت کی بنیاد پر نفسیاتی خانوں میں تقسیم بندی کی ہے'(۱)

لوگوں کی مختلف خانوں میں تقسیم بندی کہ ایک خانہ میں آنے والے لوگ اپنی علامتوں اور پہچان میں باہم متشابہ ہوتے ہیں، یہ لوگوں کے اوصاف اور کردار و عمل کی تشریح میں معاون بننے والی محض ایک کوشش ہے، مثلاً جب ہم یہ کہیں کہ فلاں شخص فلاں مخصوص طرز و خانہ سے وابستہ ہے تو گویا ہم اس کے وصف اور عمل کی تشریح کرتے ہیں اور آئندہ مخصوص حالات میں اس سے صادر ہونے والے عمل و موقف کی نوعیت کی توقع کرلیتے ہیں۔

قرآن کریم کے اندر عقیدہ کی بنیاد پر لوگوں کی تین قسمیں مذکور ملتی ہیں۔۔

---

(۱) اس موضوع پر مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: ایتشا روس، للذا روس، الشخصیۃ، حوالہ سابق، صفحہ ۴۲-۶۷۔ محمد عثمان نجاتی، علم النفس فی حیاتنا الیومیۃ، حوالہ سابق، صفحہ ۳۹۸-۴۰۵۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ایک مومنین، دوسری کفار اور تیسری منافقین، ہر قسم کی اپنی مخصوص صفات اور علامتیں ہیں جو دیگر دو قسموں سے اسے ممتاز کرتی ہیں۔ عقیدہ کی بنیاد پر لوگوں کی تقسیم قرآنی مقاصد سے ہم آہنگ ہے، کیونکہ قرآن کتاب ہدایت و عقیدہ ہے، نیز یہ تقسیم انسانی شخصیت کی تشکیل اس کی امتیازی صفات و علامت کی تحدید اور امتیازی طرز عمل کی تعیین میں عقیدہ کی اہمیت بھی اجاگر کرتی ہے، ساتھ ہی یہ بھی بتاتی ہے کہ قرآن کی نظر میں شخصیت کی قدر و قیمت کی تعیین کا بنیادی معیار عقیدہ و تقوی ہے :

ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقاکم (حجرات ۱۲)

درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔

قرآن کریم نے متعدد مواقع پر مومنین، کافرین اور منافقین کی قسموں کی جانب اشارہ کیا ہے، مثال کے طور پر سورہ بقرہ کے آغاز میں چار آیات (۲۔ تا ۵) میں مومنین کا تذکرہ، دو آیات (۶۔ ۷) میں کفار کا اور تیرہ آیات (۸۔ ۲۰) میں منافقین کا ذکر ہے، دیگر متعدد سورتوں کے میں بھی اس تقسیم کی جانب اشارہ ہے، بلکہ ہر قسم کے نام سے علاحدہ علاحدہ سورت بھی لائی گئی ہے، سورہ مومنون، سورہ کافرون اور سورہ منافقون قرآن میں آئی ہیں۔(۱)

---

(۱) اس موضوع پر مزید دیکھئے : احمد محمد فارس، النماذج الانسانیہ فی القرآن الکریم، دار الفکر، بیروت، صفحہ ۷۱۔ ۸۵، عبد الغنی عبود، الانسان فی الاسلام والانسان المعاصر، دار الفکر العربی، قاہرہ ۱۹۷۸ صفحہ ۱۵۲۔ ۱۵۵

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہر قسم کے لئے قرآن نے کچھ ایسی صفات اور علامتیں بھی بتائی ہیں جو اس کی پہچان اور امتیاز ہیں، ذیل میں ہم ہر قسم کی مخصوص صفات اور علامتوں کا بیان کرتے ہیں، جو قرآن میں آتی ہیں :

مومنین : اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی متعدد سورتوں کی بیشتر آیات میں مومنین کا تذکرہ فرمایا ہے، اور زندگی کے مختلف میدانوں، عقیدہ، عبادت، اخلاق، لوگوں کے ساتھ تعلقات، خاندانی تعلقات، حصول علم و معرفت کا شوق، عملی زندگی، تلاش معاش کی جدوجہد اور جسمانی صفات و علامات میں ان کے کردار و عمل کے اوصاف بتائے ہیں، قرآن میں مذکورہ صفات کو اگر ہم جمع کرلیں تو انہیں درج ذیل نو عمومی اور بنیادی خانوں میں تقسیم کرسکتے ہیں :

۱۔ عقیدہ سے متعلق علامات۔ ۲۔ سماجی تعلقات سے متعلق علامات۔

۳۔ عبادات سے متعلق علامات۔ ۴۔ خاندانی تعلقات سے متعلق علامات۔

۵۔ اخلاقی علامات۔ ۶۔ تاثراتی و جذباتی علامات

۷۔ عقلی اور عملی علامات۔ ۸۔ عملی زندگی اور ملازمت سے متعلق علامات۔

۹۔ جسمانی علامات۔

مذکورہ بالا نو بنیادی و عمومی میدانوں میں سے ہر میدان کی اپنی علاحدہ جزوی صفات و علامات ہیں، جو کردار و عمل کے مخصوص گوشہ سے متعلق ہوتی ہیں، ذیل میں ہر قسم و میدان سے متعلق جزوی صفات و علامات کی فہرست دی جارہی ہے :

toobaa-elibrary.blogspot.com

۱۔ عقیدہ سے متعلق صفات :

اللہ ، اس کے رسولوں ، اس کی کتابوں ، اس کے فرشتوں ، یوم آخرت ، دوبارہ زندگی اور حساب ، جنت و دوزخ ، غیب ، اور تقدیر پر ایمان

۲۔ عبادات سے متعلق علامات :

اللہ کی عبادت ، فرائض یعنی نماز ، روزہ ، زکاۃ ، حج ، اللہ کی راہ میں مال و جان کے ساتھ جہاد کی ادائیگی ، اللہ کا خوف و تقوی ، ہمیشہ اس کا ذکر ، استغفار ، اللہ پر توکل ۔ اور تلاوت قرآن

۳۔ سماجی زندگی سے متعلق علامات

لوگوں کے ساتھ حسن سلوک ، نوازش و احسان ، تعاون و مدد ، اتحاد و یکجہتی ، بھلائی کا حکم ، برائی سے ممانعت ، عفو و درگزر ، ایثار ، لغو چیزوں سے دوری

۴۔ خاندانی تعلقات سے متعلق علامات :

والدین اور رشتہ داروں کے ساتھ احسان ، خانگی حسن معاشرت ، خاندان کی دیکھ ریکھ اور ان کی ضروریات پر خرچ

۵۔ اخلاقی صفات .

صبر ، بردباری ، سچائی ، عدل ، امانت ، اللہ اور لوگوں سے ایفائے عہد ، پاکدامنی ، تواضع ، حق اور راہ خدا میں قوت ، عزت نفس ، قوت ارادی خواہشات اور شہوات پر کنٹرول

toobaa-elibrary.blogspot.com

۶۔ تاثراتی اور جذباتی صفات :

اللہ کی محبت ، عذاب الٰہی کا خوف ، رحمت الٰہی کی امید ، لوگوں سے محبت ، ان کے لئے اچھا پسند کرنا ، غصہ پر قابو اور تاثرات غضب پر کنٹرول ، دوسروں پر عدم زیادتی ، عدم ایذا رسانی ، دوسروں سے عدم حسد ، عدم خود پسندی ، رحم دلی ، کسی گناہ کے سرزد ہونے پر احساس ندامت اور اپنے آپ کو ملامت

۷۔ عقلی اور علمی صفات :

کائنات اور مخلوقات خداوندی پر غور و فکر ، حصول علم و معرفت ، ظن و گمان کی عدم پیروی ، اور حقیقت کی تلاش ، آزادی فکر و عقیدہ

۸۔ عملی زندگی اور ملازمت سے متعلق علامات :

کام میں خلوص اور اچھائی ، کسب معاش کی راہ میں سرگرمی کے ساتھ جہد وکوشش۔

۹۔ جسمانی صفات :

قوت ، صحت ، نظافت ، طہارت۔

اگر ہم ان مجموعی صفات پر غور کریں جو قرآن نے مومنین کے لئے بتائی ہیں تو ہمارے ذہنوں میں زندگی سے بھرپور ایسے فرد مومن کی باریک تصویر آجاتی ہے جو اپنے رب پر سچا ایمان رکھتا ہے ، کما حقہ عبادت کرتا ہے ، اپنی انفرادی و سماجی اور خاندانی زندگی ہیں اور اپنے کاروبار و ملازمت میں اعلیٰ انسانی اقدار اور بلند

toobaa-elibrary.blogspot.com

و حسین اخلاق کا نمونہ پیش کرتا ہے ، اور اخلاص ، امانت داری اور خوبی و اچھائی کی مثال قائم کرتا ہے ۔ مرد مومن کی جو تصویر قرآن پیش کرتا ہے وہ اس زندگی کے اندر انسانی امکانات کے مطابق انسان کامل کی تصویر ہے ، اور اس تصویر کے سانچہ میں خود کو ڈھال لینے کا مطالبہ اللہ تعالیٰ ہم سے کرتا ہے ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل ایمان کی پہلی کھیپ کی تربیت انہی صفات کی بنیاد پر فرمائی تھی ان کی شخصیتوں میں زبردست تبدیلی پیدا کردی ، اور ایسے سچے فرزند راہ مومن بنادیا جنہوں نے اپنی شخصیتوں کی قوت ، اخلاق کے حسن ، ہمتوں کی بلندی اور قرآن و حدیث سے حاصل کردہ صفات و اقدار کی خوبی سے تاریخ کا رخ پھیر دیا ۔

مومنین کے وصف میں قرآن میں بیان ہونے والی ان مجموعی صفات سے ہمارے ذہنوں میں انسان کی جو تصویر ابھرتی ہے ، اسی نمونہ کو ہمیں اپنی حقیقی زندگیوں میں اتارنا چاہئے ، اور اس نہج پر اپنے بچوں کی تربیت و کردار سازی کرنی چاہئے ، تاکہ ہماری شخصیات کے اندر ان صفات و علامات کی جڑیں پیوستہ ہوجائیں ، اس طریقہ سے بہترین اسلامی معاشرہ وجود میں آسکتا ہے ۔

یہ ساری صفات باہم علاحدہ نہیں ہیں ، بلکہ سب ایک دوسرے سے ہم آہنگ اور ایک دوسرے کی تکمیل کرتی ہیں ، اور سب مل کر زندگی کے تمام میدانوں میں مومن کے کردار و عمل کی رخ بندی کرتی ہیں ۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ مومن کا کردار و عمل خواہ اپنے رب کے ساتھ تعلقات ہوں ، لوگوں کے ساتھ تعلقات ہوں ، یا اپنی ذات کے ساتھ تعلقات ، ہر جگہ یکساں و متوازن رہتا ہے ، اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

عقیدہ سے متعلق صفات و علامات زندگی کے تمام میدانوں کے اندر اس کے عمل کی رخ بندی میں بنیادی اور مرکزی رول ادا کرتی ہیں۔ عقیدہ توحید اور دوبارہ زندگی و حساب پر ایمان کی صفات اس کی شخصیت کے تمام پہلوؤں میں جاری و جلوہ گر رہتی ہیں، اور دیگر تمام صفات و علامات پر اثر انداز رہتی ہیں، جو مومن اپنے رب کے ساتھ تعلقات میں امانت دار ہوتا ہے، وہ اپنی ذات اور دوسرے لوگوں کے ساتھ تعلقات میں بھی امانت دار ہوتا ہے، وہ اپنے کاموں میں بھی امانت دار ہوتا ہے، جو مومن اپنے رب کی خشیت و تقویٰ دل میں رکھتا ہے، اور اخلاص کے ساتھ عبادات بجالاتا ہے، وہ اپنی ذات اور لوگوں کے ساتھ کے تمام تعلقات میں بھی اللہ کی خوشنودی کو مد نظر رکھتا ہے، اس کے ثواب کے لئے پر امید اور اس کے غضب و عقاب سے لرزاں رہتا ہے، اس طرح اللہ پر اس کا ایمان اور عبادت کی اثر انگیزی زندگی کے تمام میدانوں تک پھیلی رہتی ہے۔ جس کی وجہ سے اپنی ذات پر توجہ بھی عبادت بن جاتی ہے، دوسروں کے ساتھ حسن سلوک، محبت اور بھلائی بھی عبادت ہوجاتی ہے، اور اپنے کاموں کو اچھے اور مخلصانہ طریقہ پر انجام دہی بھی عبادت قرار پاتی ہے۔

پھر تمام مومنین تقویٰ کے یکساں معیار پر نہیں ہوتے، تقویٰ کے اندر بھی ان کے مختلف مراتب ہوتے ہیں، قرآن کریم نے مومنین کے تین درجے بتائے ہیں، ایک اپنے اوپر ظلم کرنے والے، دوسرے راہ اعتدال پر چلنے والے، تیسرے نیک کاموں میں پیش پیش رہنے والے:

toobaa-elibrary.blogspot.com

ثم اورثنا الکتاب الذی اصطفیناہ من عبادنا فمنھم ظالم لنفسہ و منھم مقتصد و منھم سابق بالخیرات باذن اللّٰہ ذٰلک ھو الفضل الکبیر (فاطر ۳۲)

پھر ہم نے اس کتاب کا وارث بنادیا ان لوگوں کو جنہیں ہم نے (اس وراثت کے لئے) اپنے بندوں میں سے چن لیا۔ اب کوئی تو ان میں سے اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہے، اور کوئی بیچ کی راہ میں ہے، اور کوئی اللہ کے اذن سے نیکیوں میں سبقت کرنے والا ہے، یہی بہت بڑا فضل ہے۔

اس آیت کی تشریح میں علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ: "(اپنے آپ پر ظلم کرنے والے) وہ لوگ ہیں جو بعض واجبات و فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی اور بعض حرام امور کا ارتکاب کرنے والے ہوتے ہیں۔ (درمیانہ رو لوگ) وہ ہیں جو واجبات کی ادائیگی اور حرام امور سے گریز کرتے ہیں، بسا اوقات بعض مستحبات کو ترک کردیتے ہیں، اور بعض مکروہات کو اپنالیتے ہیں، نیک کاموں میں پیش پیش رہنے والے وہ لوگ ہیں جو واجبات اور مستحبات کی ادائیگی کرتے ہیں، محرمات، مکروہات اور بعض مباحات سے بھی گریزاں رہتے ہیں" (۱) علامہ قرطبی فرماتے ہیں "اپنے آپ پر ظلم کرنے والا وہ ہے جو چھوٹے موٹے گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے، درمیانہ رو وہ ہے جو دنیا اور آخرت دونوں کے حقوق ادا کرتا ہے، اور نیک کاموں میں پیش پیش وہ ہیں جو تمام لوگوں میں سب سے آگے رہتے ہیں"۔ (۲) تفسیر جلالین میں ہے کہ عمل میں کوتاہی کرنے والا ظالم لنفسہ ہے، اور بیشتر اوقات عمل انجام

---

(۱) تفسیر ابن کثیر جلد ۳، صفحہ ۵۵۲-۵۵۵ (۲) تفسیر قرطبی جلد ۱۴ صفحہ ۳۴۶ (

toobaa-elibrary.blogspot.com

دینے والا درمیانہ رو ہے ، اور عمل کے ساتھ تعلیم و رہنمائی انجام دینے والا سابق بالخیرات ہے (۱)

کفار :

متعدد آیات میں قرآن کریم نے کفار کا تذکرہ کیا ہے ، اور ان کی امتیازی صفات و علامات بتائی ہیں ، ان صفات کو ہم درج ذیل خانوں میں تقسیم کرسکتے ہیں :

۱ ۔ عقیدہ سے متعلق رکھنے والی صفات :

توحید رسالت ، آخرت ، دوبارہ زندگی اور حساب پر عدم ایمان ۔

۲ ۔ عبادات سے متعلق صفات :

اللہ کو چھوڑ کر ان چیزوں کی پرستش جو نفع ، یا نقصان کے مالک نہیں ہیں ۔

۳ ۔ سماجی تعلقات سے متعلق صفات :

ظلم ، مومنوں کے ساتھ اپنے معاملات میں سرکشی ، ان کا استہزاء ، ان پر زیادتی ، برائی کی ترغیب ، اور بھلائی سے رکاوٹ ۔

۴ ۔ خاندانی تعلقات سے متعلق صفات :

قطع رحمی

۵ ۔ اخلاقی صفات :

وعدہ خلافی ۔ برائی ، خواہشات و شہوات کی تکمیل ، غرور ، تکبر

---

(۱) تفسیر جلالین صفحہ ۳۶۷

toobaa-elibrary.blogspot.com

۶ ۔ تاثراتی و جذباتی صفات :

مومنوں سے نفرت، کینہ، ان کی نعمتوں پر حسد ۔

۷ ۔ عقلی و عملی صفات :

فکری جمود، فہم و تعقل سے تہی دامنی، دلوں پر مہر، باپ دادا کے رواج و عقائد کی اندھی تقلید، خود فریبی ۔

کفار کی شخصیت کی جو تصویر قرآن پیش کرتا ہے، وہ یہ ہے کہ وہ نہ عقیدہ توحید پر ایمان رکھتے ہیں، نہ رسولوں اور آسمانی کتابوں پر، نہ آخرت اور حساب پر، نہ جنت و دوزخ پر، وہ اپنے باپ دادا کی پیروی کرتے ہوئے ان بتوں کی عبادت کرتے ہیں جو کسی نفع و نقصان کے مالک نہیں، نہ سنتے ہیں، نہ بولتے ہیں، نہ سمجھتے ہیں ۔ کفار بس اشخاص ہیں جن کی فکر جمود کا شکار ہے، جو قرآن کی دعوت توحید کی حقیقت کا ادراک نہیں کر پاتے ہیں ۔ اسی لئے قرآن ان کے متعلق بتاتا ہے کہ :

ختم اللّٰہ علی قلوبھم و علی سمعھم و علی ابصارھم غشاوۃ ۔ (بقرہ ۔ ۷)

اللہ نے ان کے دلوں اور ان کے کانوں پر مہر لگادی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑگیا ہے ۔

وہ مومنین سے ان کی نعمتوں پر حسد کرتے ہیں، ان سے کینہ و نفرت رکھتے ہیں، ان کا استہزاء کرتے اور ایذا رسانی کرتے ہیں ۔ ان کی مخالفت اور اسلام دشمنی میں اپنی دولت خرچ کرتے ہیں، مومنوں سے نفرت و عداوت کی راہ میں وہ صلہ و رشتہ کی بھی پرواہ نہیں کرتے، وعدہ خلافی کرتے ہیں، غرور گھمنڈ میں

toobaa-elibrary.blogspot.com

سرشار ہوتے ہیں مادیت اور مفاد پرست ہوتے ہیں، دنیاوی عیش و لذت کوشی منتہائے آرزو ہوتی ہے اور فسق و فجور عیش پرستی اور خواہشات و شہوات کی تکمیل میں زندگی صرف کردیتے ہیں۔

گذشتہ سطور میں بات آئی تھی کہ عقیدہ توحید اور دوبارہ زندگی و حساب پر ایمان مومن کی سب سے نمایاں پہچان ہوتی ہے جو اس کی دیگر تمام صفات و علامات پر اثر انداز رہتی ہے، بلکہ وہ مومنوں کے امتیازی سلوک و عمل کو وجود بخشنے والی بنیادی قوت محرکہ ہوتی ہے، کفار چونکہ توحید، حساب اور دوبارہ زندگی پر ایمان سے محروم ہوتے ہیں، اس لئے ان کی شخصیات کی دیگر صفات و علامات کی تنظیم و ترتیب کرنے والی قوت سے وہ خالی ہوتے ہیں، جو زندگی کے ایک واضح اور متعین مقصد یعنی اللہ کی عبادت، ہر فعل و عمل میں اس کی رضا جوئی، اس کی مغفرت و خوشنودی کی امید اور دنیا و آخرت کے ثواب کی توقع سے انہیں وابستہ کرتی، کردار و عمل کی تحدید و رخ بندی کرنے والی اس قوت سے محرومی کی وجہ سے کفار کی شخصیتوں میں توازن باقی نہیں رہتا، اور وہ برگشتہ ہوکر دنیاوی لذت کوشیوں اور جسمانی عیش پرستیوں میں ڈوب جاتے ہیں۔ اس محرومی کی وجہ سے تاثراتی توازن بھی بگڑ جاتا ہے، اور وہ مسلمانوں سے نفرت و حسد کرنے لگتے ہیں، ان سے تعلقات میں سرکش اور ایذا رساں بن جاتے ہیں، شخصیت کی بے اعتدالی اور توازنی بگاڑ ان کی فکر میں جمود پیدا کردیتی ہے، اور دعوت توحید کو قبول کرنے سمجھنے اور اپنانے کی صلاحیت ختم ہوجاتی ہے،

toobaa-elibrary.blogspot.com

منافقین : منافقین لوگوں کا ایسا طبقہ ہے جو کمزور شخصیت اور تردد و عدم ٹھہراؤ کا شکار ہوتا ہے وہ ایمان کے تئیں کوئی واضح اور ٹھوس موقف نہیں اپنا پاتے ہیں ۔ قرآن کریم نے ان کی امتیازی علامات بتائی ہیں اور انہیں سخت سزاؤں کی دھمکی دی ہے :

ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار و لن تجد لهم نصیرا (نساء۔ ۱۴۵)

یقین جانو کہ منافق جہنم کے سب سے نیچے طبقے میں جائیں گے اور تم کسی کو ان کا مددگار نہ پاؤ گے ۔

قرآن میں بیان ہونے والی صفات و علامات کی درج ذیل تقسیم کی جا سکتی ہے :

۱۔ عقائد سے متعلق صفات :

توحید کے تئیں دو ٹوک موقف نہیں اپناتے ہیں ۔ مسلمانوں کے درمیان اسلام کا اظہار کرتے ہیں ، اور مشرکین کے مابین شرک و کفر ظاہر کرتے ہیں ۔

۲۔ عبادات سے متعلق صفات :

دکھاوے کے لئے اور بے دلی کے ساتھ عبادات ادا کرتے ہیں ۔ نماز کے لئے جاتے ہیں تو سست ہوتے ہیں ۔

۳۔ سماجی تعلقات سے متعلق صفات :

برائی کا حکم دیتے اور بھلائی سے روکتے ہیں ۔ مسلمانوں کی صفوں میں فتنہ و انتشار پھیلاتے ہیں غلط افواہیں اڑاتے ہیں ۔ لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں ۔ سامعین پر

toobaa-elibrary.blogspot.com

اثر اندازی کے لئے باتیں بناتے ہیں، خوب قسمیں کھا کر لوگوں کو اپنی سچائی کا یقین دلاتے ہیں، ظاہری حسن و آرائش اپنا کر اپنی جانب لوگوں کی توجہ مبذول کرتے اور ان پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

۴۔ اخلاقی صفات :

خود اعتمادی کی کمزوری، وعدہ خلافی، ریا کاری، بزدلی، جھوٹ، بخل، نفع پرستی، موقع پرستی، خواہشات کی پیروی۔

۵۔ تاثراتی و جذباتی صفات :

خوف، مشرکین اور مومنین دونوں سے انہیں خوف رہتا ہے، بزدلی اور موت کی ڈر کی وجہ سے مسلمانوں کی ساتھ شریک جہاد ہونے سے پہلو بچاتے ہیں، مسلمانوں سے کینہ و نفرت رکھتے ہیں۔

۶۔ عقلی و علمی صفات :

تردد، شک و شبہ، قوت فیصلہ کی کمی، صحیح سوچ سے محرومی، اسی لئے قرآن کریم نے بتایا کہ ان کے دلوں پر مہریں لگی ہوئی ہیں، اپنے غلط کاموں کو صحیح بتا کر اپنا دفاع کرتے ہیں۔

یہ تمام صفات و علامات جو منافقین کے لئے قرآن نے بتائی ہیں، منافق کی شخصیت کی واضح تصویر سامنے لاتی ہیں، شخصیت منافق کی بنیادی علامتیں ایمان و کفر کے درمیان تردد اور عقیدہ توحید کے تئیں واضح دو ٹوک موقف اپنانے کی قوت سے محرومی ہے، اس کی وجہ غالبا یہ ہوتی ہے کہ منافق چونکہ بزدل اور خود اعتمادی

toobaa-elibrary.blogspot.com

کی قوت سے محروم ہوتا ہے ۔ وہ مومنوں سے بھی خوف کھاتا ہے اور کفار سے بھی ڈرتا ہے ۔ اس لئے ڈانوا ڈول پوزیشن میں رہتا ہے ۔ کسی ایک جانب اپنے میلان کا واضح دو ٹوک فیصلہ نہیں کرپاتا ہے ۔ اس کمزور موقف کی وجہ سے منافق کو جھوٹ ، ریاء اور دھوکہ کہ سہارا لینا پڑتا ہے ۔ مسلمانوں سے نفرت و حسد کے حقیقی جذبات کو پوشیدہ رکھنا پڑتا ہے ۔ جس وجہ سے غلط افواہوں کا سہارا لے کر وہ خاموشی کے ساتھ فتنہ انگیزی کرتا ہے ۔ منافق موقع و مفاد پرست ہوتا ہے ۔ مسلمانوں کے ہاں کوئی فائدہ دیکھتا ہے تو خود کو ان سے وابستہ ظاہر کرتا ہے ۔ اور جب مشرکوں کے یہاں کوئی فائدہ نظر آتا ہے تو ان میں شامل ہوکر اپنا حصہ حاصل کرتا ہے منافق بزدل ہوتا ہے ۔ جہاد کے نام پر مارے خوف کے اس کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں ۔ اور طرح طرح کے بہانے تراش کر میدان جنگ سے پیچھا چھڑاتا ہے ۔ منافق ہمیشہ لوگوں کو دھوکہ دیتا ہے ۔ اس لئے چرب زبانی اور حسن آرائی سے لوگوں پر اپنا اثر ڈالنے کی کوشش کرتا ہے ۔ اپنے دل میں وہ کمزوری محسوس کرتا رہتا ہے ۔ اس لئے اپنے کو سچا و صحیح بتا کر اپنے دفاع کی کوشش میں رہتا ہے ۔

قرآن کریم نے منافق کی جو تصویر پیش کی ہے ۔ وہ نہایت باریک اور زندہ تصویر ہے ۔ جو تمام انسانی معاشروں میں پائے جانے والے ایک خاص قسم کے لوگس پر پوری طرح راست آتی ہے ۔ اور ان امتیازی علامات سے ہم واضح طور پر ان کو پہچان سکتے ہیں ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

قرآن میں عقلی حیلے

جب انسان کے اندرون میں پوشیدہ حقیقی جذبات و محرکات جان لئے جاتے ہیں تو اندر میں ابھرنے والے احساس قلق کر چھپانے کے لئے انسان جو دفاعی طرز عمل اختیار کرتا ہے وہی عقلی حیلے کہلاتے ہیں۔

گذشتہ صفحات میں ذکر ہوا کہ منافقین کی شخصیت کی امتیاز یہ ہوتی ہے کہ وہ شک و تردد میں ہوتے ہیں، خود اعتمادی نہیں ہوتی، اپنی فضحیت و رسوائی کا خوف لگا رہتا ہے، اور اندیشہ رہتا ہے کہ مسلمان ان کی حقیقت سے واقف ہوکر ان کی گرفت نہ کرلیں، ان کی شخصیت کی یہ ساخت و کیفیت انہیں عقلی حیلے بطور دفاعی طرز عمل اپنانے پر کثرت سے مجبور کرتی رہتی ہے، قرآن کریم نے تین قسم کے عقلی حیلے بتائے ہیں جنہیں منافقین اپنایا کرتے تھے، بدگمانی، اپنی براء ت، اور برعکس عمل۔

بدگمانی: بدگمانی ایسا عقلی حیلہ ہے جس میں انسان اپنی نفسیاتی کیفیت، اپنے عیوب و محرکات اور اپنی غلطیوں کو دوسروں پر ڈال کر اپنی ذات میں ان امور کو محسوس کرنے کے بجائے دوسروں میں وہ محسوس کرنے لگتا ہے۔ مثلا ایک شخص اپنے کسی دوست کے تیں دل میں دشمنی رکھتا ہے، وہ اپنے احساس دشمنی کو دوست پر ڈال کر یہ محسوس کرنے لگتا ہے کہ اس کا دوست ہی اس سے دشمنی کا معاملہ کررہا ہے، منافقین اپنے دلوں میں مسلمانوں کی دشمنی رکھتے تھے، ان سے خفیہ نفرت و حسد کرتے تھے، اور اپنے احساس دشمنی و نفرت کو مسلمانوں پر ڈال

toobaa-elibrary.blogspot.com

کر یہ گمان کرتے تھے کہ مسلمان ہی ان کی گرفت کرنا چاہتے ہیں۔ منافقین کی اس کیفیت کی قرآن نے کیسی سچی تصویر پیش کی ہے کہ مسلمانوں کی جو آواز بھی وہ سنتے ہیں اپنے خلاف ہی محسوس کرنے لگتے ہیں :

واذ رایتھم تعجبک اجسامھم و ان یقولوا تسمع لقولھم کانھم خشب مسندۃ ، یحسبون کل صیحۃ علیھم ھم العدو فاحذرھم قاتلھم اللّٰہ انی یوفکون (منافقوں ۴

انہیں دیکھوں تو ان کے جثے تمہیں بڑے شاندار نظر آئیں گے۔ بولیں تو تم ان کی باتیں سنتے رہ جاؤ۔ مگر اصل میں یہ گویا لکڑی کے کندے ہیں جو دیوار کے ساتھ چن کر رکھ دئے گئے ہوں۔ ہر زور کی آواز کو اپنے خلاف سمجھتے ہیں۔ یہ پکے دشمن ہیں۔ ان سے بچ کر رہو۔ اللہ کی مار ان پر۔ یہ کدھر الٹے پھرائے جارہے ہیں۔

جو پکار بھی وہ سنتے ہیں۔ اپنے خلاف ہی گمان کرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ مسلمان ان کی گرفت کرنے والے ہیں۔ یہ خود ان کے دلوں میں پوشیدہ مسلمانوں کے خلاف احساس عداوت کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اپنے احساس عداوت کو وہ مسلمانوں پر ڈال دیتے ہیں۔ یہ بھی قابل غور ہے کہ آیت کریمہ کے اندر "ہر پکار کو وہ اپنے خلاف سمجھتے ہیں" کے فوری بعد کہا گیا کہ "وہ خود دشمن ہیں۔ تم ان سے ہوشیار رہو" یہ دوسرا جملہ بتارہا ہے کہ درحقیقت خود ان کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف عداوت بھری ہے۔ اور ہر پکار و آواز کو اپنے خلاف سمجھنا بدگمانی کے نتیجہ کا وہم ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

براءت : یہ بھی ایک دفاعی عقلی حیلہ ہے ، جس کے ذریعہ انسان اپنے ناپسندیدہ محرکات و افعال کا جواز پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور ان کی ایسی توجیہ و تشریح کرتا ہے کہ وہ پسندیدہ قرار پاجائیں ، منافقین بہت سارے مواقع پر اپنے افعال کی پسندیدہ تشریح کرنے کے لئے اس اسلوب کا سہارا لیتے تھے ۔ زمین میں بگاڑ پیدا کردیتے اور کہتے کہ وہ تو اصلاح و بہبودی چاہ رہے ہیں ، اور اس طرح اپنے افعال کی ایسی توجیہ و جواز پیش کرتے کہ وہ درست و پسندیدہ ظاہر ہونے لگیں ، اس اسلوب کی جانب درج ذیل آیت میں قرآن نے اشارہ کیا ہے ۔

و اذا قیل لھم لا تفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون الا انھم ھم المفسدون و لکن لا یشعرون (بقرہ ۱۱ - ۱۲)

جب کبھی ان سے کہا گیا کہ زمین میں فساد برپا نہ کرو ، تو انہوں نے یہی کہا کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں ، خبردار ! حقیقت میں یہی لوگ مفسد ہیں ۔ مگر انہیں شعور نہیں ہے ۔

و اذا قیل لھم تعالوا الی ما انزل اللّٰہ و الی الرسول رایت المنافقین یصدون عنک صدودا فکیف اذا اصابتھم مصیبۃ بما قدمت ایدیھم ثم جاؤک یحلفون باللّٰہ ان اردنا الا احسانا و توفیقا اولٓئک الذین یعلم اللّٰہ ما فی قلوبھم فاعرض عنھم و عظھم و قل لھم فی انفسھم قولا بلیغا (نساء ۶۱ - ۶۳)

اور جب ان سے کہا جاتا ہے آؤ اس چیز کی طرف جو اللہ نے نازل کی ہے اور آؤ رسول کی طرف تو ان منافقوں کو تم دیکھتے ہو کہ یہ تمہاری طرف آنے سے

toobaa-elibrary.blogspot.com

کرتے ہیں۔ پھر اس وقت کیا ہوتا ہے جب ان کے اپنے ہاتھوں سے لائی ہوئی مصیبت ان پر آپڑتی ہے ؟ اس وقت یہ تمہارے پاس قسمیں کھاتے ہوئے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا کی قسم ہم تو صرف بھلائی جانتے تھے اور ہماری نیت تو یہ تھی کہ فریقین میں کسی طرح موافقت ہو جائے ۔ اللہ جانتا ہے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے ۔ ان سے اعراض مت کرو انہیں سمجھاؤ اور ایسی نصیحت کرو جو ان کے دلوں میں اتر جائے ۔

عقلی حیلے ایسا طرز عمل ہے جسے انسان لاشعوری طریقہ پر انجام دیتا ہے ۔ چنانچہ جب انسان مثال کے طور پر اپنا احساس عداوت دوسرے پر ڈال دیتا ہے تو یہ سمجھنے لگتا ہے کہ دوسرا شخص ہی اس کے تئیں دشمنی رکھتا ہے ۔ اور اس طرح وہ اپنے کسی شعور و احساس کے بغیر دوسروں پر ڈالنے کا عمل انجام دے جاتا ہے ۔ اسی طرح جب کوئی انسان اپنی براء ت و جواز پیش کرتا ہے تو اس وقت وہ اس احساس سے خالی ہوتا ہے کہ وہ اپنے لئے اظہار براء ت کا عمل انجام دے رہا ہے ۔ بلکہ فی الواقع وہ یہی سمجھ رہا ہوتا ہے کہ جو غلط اعمال اس سے انجام پا رہے ہیں وہ اچھے اور مفید اعمال ہیں ۔ یا وہ ان اعمال سے خیر و بھلائی اور اصلاح چاہ رہا ہے ۔ عقلی حیلوں کے اسی لاشعوری پہلو کی جانب قرآن اس جملہ میں اشارہ کرتا ہے کہ " درحقیقت وہ خود ہی فساد پھیلانے والے ہیں ۔ لیکن وہ اس کا احساس و شعور نہیں رکھتے " یہ جملہ " وہ احساس و شعور نہیں رکھتے " ان کی اس بے شعوری کی جانب اشارہ کر رہا ہے کہ جو کچھ وہ انجام دے رہے ہیں وہ اصلاح و خیر نہیں بلکہ فساد و بگاڑ

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے "۔

برعکس عمل : یہ ایک ایسا عقلی دفاعی حیلہ ہے جس میں فرد اپنے جس طرز کو پوشیدہ رکھنا چاہتا ہے اس کے برعکس عمل کا اظہار کرتا ہے ، مثلاً ایک فرد کسی شخص کے ساتھ ظاہر داری ، ادب اور احترام و محبت کا اظہار کرتا ہے ، لیکن در حقیقت اس طرح وہ اس کے تئیں اپنے دل کی نفرت و عداوت کو پوشیدہ رکھتا ہے ، منافقین بھی مسلمانوں کے تئیں اپنی نفرت و عداوت کی حقیقت کو چھپانے کے لئے اسی دفاعی عقلی حیلہ کا سہارا لیتے تھے ، مسلمانوں سے اچھی طرح باتیں کرتے ، ان سے اپنی محبت اور احترام و عقیدت کا اظہار کرتے ، لیکن ان سب سے مقصود اپنی عداوت و نفرت کا اخفاء ہوتا تھا۔

و من الناس من یعجبک قولہ فی الحیاۃ الدنیا و یشھد اللّٰہ علی مافی قلبہ و ھو الد الخصام و اذا تولی سعی فی الارض لیفسد فیھا و یھلک الحرث و النسل و اللّٰہ لا یحب الفساد (بقرہ ۲۰۴۔ ۲۰۵)

انسانوں میں کوئی تو ایسا ہے ، جس کی باتیں دنیا کی زندگی میں تمہیں بہت بھلی معلوم ہوتی ہیں ، اور اپنی نیک نیتی پر وہ بار بار خدا کو گواہ ٹھہراتا ہے مگر حقیقت میں وہ بدترین دشمن حق ہوتا ہے ۔ جب اسے اقتدار حاصل ہوجاتا ہے تو زمین میں اس کی ساری دوڑ دھوپ اس لئے ہوتی ہے کہ فساد پھیلائے ، کھیتوں کو غارت کرے اور نسل انسانی کو تباہ کرے ۔ حالانکہ اللہ (جسے وہ گواہ بنا رہا تھا) فساد کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

و اذا رایتھم تعجبک اجسامھم و ان یقولوا تسمع لقولھم (منافقون ۴)

انہیں دیکھو تو ان کے جثے تمہیں بڑے شاندار نظر آئیں۔ بولیں تو تم ان کی باتیں سنتے رہ جاؤ۔

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ عہد نبوی کے منافقین کا طرز عمل بتاتے ہوئے قرآن نے چند وہ عقلی حیلے بھی بتائے جنہیں منافقین اختیار کرتے تھے۔ اس کے چودہ صدی بعد فرائڈ نے اپنے زیر علاج مریضوں پر تحقیق کرتے ہوئے ان عقلی حیلوں کی دریافت کی۔

قرآن میں شخصی و انفرادی فرق

لوگوں کی استعداد: جسمانی، نفسیاتی اور عقلی صلاحیتوں کے اندر بہت سارے فرق پائے جاتے ہیں۔ جو خاندان اور ماحول کے عوامل کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ قرآن نے متعدد مقامات پر ایسے فرق کی جانب اشارہ کیا ہے:

و ھو الذی جعلکم خلائف الارض ورفع بعضکم فوق بعض درجات لیبلوکم فی ما آتاکم (انعام۔ ۱۶۵)

وہی ہے جس نے تم کو زمین کا خلیفہ بنایا، اور تم میں سے بعض کو بعض کے مقابلے میں زیادہ بلند درجے دئے، تاکہ جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں تمہاری آزمائش کرے۔

اھم یقسمون رخمة ربک نحن قسمنا بینھم معیشتھم فی الحیاة الدنیا

toobaa-elibrary.blogspot.com

ورفعنا بعضهم فوق بعض درجات لیتخذ بعضهم بعضا سخریا (زخرف۔۳۲)

کیا تیرے رب کی رحمت یہ لوگ تقسیم کرتے ہیں یا دنیا کی زندگی میں ان کی گزر بسر کے ذرائع تو ہم نے ان کے درمیان تقسیم کئے ہیں، اور ان میں سے کچھ لوگوں کو کچھ دوسرے لوگوں پر ہم نے بدرجہا فوقیت دی ہے تاکہ یہ ایک دوسرے سے خدمت لیں، اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی پیدائش، اور تمہاری زبانوں اور تمہارے رنگوں کا اختلاف ہے۔ یقینا اس میں بہت سی نشانیاں ہیں دانشمند لوگوں کے لئے۔

انظر کیف فضلنا بعضهم علی بعض (اسراء۔۲۱)

مگر دیکھ لو، دنیا ہی میں ہم نے ایک گروہ کو دوسرے پر کیسی فضیلت دے رکھی ہے۔

و من الناس و الدواب و الانعام مختلف الوانه کذلک (فاطر۔۲۸)

اور اسی طرح انسانوں اور جانوروں اور مویشیوں کے رنگ بھی مختلف ہیں۔

ان آیات میں لوگوں کے درمیان پائے جانے والے انفرادی فرق کی جانب واضح اشارے موجود ہیں۔ نیز آیات یہ بھی بتا رہی ہیں کہ یہ فرق خاندان و ماحول کے عوامل کا نتیجہ ہوتے ہیں، اللہ تعالی کا یہ جملہ "تم میں سے بعض کے درجات بعض سے اونچے بنائے" لوگوں کے درمیان ہر قسم کے فرق و اختلاف، خواہ وہ موروثی ہوں، یا اکتسابی، جسمانی ہوں، نفسیاتی ہوں یا عقلی، دولت و جائداد میں ہوں یا اثر و رسوخ میں، کو ہمہ گیر ہے، اور دوسرا جملہ "تاکہ ایک دوسرے سے

toobaa-elibrary.blogspot.com

خدمت لیں " دولت و ثروت، علم اور پیشہ کے اندر لوگوں کے فرق کی جانب اشارہ کر رہا ہے، کہ غریب شخص اجرت پر مال دار کا کام انجام دیتا ہے، اور مختلف پیشہ و ملازمت سے وابستہ لوگ اجرت پر دوسروں کے کام انجام دیتے ہیں، اور اس طرح باہمی تعاون اور افراد ومعاشرہ کے درمیان تقسیم کار کے ذریعہ تمام لوگوں کی ضروریات پوری ہوتی ہیں، اور زندگی میں درکار تمام لوازمات فراہم ہوجاتے ہیں، اللہ تعالی کا فرمان کہ، رنگ و زبان کا فرق اللہ کی نشانی ہے، انفرادی فرق کے اندر ماحول و خاندان کی اثر اندازی کی جانب اشارہ کر رہا ہے کیونکہ رنگوں کا فرق خاندانی عوامل کا واضح نتیجہ ہوتے ہیں، اور زبان و اسلوب اور لہجوں کا فرق بھی سماجی و ثقافتی عوامل اور ماحول کے اسباب سے پیدا ہوتا ہے۔

علم و حکمت کے اندر بھی لوگوں میں فرق ہوتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ عقلی صلاحیتوں اور ذہانت میں بھی فرق پایا جاتا ہے۔ مذکورہ آیات سے بھی اس مفہوم کی وضاحت ہوتی ہے اور درج ذیل آیت صراحت کے ساتھ یہی حقیقت پیش کر رہی ہے:

نرفع درجات من نشاء و فوق کل ذی علم علیم (یوسف۔۷۶)

ہم جس کے درجے چاہتے ہیں بلند کردیتے ہیں، اور ایک علم رکھنے والا ایسا ہے جو ہر صاحب علم سے بالاتر ہے۔

علامہ ابن کثیر اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ حضرت حسن بصری کہتے ہیں کہ ہر عالم کے اوپر ایک عالم ہے، اور یہ سلسلہ اللہ رب العزت پر ختم ہوتا

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے ۔ حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ابن عباسؓ کے پاس تھے ۔ انہوں نے ایک عجیب بات بتائی ۔ اس پر ایک شخص کو تعجب ہوا اور کہنے لگا : الحمد للہ ۔ ہر صاحب علم کے اوپر علم والا ہے ۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا : تم نے غلط کہا ۔ ہر جاننے والے کے اوپر اللہ جاننے والا ہے ۔ ایک شخص دوسرے سے زیادہ جاننے والا ہوتا ہے ۔ اور تیسرا اس سے زیادہ جاننے والا ہوتا ہے ۔ اور اللہ ہر جاننے والے کے اوپر ہے ۔

چونکہ لوگ استعداد و صلاحیت ، سماجی و ثقافتی حالات اور شخصی تجربات کے اندر مختلف ہوتے ہیں ۔ اس لئے لوگوں کے عمل میں یقینا نمایاں فرق پایا جانا چاہیے ۔

قل کل یعمل علی شاکلتہ (اسرار ۔ ۸۴)

اے نبی ۔ ان سے کہہ دو کہ ہر ایک اپنے طریقے پر عمل کر رہا ہے ۔

جسمانی اور عقلی استعداد و صلاحیت کا فرق لوگوں کے عمل و کردار کے حصول علم اور حق و عدل کی جستجو کے اندر بھی فرق پیدا کر دیتا ہے ۔

اور نتیجہ ان کے فرائض اور ذمہ داریوں میں بھی فرق پیدا ہو جاتا ہے :

لا یکلف اللّٰہ نفسا الا وسعھا لھا ما کسبت و علیھا ما اکتسبت (بقرہ ۔ ۲۸۶)

اللہ کسی متنفس پر اس کی مقدرت سے بڑھ کر ذمہ داری کا بوجھ نہیں ڈالتا ۔ ہر شخص نے جو نیکی کمائی ہے ۔ اس کا پھل اسی کے لئے ہے اور جو بدی سمیٹی ہے اس کا وبال اسی پر ہے ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

و لا نكلف نفسا الا وسعها و لدينا كتاب ينطق بالحق و هم لا يظلمون (مومنون ۶۲)

ہم کسی شخص کو اس کی مقدرت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے ۔ اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے ، جو (ہر ایک کا حال) ٹھیک ٹھیک بتادینے والی ہے ۔ اور لوگوں پر ظلم بہر حال نہیں کیا جائے گا ۔

لا يكلف الله نفسا الا ما آتاها (طلاق ۔ ۷)

اللہ نے جس کو جتنا کچھ دیا ہے اس سے زیادہ کا وہ اسے مکلف نہیں کرتا ۔

لوگوں کے شخصی فرق کی جانب اور ہر شخص کو اس کی طاقت و وسعت کے بقدر ذمہ دار بنائے جانے کی جانب قرآن کریم کا واضح اشارہ وہ بنیادی فکر ہے جس کے مطابق جدید علم النفس افراد کی استعداد و صلاحیت کے فرق کو نظام تعلیم کی تنظیم میں ملحوظ رکھتا ہے ، اور ہر شخص کو اس کی استعداد و صلاحیت کے مناسب علم کے حصول کا مشورہ دیتا ہے ۔ جدید تربیتی نظام کے اندر بھی تربیتی رہنمائی کے عمل سے یہی مقصود ہوتا ہے ۔ جدید ماہرین نفسیات انہی انفرادی فرق کو ملحوظ رکھتے ہوئے تکنیکی و پیشہ ورانہ کاموں کے اندر ہر فرد کو اس کے مناسب و لائق کام ہی میں لگاتے ہیں ۔

حدیث نبوی کے اندر بھی موروثی عوامل کی اثر اندازی کی جانب اشارہ موجود ہے ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔۔۔ اچھی نسل میں شادی کرو ، نسل کا اثر رہتا ہے " دوسری حدیث میں فرمایا ہے " اپنے نطفہ کے لئے انتخاب کرو ، خواتین اپنے ماموں اور اپنی بہنوں کی شکلوں کے بچے جنتی ہیں " ماحول

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے عوامل کی اثر انگیزی کی جانب اس فرمان نبوی میں اشارہ ملتا ہے کہ " ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے : پھر اس کے والدین اسے یہودی ، نصرانی یا مجوسی بنادیتے ہیں "(۱)

قرآن میں انسانی نشو و نما

علم النفس کے اندر ان مختلف مراحل کا مطالعہ کیا جاتا ہے جو بچہ کی نشو و نما کے دوران پیش آتے ہیں ، ان مراحل کی امتیازی عمومی خصوصیات اور ان پر اثر انداز ہونے والے مختلف عوامل کو بھی زیر مطالعہ لایا جاتا ہے اس کے نتیجہ میں بچہ کی شخصیت کو پوری طرح سمجھنے اور اس کی رہنمائی و تربیت اچھی طرح انجام دینے کا موقع ملتا ہے ۔

علم النفس کے اندر نہ صرف پیدائش کے وقت سے اس کی نشو و نما کے مراحل کا مطالعہ کیا جاتا ہے بلکہ ماقبل ولادت جب وہ اپنی ماں کے بطن میں جنین ہوتا ہے ، اس کی نشو و نما کے مراحل اور جنین کی تشکیل و نشو و نما پر اثر انداز ہونے والے مختلف موروثی و ماحولیاتی عوامل کا بھی مطالعہ کیا جاتا ہے ، ما قبل ولادت مرحلہ کی نشو و نما کے مطالعہ میں علم جنین کی تحقیقات کے نتائج سے علم النفس کے اندر بہت مدد لی جاتی ہے ۔

(۱) ابراہیم دسوقی مرعی ، الطفولۃ فی الاسلام ، دار الاعتصام قاہرہ ۱۹۷۹ء صفحہ ۲۰ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ما قبل ولادت نشو و نما :

قرآن کریم نے ایجاز و تفہیم کے اپنے معجزانہ اسلوب میں استقرار حمل کے وقت سے ولادت تک جنین کی نشو و نما کے مراحل کی جانب درج ذیل آیات میں اشارہ کیا ہے ۔

ولقد خلقنا الانسان فی سلالة من طین ثم جعلناه نطفة فی قرار مکین ثم خلقنا النطفة علقة فخلقنا العلقة مضغة فخلقنا المضغة عظاما فکسونا العظام لحما ثم انشاناه خلقا آخر فتبارک اللّٰہ احسن الخالقین (مومنون ۔ ۱۲ ۔ ۱۴)

ہم نے انسان کو مٹی کے سلالت سے بنایا ، پھر اسے ایک محفوظ جگہ ٹپکی ہوئی بوند میں تبدیل کیا ، پھر اس بوند کو لوتھڑے کی شکل دی ، پھر لوتھڑے کو بوٹی بنادیا ، پھر اسے ایک دوسری ہی مخلوق بنا کھڑا کیا ۔ پس بڑا ہی بابرکت ہے اللہ سب کاریگروں سے اچھا کاریگر ہے ۔

یا ایها الناس ان کنتم فی ریب من البعث فانا خلقناکم من تراب ثم من نطفة ثم من علقة ثم من مضغة مخلقة و غیر مخلقة لنبین لکم و نقر فی الارحام ما نشاء الی اجل مسمی ثم نخرجکم طفلا ثم لتبلغوا اشدکم و منکم من یتوفی و منکم من یرد الی ارذل العمر لکی لا یعلم بعد علم شیئا (حج ۔ ۵)

لوگو ، اگر تمہیں زندگی بعد موت کے بارے میں کچھ شک ہے تو تمہیں معلوم ہو کہ ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا ہے ، پھر نطفے سے ، پھر خون کے لوتھڑے سے ، پھر گوشت کی بوٹی سے جو شکل والی بھی ہوتی ہے اور بے شکل والی بھی ، (یہ ہم

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس لئے بتارہے ہیں) تاکہ تم پر حقیقت واضح کریں ۔ ہم جس (نطفے) کو چاہتے ہیں ایک وقت خاص تک رحموں میں ٹھہرائے رکھتے ہیں ۔ پھر تم کو ایک بچے کی صورت میں نکال لاتے ہیں (پھر تمہیں پرورش کرتے ہیں) تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچو ۔ اور تم میں سے کوئی پہلے ہی واپس بلا لیا جاتا ہے اور کوئی بدترین عمر کی طرف پھیر دیا جاتا ہے تاکہ سب کچھ جاننے کے بعد پھر کچھ نہ جانے ۔

یخلقکم فی بطون امھاتکم خلقا من بعد خلق فی ظلمات ثلاث (زمر - ۲)

وہ تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں تین تین تاریک پردوں کے اندر تمہیں ایک کے بعد ایک شکل دیتا چلا جاتا ہے ۔

ان آیات میں قرآن کریم نے اغاز حمل کے وقت رحم کے اندر جنین کی نشو ونما کے مراحل کی جانب اشارہ کیا ہے ۔ جس وقت باپ کے مادہ منویہ کا ایک خلیہ ماں کے پختہ انڈے سے بار آوری کے ذریعہ تلقیح کو وجود بخشتا ہے جسے قرآن نے " نطفہ " کا نام بتایا ہے ۔ پھر بار آور انڈا تقسیم ہوکر متعدد ہونے لگتا ہے اور اس کے خلیوں کی تعداد بڑھ جاتی ہے ۔ لیکن ابتدائی دو ہفتوں کے دوران حجم کے اندر کوئی محسوس تبدیلی رونما نہیں ہوتی (۱) اس وقت قرآن کی زبان میں " علقہ " وجود میں آتا ہے ۔ (۲)

---

(۱) مستفاد از فواد بہی سید ۔ الاسس النفسیہ للنمو ۔ دار الفکر العربی قاہرہ ۱۹۷۵ ۔ صفحہ ۹۰ ۔ ۱۰۰ ایڈیشن چہارم ۔ حامد عبد العزیز فقی ۔ دراسات فی سیکولوجیۃ النمو ۔ کویت ۱۹۷۷ ۔ صفحہ ۳۱ ۔ ۶۸

(۲) دیکھئے فواد بہی ۔ حوالہ سابق صفحہ ۹۱ ۔ محمد اسماعیل ابراہیم ۔ حوالہ سابق ۔ صفحہ ۱۰۷

toobaa-elibrary.blogspot.com

پھر بار آور انڈا بیضہ دانی سے نکل کر رحم کی جانب آتا ہے اور اس کی دیواروں میں نصب ہوجاتا ہے اب جنین کی جھلیاں بننی شروع ہوتی ہیں، اور ناف کی رسی دراز ہوکر بار آور انڈے کو ماں سے وابستہ کردیتی ہے تاکہ ماں کے خون سے غذاء کا حصول ہونے لگے، علقہ اس مرحلہ میں آکر مضغہ بن جاتا ہے، اس کے بعد جسم کے ڈھانچہ کی تشکیل و تخلیق شروع ہوتی ہے، قرآن نے اس کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے "مضغہ سے مخلقہ اور غیر مخلقہ"

جنین کی زندگی کا یہ دور دوسرے ہفتہ کے اختتام سے شروع ہوکر دوسرے ماہ کی انتہا تک جاری رہتا ہے، جس کے بعد شروع ہونے والا مرحلہ ماہرین جنین کے نزدیک مرحلۂ جنین کہلاتا ہے (۱) جو پچھلے مرحلۂ مضغہ سے ممتاز ہوتا ہے، (۲) جنین کا مرحلہ تیز رفتار نشو و نما کا مرحلہ ہوتا ہے، اس دوران جنین کا حجم تیزی سے بڑھتا ہے، اعضاء کے تناسب میں تبدیلی آتی ہے، یہاں تک کہ انتہائے حمل تک نشو و نما مکمل ہوجاتی ہے، (۳) مرحلۂ جنین کے آغاز میں ہڈیاں بننی شروع ہوتی ہیں جو سابقہ مرحلۂ نمو کے دوران سے موجود غضروفی خلیوں کی جگہ لے لیتی ہیں۔

رحم کے اندر جنین ایک جھلی سے گھرا ہوتا ہے۔ جسے امنیونی جھلی The

---

(۱) Fetus Stage (۲) Embryonic Stage
(۳) فواد سبی، حوالہ سابق، صفحہ ۹۱۔۹۳

toobaa-elibrary.blogspot.com

amnion کہتے ہیں وہ سائل مادہ سے بھری ہوتی ہے ، اور جنین کے لئے متعدد اہم کام انجام دیتی ہے : مثلاً سخت جھٹکوں سے اور تاثیر جاذبیت و کشش سے جنین کی حفاظت کرتی ہے (۱) ، اس کی جانب قرآن کریم نے سورہ مومنون کی ان آیات میں اشارہ کیا ہے جو پیچھے ذکر ہوچکی ہیں ، سورہ مرسلات میں بھی اشارہ کرتے ہوئے کہا گیا :

الم نخلقكم من ماء مهين فجعلناه في قرار مكين الى قدر معلوم فقدرنا فنعم القادرون (مرسلات ۔ ۲۰ ۔ ۲۳)

کیا ہم نے ایک حقیر پانی سے تمہیں پیدا نہیں کیا اور ایک مقررمدت تک اسے ایک محفوظ جگہ ٹھیرائے رکھا ؟ تو دیکھو ، ہم اس پر قادر تھے ، پس ہم بہت اچھی قدرت رکھنے والے ہیں ۔

مفسرین کہتے ہیں کہ سورہ زمر کی پچھلی آیت میں قران نے جن تین تاریکیوں کا ذکر کیا ہے ان سے بطن کی تاریکی ، رحم کی تاریکی اور مشیمہ کی تاریکی کی جانب اشارہ ہے (۲) ایک جدید تشریح کے مطابق ان سے بیضہ دانی Fallopian Tube اور رحم کی تاریکیوں کی جانب اشارہ ہے (۳)

---

(۱) حامد عبد العزیز فقی ، حوالہ سابق ، صفحہ ۵۱ (۲) تفسیر قرطبی ۱۵ ، ۲۳۵ ۔ ۲۳۶

(۳) محمد اسماعیل ابراہیم ، حوالہ سابق ، صفحہ ۱۰۵

toobaa-elibrary.blogspot.com

ولادت کے بعد نشو و نما :

بچہ پیدائش کے بعد انتہائی کمزور اور دوسروں کی نگہداشت کا محتاج ہوتا ہے ۔ زندگی کے ابتدائی ایام میں نومولود کی نشو و نما بڑی تیزی کے ساتھ ہوتی ہے ۔ عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ نشو و نما کی رفتار بھی بتدریج دھیمی ہوتی جاتی ہے ۔ اور مراہقت سے پہلے زندگی ٹھیری ہوئی محسوس ہوتی ۔ مراہقت کا مرحلہ شروع ہوتے ہی اعضاء بدن اور نفسیات کے اندر بڑی تیز رفتار اور طاقتور تبدیلیاں آنی شروع ہوجاتی ہیں ۔ مراہقت کا مرحلہ ختم ہونے اور پختگی کا مرحلہ شروع ہونے ۔ جس میں نشو و نما کا عمل مکمل ہوجاتا ہے ۔ کے ساتھ ان تبدیلیوں کی تیزی میں ٹھہراؤ آجاتا ہے ۔ اور زندگی میں دوبارہ ٹھہراؤ و سکون پیدا ہوجاتا ہے ۔ پختگی کی عمر کو پہنچنے تک جسمانی نشو و نما مکمل ہوچکی ہوتی ہے اور عقلی صلاحیتوں کی نمو بھی مکمل ہوجاتی ہے ۔ لیکن نئے تجربات اور علم و معرفت کے حصول کا سلسلہ مرحلہ پیری تک جاری رہتا ہے ۔ اس کے بعد جسمانی قوت میں اضمحلال شروع ہوجاتا ہے ۔ عقلی صلاحیتوں میں کمزوری آنے لگتی ہے ۔ پیدائش کے بعد مرحلۂ طفولیت سے پیری تک جن مراحل سے انسان گزرتا ہے ۔ قرآن نے ذیل کی آیات میں ان کی جانب اشارہ کیا ہے :

هو الذی خلقكم من تراب ثم من نطفة ثم من علقة ثم يخرجكم طفلا ثم لتبلغوا اشدكم ثم لتكونوا شيوخا و منكم من يتوفى من قبل و لتبلغوا اجلا مسمى و لعلكم تعقلون (غافر - ٦٧)

toobaa-elibrary.blogspot.com

وہی تو ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے، پھر خون کے لوتھڑے سے، پھر وہ تمہیں بچے کی شکل میں نکالتا ہے، پھر تمہیں بڑھاتا ہے تاکہ تم اپنی پوری طاقت کو پہنچ جاؤ، پھر اور بڑھاتا ہے تاکہ تم بڑھاپے کو پہنچو اور تم میں سے کوئی پہلے ہی واپس بلالیا جاتا ہے یہ سب کچھ اس لئے کیا جاتا ہے تاکہ تم اپنے مقررہ وقت تک پہنچ جاؤ۔ اور اس لئے کہ تم حقیقت کو سمجھو۔

اللہ الذی خلقکم من ضعف ثم جعل من بعد ضعف قوۃ ثم جعل من بعد قوۃ ضعفا و شیبۃ یخلق ما یشاء و ھو العلیم القدیر۔ (روم۔ ۵۴)

اللہ ہی تو ہے جس نے ضعف کی حالت سے تمہاری پیدائش کی ابتداء کی، پھر اس ضعف کے بعد تمہیں قوت بخشی، پھر اس قوت کے بعد تمہیں ضعیف اور بوڑھا کردیا۔ وہ جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہ سب کچھ جاننے والا اور ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

کچھ بوڑھے لوگوں کے اندر ستر سال کی عمر کے ارد گرد عقل و عمل میں اضطراب پیدا ہوجاتا ہے، خصوصا حافظہ کمزور ہوجاتا ہے، ذہنی توجہ میں کمی آجاتی ہے، ماضی اور حال میں اور حقیقت اور خیال میں اختلاط ہونے لگتا ہے، عقلی فیصلوں کی صلاحیت نہیں رہتی، اسی طرح اپنے تاثرات اور انفعالات پر کنٹرول کی قوت ختم ہوجاتی ہے، جس کی وجہ سے بیشتر اوقات ان کے کاموں میں بچکانہ پن جھلکنے لگتا ہے، عقلی و عملی اضطراب کی اس حالت کو " ذہنی پیرانہ سالی " کہا جاتا ہے، جدید تحقیقات بتاتی ہیں کے عمر کہ اس مرحلہ میں آکر دماغ کے نسیجوں میں ایک

toobaa-elibrary.blogspot.com

قسم کی گراوٹ آجاتی ہے ۔اس گراوٹ کا ایک سبب شریانوں میں سختی و شدت بھی ہے ۔ جس کی وجہ سے دماغ کے اعصابی نسیجوں میں پہنچنے والا آکسیجن کم ہوجاتا ہے اور دماغ کے اندر اپنے کاموں کو انجام دینے کی قوت کم ہوجاتی ہے ۔

بڑھاپے کی کمزوری کے اثرات مختلف لوگوں پر مختلف ہوتے ہیں ۔ لوگوں کے درمیان انفرادی فرق یہاں بھی ہوتا ہے ۔کچھ بوڑھے لوگوں کے اندر اس مرحلہ میں بھی عقلی صلاحیت کا بڑا حصہ محفوظ و برقرار ہوتا ہے ۔اور کچھ کے اندر عقلی صلاحیت بڑی حد تک کمزور ہوچکی ہوتی ہے ۔اور بڑھاپے کی علامتیں ظاہر ہوجاتی ہیں ۔ بظاہر ایسا لگتا ہے کہ بعض موروثی عوامل ۔ خون کی رگوں اوز ٹھوس غدود کی حالت سے متعلق عوامل امراض بڑھاپے کے اظہار میں معاون بنتے ہیں ۔ بعض تحقیقات سے پتہ چلا ہے کہ بعض عمر دراز لوگوں کے دماغ کا بڑا حصہ ضائع ہوجانے کے بعد صحیح منطقی سوچ و فکر کی صلاحیت باقی رہی ہے ۔ان تحقیقات کے پیش نظر بعض ماہرین نفسیات کا کہنا ہے کہ بڑھاپا بظاہر عقلی صلاحیت کے زوال کو قبول کرنے اور دباؤ کے حالات سے خود کو ہم آہنگ کرلینے کی فرد کی صلاحیت و مہارت پر منحصر ہوتا ہے ۔جو شخص بڑھاپے کے امراض و آثار کو قبول کرلیتا ہے وہ بڑھاپے میں پیش آنے والی تبدیلیوں سے خود کو اچھی طرح ہم آہنگ کرلینے کی زیادہ صلاحیت رکھتا ہے ۔ لیکن جو اپنی عقلی صلاحیت اور یادداشت کی کمزوری سے پریشان رہتا ہے وہ غیر متوازن اور اضطراب کا شکار ہوجاتا ہے ۔(۱)

---

(۱) علم النفس فی حیاتنا الیومیہ ۔محمد عثمان نجاتی ۔ حوالہ سابق ۔صفحہ ۵۱۷

toobaa-elibrary.blogspot.com

قرآن کریم نے درج ذیل آیت میں اس عقلی اور عملی اضطراب و خلل کی جانب اشارہ کیا ہے، جس سے بڑھاپے کے مرحلہ میں بعض افراد دو چار ہوتے ہیں :

ثم نخرجکم طفلا ثم لتبلغوا اشدکم و منکم من یتوفی و منکم من یرد الی ارذل العمر لکی لا یعلم بعد علم شئیا (حج-۵)

پھر تم کو ایک بچے کی صورت میں نکال لاتے ہیں (پھر تمہیں پرورش کرتے ہیں) تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچو اور تم میں سے کوئی پہلے ہی واپس بلالیا جاتا ہے اور کوئی بدترین عمر کی طرف پھیردیا جاتا ہے تاکہ سب کچھ جاننے کے بعد پھر کچھ نہ جانے۔

اس آیت میں ماقبل ولادت مراحل نشو و نما، نطفہ سے علقہ، پھر مضغہ کی جانب اشارہ کرنے کے بعد مابعد ولادت مراحل نشو و نما، یعنی طفولت سے پختگی جب انسان کی نشو و نما مکمل ہوجاتی ہے، اور کمال پختگی کو وہ پہنچ جاتا ہے، پھر بڑھاپے جب انسان کے جسم و عقل میں کمزوری آنی شروع ہوجاتی ہے، کی جانب اشارہ کیا گیا ہے، نیز یہ بھی بتایا گیا ہے کہ بڑھاپے کی عمر میں بعض لوگوں کی عقلی صلاحیتوں میں خلل اور آثار درازئ عمر کا ظہور ہوجاتا ہے۔

بڑھاپے میں بعض لوگوں کو پیش آنے والی عقلی و جسمانی خلل کی جانب دیگر مواقع پر بھی قرآن نے اشارہ کیا ہے، مثلاً :

واللہ خلقکم ثم یتوفاکم و منکم من یرد الی ارذل العمر لکی لا یعلم بعد علم شیئا ان اللہ علیم قدیر (نحل-۷۰)

اور دیکھو، اللہ نے تم کو پیدا کیا پھر وہ تم کو موت دیتا ہے، اور تم

toobaa-elibrary.blogspot.com

میں سے کوئی بدترین عمر کو پہنچادیا جاتا ہے تاکہ سب کچھ جاننے کے بعد پھر کچھ نہ جانے ۔ حق یہ ہے کہ اللہ ہی علم میں بھی کامل ہے ۔

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثم رددناہ اسفل سافلین الا الذین آمنوا و عملوا الصالحات فلھم اجر غیر ممنون (تین۔۴۔۲)

ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا پھر اسے الٹا پھیر کر ہم نے سب نیچوں سے نیچ کردیا ۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے کہ ان کے لئے کبھی ختم نہ ہونے والا اجر ہے ۔

و من نعمرہ ننکسه فی الخلق افلا یعقلون (یس۔ ۶۸)

جس شخص کو ہم لمبی عمر دیتے ہیں اس کی مسافت کو ہم الٹ ہی دیتے ہیں ۔کیا انہیں یہ حالت دیکھ کر عقل نہیں آتی ۔

بچہ کی حسی نشو و نما :

جدید عضویاتی تحقیقات بتاتی ہیں کہ پیدائش کے وقت پردہ چشم کی حساسیت کمزور ہوتی ہے ، اور آہستہ آہستہ بڑھتی ہوئی ایک سال کی عمر پوری ہونے تک تقریبا اپنی پختگی کو پہنچ جاتی ہے ، ولادت کے فوری بعد بچہ تیز روشنی کو برداشت نہیں کرسکتا ہے ، دوسرے دن سے وہ مختلف روشنیوں کا سامنا کرنے کا عمل بتدریج سیکھنا شروع کردیتا ہے اور تیز روشنی سے بچنے کے لئے آنکھیں بند کرتا یا سر کو پیچھے کی جانب موڑ لیتا ہے ، چونکہ نومولود کی آنکھ کا پردہ کمزور ہوتا ہے اس لئے چھ

toobaa-elibrary.blogspot.com

ماہ کی عمر تک اشیاء کی تصویر اس کے سامنے پوری طرح واضح نہیں ہوتی ، چھ ماہ کے بعد اس کی آنکھوں کے پردے کی نشو و نما مکمل ہو جاتی ہے (۱) ابتداء میں بچہ کی آنکھیں ساکن اور متحرک اشیاء کو دیکھ کر غیر ہم آہنگ حرکت کرتی ہیں ، داہنی آنکھ ایک چیز دیکھ رہی ہوتی ہے ، اور بایاں آنکھ کوئی دوسری چیز دیکھ رہی ہوتی ہے ، جس سے بسااوقات دیکھنے والوں کو یہ اندیشہ ہونے لگتا ہے کہ بچہ کی آنکھوں میں کمی ہے ، پھر بتدریج ہم آہنگ حرکت کی قدرت آنکھوں میں پیدا ہونے لگتی ہے ، اور کسی چیز پر نظر ڈالتے وقت دونوں آنکھیں ایک سمت میں ایک ساتھ حرکت کرتی ہیں (۲)۔

لیکن چیزوں کو پوری وضاحت کے ساتھ دیکھنے کی قدرت پہلے سال کے نصف آخر میں پیدا ہوتی ہے ، اسی لئے تیز اور اونچی آواز پر وہ چونکتا ہے ، لیکن آہستہ و کمزور آواز کی جانب متوجہ نہیں ہوتا ہے ، ادراک سماعت نشو و نما کے مختلف مراحل سے گزرتا ہے اور مختلف آوازوں میں فرق کرنے کی قدرت بتدریج پیدا ہوتی ہے ، جو آہستہ آہستہ نشو و نما پاتی ہے ، ولادت کے بعد تین سال کی عمر سے یہ تبدیلی و ترقی شروع ہو کر تیرہ سال کے کچھ دنوں بعد اپنی پختگی کو پہنچ جاتی ہے (۳)

جدید عضویاتی تحقیقات سے حاصل ہونے والی ان معلومات ، کہ

---

(۱) فواد بہی ، حوالہ سابق ، صفحہ ۱۲۲ (۲) حوالہ سابق ، صفحہ ۱۲۱۔۱۲۳

(۳) حوالہ سابق ، صفحہ ۱۲۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

بچہ اپنی عمر کے ابتدائی مراحل میں چیزوں کو پوری طرح دیکھنے کی قدرت نہیں رکھتا ہے۔ لیکن تیز آواز کو سن سکتا ہے۔ کی روشنی میں اس حکمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ درج ذیل آیت کریمہ کے اندر "بصارت" سے پہلے "سماعت" کا لفظ کیونکر لایا گیا:

و اللہ اخرجکم من بطون امہاتکم لا تعلمون شیئا و جعل لکم السمع و الابصار و الافئدۃ لعلکم تشکرون (نحل-۷۸)

اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا اسی حالت میں کہ تم کچھ نہ جانتے تھے، اس نے تمہیں کان دیئے، آنکھیں دیں، اور سوچنے والے دل دیئے، اس لئے کہ تم شکر گزار بنو۔

نیز جدید عضویاتی تحقیقات کے اس نتیجہ، کہ چیزوں کو دیکھتے وقت بچہ کی آنکھیں غیر ہم آہنگ حرکت کرتی ہیں، سے ہم یہ بھی اندازہ لگاسکتے ہیں کہ قرآن حاسہ سماعت کا ذکر مفرد لفظ سے اور حاسہ بصارت کا تذکرہ صیغہ جمع کے ساتھ کیوں کرتا ہے۔ ان کے علاوہ سماعت کا ذکر مفرد لفظ اور بصارت کا جمع کے لفظ سے کرنا دیگر متعدد حقائق کی جانب بھی اشارہ کرتا ہے، جنہیں ہم گذشتہ فصل "قرآن اور ادراک حسی" کے اندر "قرآن میں حواس کا تذکرہ" پر گفتگو کرتے ہوئے بتا چکے ہیں۔

یہ بھی قابل غور ہے کہ مذکورہ بالا آیت میں سماعت و بصارت کے بعد دل کا تذکرہ ہے۔ غالبا اس لئے کہ بچہ کے اندر عقلی ادراک اور تمیز کی صلاحیت، سماعت و بصارت کے حاسے اور دیگر حواس کی نشو و نما شروع ہوجانے کے بعد والے مرحلہ میں ظاہر ہونی شروع ہوتی ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

دسویں فصل

نفسیاتی علاج اور قرآن

قرآن کا نزول بنیادی طور پر لوگوں کی ہدایت، عقیدہ توحید کی دعوت، زندگی اور فکر و نظر کے نئے اسالیب اور نئے اقدار کی تعلیم، انسان اور معاشرہ کے لئے فلاح و بہبود کی ضامن کردار و عمل کی رہنمائی، اور نفس انسانی کی ان خطوط پر تربیت و نشو و نما کے لئے ہوا ہے جو کمال انسانی کے بام عروج پر پہنچا کر دنیا اور آخرت کی سعادت سے انسان کو ہمکنار کردیں:

ان هذا القرآن یهدی للتی هی اقوم و یبشر المومنین الذین یعملون الصالحات ان لهم اجرا کبیرا (اسراء۔۹)

حقیقت یہ ہے کہ یہ قرآن کریم وہ راہ دکھاتا ہے جو بالکل سیدھی ہے۔ جو لوگ اسے مان کر بھلے کام کرنے لگیں انہیں یہ بشارت دیتا ہے کہ ان کے لئے بڑا اجر ہے۔

یا ایها الناس قد جاء تکم موعظة من ربکم و شفا لما فی الصدور وهدی و رحمة للمومنین (یونس۔۵۷)

لوگو، تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آگئی ہے یہ وہ چیز ہے جو دلوں کے امراض کی شفا ہے اور جو اسے قبول کرلیں ان کے لئے رہنمائی

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور رحمت ہے ۔

و ننزل من القرآن ما هو شفاء و رحمة للمومنين ولا يزيد الظالمين الا خسارا (اسراء ـ ۸۲)

ہم اس قرآن کے سلسلۂ تنزیل میں وہ کچھ نازل کر رہے ہیں جو ماننے والوں کے لئے شفا اور رحمت ہے ، مگر ظالموں کے لئے خسارے کے سوا اور کسی چیز میں اضافہ نہیں کرتا ۔

قل هو للذين آمنوا هدى و شفاء (فصلت ـ ۸۲)

ان سے کہو یہ قرآن ایمان لانے والوں کے لئے تو ہدایت اور شفا ہے ۔

هذا بصائر للناس و هدى و رحمة لقوم يوقنون (جاثیہ ـ ۲۰)

یہ بصیرت کی روشنیاں ہیں سب لوگوں کے لئے اور ہدایت اور رحمت ان لوگوں کے لئے جو یقین لائیں ۔

قرآن کریم نے اہل عرب کے نفوس پر زبردست اثر ڈالا ، ان کی شخصیتوں میں انقلابی تبدیلیاں پیدا کر دیں ، اخلاق و کردار بدل گئے ، زندگی کا رخ پھیر دیا ، اور ان سے ایسی جماعت تیار کر دی جو بلند و شریفانہ انسانی اخلاق و اقدار کے علمبردار تھے ، ایک ٹھوس ، متحد اور تعاون پسند معاشرہ برپا کر دیا ، جنہوں نے اپنے وقت کی دو عظیم سلطنتیں روم و فارس کو سرنگوں کر دیا ، اور دنیا کے بیشتر حصوں میں پھیل گئے ، جہاں گئے دعوت اسلامی کا پرچم اٹھائے رہے ، دنیا کی مختلف اقوام سے تعلق رکھنے والے ان مومنوں اور اہل عرب کے نفوس میں قرآن کریم نے جو

toobaa-elibrary.blogspot.com

انقلاب پیدا کر دیا اس کی مثال تاریخ کی کسی دعوت عقیدہ و مذہب کے اندر نہیں ملتی۔

بلاشبہ قرآن کے اندر زبردست روحانی قوت ہے، نفس انسانی پر اس کی اثر انگیزی بہت طاقتور ہے، وہ پورے وجود کو جھنجھوڑ دیتا ہے، احساس و شعور میں زلزلہ پیدا کر دیتا ہے، روح کو شفاف بنا دیتا ہے، فکر و ادراک کو بیدار کر دیتا ہے، بصیرت میں جلا پیدا کر دیتا ہے، قرآن کی اثر انگیزی کے بعد ایک نیا انسان سامنے آتا ہے، گویا اس کی نئی تخلیق ہوئی ہو،

روز اول سے تاریخ اسلام اور دعوت اسلامی کے مختلف مراحل کا مطالعہ کرنے والا بخوبی دیکھ سکتا ہے کہ مدرسہ نبوی علیہ الصلاۃ و السلام میں اسلام کی تعلیم حاصل کرنے والوں کے اندر کیسی زبردست تبدیلی پیدا ہوجاتی تھی، اور قرآن اور دعوت اسلامی ان کے نفوس میں کیسی انقلابی اثر انگیزی رونما کر دیتی تھی۔

جدید معاشروں کے اندر اچھے شہری تیار کرنے کے لئے تعلیم و تربیت اور رہنمائی کے میدانوں مین باوجودیکہ زبردست کوششیں صرف کی جارہی ہیں، لیکن اچھے شہریوں کی تیاری میں ان کوششوں سے مطلوبہ نتائج سامنے نہیں آرہے ہیں، تمام معاشروں کے اندر بڑھتے ہوئے جرائم اور پھیلتی ہوئی انارکی و بے راہ روی اچھے شہریوں کی تیاری میں جدید اسالیب تربیت کی ناکامی کی واضح دلیل ہیں۔

نفسیاتی امراض اور شخصی خلل و اضطراب کے شکار لوگوں کے نفسیاتی علاج کے میدان میں بھی ادھر کافی کوششیں کی جارہی ہیں، اور نفسیاتی علاج کے

toobaa-elibrary.blogspot.com

مختلف طریقے سامنے لائے جارہے ہیں ۔ لیکن نفسیاتی امراض کے خاتمہ اور ان سے تحفظ میں یہ سارے علاج مطلوبہ کامیابی حاصل کرنے میں ناکام رہے ہیں ۔ بعض تحقیقات و مطالعات سے واضح ہوا ہے کہ تحلیل نفسی کے ذریعہ نفسیاتی مریضوں کے علاج میں کامیابی کی شرح ۶۰ / ۶۴ / ہے ۔ اگر اس حقیقت کو پیش نظر رکھا جائے کہ بغیر علاج کے نفسیاتی امراض سے نجات پالینے والوں کی شرح ۴۴ / سے ۶۶ / کے درمیان ہے ۔ تو مذکورہ کامیابی کی شرح اطمینان بخش نہیں رہتی ہے ۔ ساتھ یہ بھی پیش نظر رکھا جائے کہ بعض مریضوں کی حالت نفسیاتی علاج کے بعد مزید خراب ہوجاتی ہے ۔ بعض دوسری تحقیقات سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ نفسیاتی مریض کی درج شدہ مجموعی تعداد میں سے کسی بھی قسم کا نفسیاتی علاج نہ اختیار کرنے والے مریضوں نے جس بہتری و اچھائی کا اظہار کیا وہ نفسیاتی علاج حاصل کرنے والوں کی بہتری و اچھائی کے برابر تھی ۔ بلکہ تحقیقات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نفسیاتی علاج حاصل کرنے والے بعض مریضوں کی حالت مزید خراب ہوگئی (۱) ۔ ان تمام تحقیقات و مطالعات سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ نفسیاتی علاج سے شفایابی کی شرح اب تک اطمینان بخش معیار تک نہیں پہنچ سکی ہے ۔

ان کے علاوہ نفسیاتی امراض پیدا ہوجانے کے بعد ان کا علاج کرنا ہی محض اہم نہیں ہے بلکہ ان امراض سے تحفظ اور ان کے پیدا ہونے سے حفاظت ۔ یا کم از کم حتی الامکان ان میں تخفیف کی کوشش زیادہ اہم و افضل ہے ۔ ادھر کچھ

---

(۱) ریتشارد شوین ۔ حوالہ سابق صفحہ ۸۶۴

toobaa-elibrary.blogspot.com

اسکالروں نے انارکی و بے راہ روی سے تحفظ کے پہلو سے دلچسپی لی ہے اور مختلف معاشرتی ماحول میں انسانی تعلقات کے اندر پیدا ہونے والے بحرانوں کا حل نکال کر غلط روش کو روکنے کی کوششیں انجام دی گئی ہیں۔ لیکن یہ کوششیں انتہائی محدود اور بہت ہی تنگ دائروں میں انجام دی گئی ہیں۔ جیسے امریکی معاشرہ کے بعض بڑے شہروں کے بعض محلوں میں ابھرنے والے خانگی بحرانوں میں پولیس کی دخل اندازی۔(۱) غلط روش اور انارکی سے تحفظ کا موضوع اب تک ماہرین نفسیات و سماجیات کے لئے بہت بڑے چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور اس میدان میں ان کی کاوشیں بہت ہی معمولی ہیں۔

پھر نفسیاتی علاج کے موجودہ مختلف اسکولوں کے درمیان، کردار کا محرک بننے والے بنیادی محرکات کی نوعیت اور قلق پیدا کردینے اور عقلی و نفسیاتی امراض کا سبب بننے والی تہدیدات کی نوعیت کے سلسلہ میں پائے جانے والے بے شمار اختلاف کی وجہ سے شخصیت کی درستگی و اعتدال، بے اعتدالی کے اسباب اور نفسیاتی علاج کے اسالیب کے تئیں کسی مکمل نقطۂ نظر پر ان اسکولوں کا اتفاق بڑا دشوار ہوجاتا ہے۔ ہر اسکول انسان کو اپنے مخصوص و محدود زاویہ سے دیکھتا ہے۔ وسیع وہمہ گیر اور بھر پور نظر کوئی بھی نہیں ڈالتا ہے۔ جس کی وجہ سے انسان کا درست و دقیق فہم حاصل نہیں ہوتا ہے؛ البتہ ادھر ماہرین نفسیات اور

---

(۱) شیلاون کا شدان، علم نفس الشواذ، ترجمہ احمد عبد العزیز سلامہ، نظر ثانی محمد عثمان نجاتی، دار الشروق بیروت ۱۹۸۲ء، صفحہ ۲۲۱۔ ۲۲۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

نفسیاتی معالجین کے درمیان ایک نیا رجحان ظاہر ہو رہا ہے جس میں شخصیت کے اندر سماجی و ثقافتی عوامل کی اثر انگیزی کی جانب زیادہ توجہ دی جارہی ہے ۔ اور جس کی وجہ سے شخصیت کے اعتدال و بے اعتدالی کے اندر انسانی تعلقات کی اہمیت ان کی نظر میں واضح ہونے لگی ہے Sheldon Cashdan اس سلسلہ میں کہتا ہے : " مستقبل کا نمونہ لوگوں کے باہمی ربط اور ایک دوسرے پر اعتماد کو زیادہ تسلیم کرے گا ۔ بلکہ مستقبل کا نمونہ ایک جدید مفہوم کو بھی شامل ہے جو محبت کا مفہوم ہے "(۱)

بظاہر ایسا لگتا ہے یہ رجحان ، ماہرین نفسیات اور نفسیاتی معالجین کو آخر کار انسانی طبیعت اسباب انحراف اور اسالیب علاج سے متعلق دینی نقطۂ نظر اپنانے یا کم از کم اس سے قریب تر نقطۂ نظر اپنانے تک پہنچا دے گا ۔

بلکہ بعض جدید ماہرین نفسیات کے یہاں ادھر کچھ ایسے رجحانات بھی ابھر رہے ہیں جو نفسیاتی صحت اور نفسیاتی امراض کے علاج میں دین و مذہب کی اہمیت کا اعلان کر رہے ہیں ، اور ان کا خیال ہے کہ اللہ پر ایمان کے اندر ایسی غیر معمولی طاقت ہے جو دیندار شخص کو روحانی طاقت عطا کرتی ہے ، جو مشکلات زندگی کو برداشت کرنے میں معاون بنتی ہے اور اس اضطراب سے محفوظ رکھتی ہے جو مادیت کے دور دورہ والے اس زمانہ میں بیشتر لوگوں کو پیش آتے ہیں ، جہاں مادی تغذی کے لئے سخت تنافس و تگ دو پیدا ہوگئی ہے اور روحانی غذا

---

(۱) حوالہ سابق ، صفحہ ۲۷۶

toobaa-elibrary.blogspot.com

بالکل مفقود ہے ، جس کے نتیجہ میں موجودہ انسان کے اندر سخت تناؤ اور دباؤ پیدا ہوگیا ہے ، وہ بے چینی و اضطراب کا شکار ہے ، اور مختلف نفسیاتی امراض سے دو چار ہے ، اس آوازہ کو بلند کرنے والے جدید ماہرین نفسیات میں سے امریکی فلسفی و ماہر نفسیات ولیم جیمس William James بھی ہے ، اسی نے اعلان کیا کہ ! " قلق و اضطراب کا بلاشبہ سب سے اچھا علاج ایمان ہے " اس نے یہ بھی کہا کہ : " ایمان وہ عظیم طاقت ہے جو زندگی میں انسان کی معاونت کے لئے بے حد ضروری ہے ، اور اس کا فقدان زندگی سے نبرد آزمائی میں بے بسی کی علامت ہے " اس کا جملہ ہے کہ : " ہمارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان نہ ٹوٹنے والا رشتہ ہے اگر ہم اپنے آپ کو اس ذات کی نگرانی میں دیدیں تو ہماری تمام طاقتیں اور آرزوئیں مکمل ہوجائیں "، وہ کہتا ہے : " سمندر کی پرشور تلاطم خیز موجیں اس کی گہری تہہ کے سکون کو کبھی درہم برہم نہیں کرتیں ، اسی طرح جس انسان کا ایمان اللہ پر مضبوط ہوتا ہے سطحی اور وقتی گردشیں اس کے اطمینان کی فضا کو پراگندہ نہیں کرتیں ، دیندار شخص یقیناً قلق و اضطراب پر مضبوط ہوتا ہے ، اپنے اعتدال کو تھامے رہتا ہے ، اور مصائب زمانہ کا سامنا کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہتا ہے "

(۱) محلل نفسی CarlG.Jung کہتا ہے : گذشتہ تیس سالوں کے دوران دنیا کی مختلف تہذیب یافتہ اقوام سے تعلق رکھنے والے اشخاص نے مجھ سے مشورے

---

(۱) ڈیل کارنیجی : دع القلق و ابدا الحیاۃ ، ترجمہ عبد المنعم الزیادی ، مکتبہ خانجی ، قاہرہ ۱۹۵۲ ، صفحہ ۲۸۲ ۔

۳۰۱-۲۹۸ ، ۲۹۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

لئے ۔ اور میں نے سینکڑوں مریضوں کا علاج کیا ۔ میرے زیر علاج مریضوں جو اپنی عمر کے نصف آخری حصے یعنی پینتیس سالوں سے تجاوز کئے ہوئے تھے ۔ میں سے کسی کو میں نے ایسا نہیں پایا جس کا مسئلہ بنیادی طور پر زندگی کے اندر دینی نقطۂ نظر سے محرومی کا نہ رہا ہو ۔ اور میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ ہر شخص مرض کا شکار اسی وجہ سے تھا کہ وہ اس قوت سے محروم تھا جو ہر دور میں دینی مذاہب اپنے پیرو کاروں کو عطا کرتے ہیں ۔ اور ان میں کسی کو حقیقی معنوں میں مکمل شفایابی اس وقت تک نہیں ہوئی جب تک کہ اس نے زندگی کے اندر اپنے دینی نقطۂ نظر کو اپنا نہ لیا " (۱) محلل نفسی A.A.Brill کہتا ہے : " دیندار شخص بلاشبہ کبھی بھی نفسیاتی مرض کا شکار نہیں ہوتا " (۲) امریکی ماہر نفسیات ہنری لینک Henry Link اپنی کتاب " ایمان کی جانب واپسی " میں ذکر کرتا ہے کہ ملازمت کے انتخاب و رہنمائی کے عمل میں مزدوروں پر نفسیاتی تحقیقات کے اپنے طویل تجربہ کا نتیجہ اس کے سامنے یہ آیا کہ دیندار اور عبادت گاہوں میں حاضر ہونے والے اشخاص ان لوگوں کے مقابلوں میں زیادہ طاقتور و اچھی شخصیت رکھتے تھے جو کوئی عبادت نہیں انجام دیتے اور نہ دین سے وابستہ ہوتے ہیں ۔ (۳)

ماہرین نفسیات اور نفسیاتی محللین کے علاوہ عصر حاضر کے بے شمار مغربی

---

(۱) Carl.G.jung: Modern Man in search of A soul, London: Routledge & kegan Pul. Ltd. 1966 p. 264

(۲) دیل کارنجی ۔ حوالہ سابق ۔ صفحہ ۲۸۶

(۳) یوسف قرضاوی ۔ الایمان و الحیاۃ ۔ مکتبہ وھبہ قاہرہ ۔ ایڈیشن ششم ۱۹۷۸ء ۔ صفحہ ۳۴۷

toobaa-elibrary.blogspot.com

مفکرین اس بات کا اعتراف و اعلان کر چکے ہیں کہ موجودہ انسان کا بحران دراصل بنیادی طور پر دین اور روحانی اقدار سے محرومی کا نتیجہ ہے ۔ مؤرخ A.Toynbee نے بتایا کہ موجودہ دور میں اہل یورپ جس بحران سے دوچار ہیں وہ بنیادی طور پر روحانی افلاس کا نتیجہ ہے اور اس تنگنائی سے نکلنے کی واحد راہ دین کی طرف واپسی ہے (۱)

ایمان نفس انسانی پر زبردست اثر ڈالتا ہے ، خود اعتمادی ، قوت صبر اور مشکلات زندگی کے تحمل کی قوت کو دوبالا کر دیتا ہے ، نفس کے اندر اطمینان و امن پیدا کرتا ہے ، دل کو راحت و سکون پہنچاتا ہے ، اور خوشی و کامرانی کے احساس سے لبریز کر دیتا ہے ، آخر کس طرح یہ خوبیاں انسان کے اندر ایمان پیدا کر دیتا ہے ؟

ایمان اور احساس امن و سکون :

نفسیاتی علاج کے سارے اسکول اس بات پر متفق ہیں کہ نفسیاتی امراض پیدا ہونے کا بنیادی سبب قلق ہے ، لیکن قلق پیدا ہونے کے اسباب کی تحدید میں ان میں باہم اختلاف ہے ، اس بات پر بھی سب متفق ہیں کہ نفسیاتی علاج کا بنیادی مقصد قلق سے گلو خلاصی ہے ، لیکن اس مقصد کی تکمیل کے لئے مختلف طریقہائے علاج اختیار کئے جاتے ہیں ، اور جیسا کہ ہم پیچھے اشارہ کر چکے ہیں ، یہ

(۱) انور جندی ، مفاہیم العلوم الاجتماعیۃ والنفس والاخلاق فی ضوء الاسلام ، دارالاعتصام قاہرہ ۱۹۷۷ ص ۱۹۵

toobaa-elibrary.blogspot.com

تمام طریقے نفسیاتی امراض سے مکمل شفایابی دلانے میں ہمیشہ کامیاب نہیں رہے ہیں۔

مذاہب کی تاریخ، اور بالخصوص دین اسلام کی تاریخ کا مطالعہ پورے دلائل کے ساتھ بتاتا ہے کہ اللہ پر ایمان امراض نفس سے شفایابی، امن و سکون کا احساس پیدا کرنے اور شعور قلق سے تحفظ عطا کرنے میں پوری طرح کامیاب رہا ہے، یہ بات بھی قابل غور ہے کہ نفسیاتی علاج عموماً اس وقت اختیار کیا جاتا ہے جب نفسیاتی مرض پیدا ہوچکا ہوتا ہے، لیکن ایمان باللہ بچپن کے جس لمحہ سے انسان کے نفس میں آتا ہے، نفسیاتی امراض سے تحفظ اور دفاع کی قوت عطا کردیتا ہے، ذیل کی آیت میں قرآن بتاتا ہے کہ ایمان باللہ نفس انسانی کے اندر امن و سکون کی کیفیت پیدا کردیتا ہے:

الذین آمنوا و لم یلبسوا ایمانھم بظلم اولئک لھم الامن وھم مھتدون (انعام ۸۲)

حقیقت میں تو "امن انہی کی لئے ہے اور راہ راست پر وہی ہیں جو ایمان لائے اور جنہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ آلودہ نہیں کیا،

الذین آمنوا وتطمئن قلوبھم بذکر اللہ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب (رعد ۲۸)

ایسے ہی یہ لوگ ہیں وہ جنہوں نے (اس نبی کی دعوت کو) مان لیا ہو اور ان کے دلوں کو اللہ کی یاد سے اطمینان نصیب ہوتا ہو۔ خبردار رہو! اللہ کی یاد ہی

toobaa-elibrary.blogspot.com

وہ چیز ہے جس سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوا کرتا ہے۔

ما اصاب من مصیبة الا باذن اللّٰه ومن یؤمن باللّٰه یهد قلبه واللّٰه بکل شی علیم (تغابن ۱۱)

کوئی مصیبت کبھی نہیں آتی ہے مگر اللہ کے اذن ہی سے آتی ہے۔ جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہو اللہ اس کے دل کو ھدایت بخشتا ہے۔

مومن کے دل میں سکینت، طمانیت اور امن پیدا ہوجاتا ہے، کیونکہ اللہ پر سچا ایمان اس کے اندر اللہ کی مدد، حمایت اور پناہ کی امید پیدا کردیتا ہے، مومن ہر عبادت میں اور ہر قول و عمل میں رضائے الٰہی تلاش کرتے ہوئے اللہ کی جانب ہمیشہ متوجہ رہتا ہے، اس لئے اسے یہ احساس رہتا ہے کہ اللہ تعالی ہمیشہ اس کے ساتھ ہے اور ہمیشہ اس کی مدد کر رہا ہے، اور یہ احساس کہ اللہ ہمیشہ اس کی مدد کر رہا ہے، اس کے دل میں طمانیت و امن کا شعور پیدا کرنے کے لئے کافی ہے۔

اللہ پر سچا ایمان رکھنے والا مومن دنیا کی کسی چیز سے خوف نہیں کھاتا ہے، اسے یقین ہوتا ہے کہ کوئی بھی تکلیف، یا نقصان اللہ کی مشیت ہی سے پہنچ سکتا ہے، اللہ کی مشیت کے بغیر دنیا کا کوئی انسان یا کوئی طاقت اسے کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتی ہے اور نہ اس کے نفع کو روک سکتی ہے۔ اس لئے ایسے سچے مومن کے اندر خوف یا قلق اپنی جگہ ہی نہیں بنا سکتا ہے:

بلی من اسلم وجهه للّٰه وهو محسن فله اجره عند ربه ولا خوف علیهم و لا

toobaa-elibrary.blogspot.com

هم یحزنون (بقرہ ۔ ۱۱۲)

حق یہ ہے کہ جو بھی اپنی ہستی کو اللہ کی اطاعت میں سونپ دے اور عملا نیک روش پر چلے اس کے لئے اس کے رب کے پاس اس کا اجر ہے اور ایسے لوگوں کے لئے کسی خوف یا رنج کا کوئی موقع نہیں ۔

ان الذین قالوا ربنا اللّٰہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ ان لا تخافوا و لا تحزنوا و ابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون ۔ نحن اولیائکم فی الحیاۃ الدنیا و فی الآخرۃ و لکم فیھا ما تشتھی انفسکم و لکم فیھا ما تدعون (فصلت ۳۰ ۔ ۳۱)

جن لوگوں نے کہا ہے کہ اللہ ہمارا رب ہے اور پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے یقینا ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ نہ ڈرو نہ غم کرو اور خوش ہوجاؤ اس جنت کی بشارت سے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے ۔ ہم اس دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے ساتھ ہیں اور آخرت میں بھی ۔ وہاں جو کچھ تم چاہو گے تمہیں ملے گا اور ہر چیز جس کی تم تمنا کرو گے وہ تمہاری ہوگی ۔

ان الذین قالوا ربنا اللّٰہ ثم استقاموا فلا خوف علیھم و لا ھم یحزنون (احقاف ۔ ۱۳)

یقینا جن لوگوں نے کہد یا اللہ ہی ہمارا رب ہے ۔ پھر اس پر جم گئے ان کے لئے نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے ۔

سچے مومن کو اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ اس کا رزق اللہ کے ہاتھ میں ہے ۔ اللہ تعالی ہی نے لوگوں کے مابین رزق کی تقسیم اور تعیین فرمادی ہے ۔ اس

toobaa-elibrary.blogspot.com

لئے اسے فقر کا اندیشہ نہیں رہتا، اگر اللہ نے اس کے لئے تھوڑا رزق ہی مقدر و مقرر فرما رکھا ہے تو اللہ کے اس فیصلہ پر وہ راضی رہتا ہے ۔ اپنے تھوڑے ہی پر وہ قانع و مطمئن رہتا ہے ۔ اور دیگر بے شمار نعمتوں ، نعمت زندگی ، نعمت ایمان ، نعمت صحت ، نعمت سکون قلب پر اس کی زبان شکر و حمد باری تعالی میں مصروف رہتی ہے ۔ سچا مومن رزق کے تئیں کوئی خوف و اندیشہ نہیں رکھتا ہے ۔ کیونکہ اسے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ زبردست قوت والا رزاق ہے :

ان اللّٰہ ھو الزاق ذو القوۃ المتین (ذاریات ۔ ۵۸)

اللہ تو خود ہی رزاق ہے ۔ بڑی قوت والا اور زبردست ہے ۔

و فی السماء رزقکم و ما توعدون (ذاریات ۸۵)

آسمان ہی میں ہے تمہارا رزق بھی اور وہ چیز بھی جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے ۔

وما من دابـۃ فی الارض الا علی اللّٰہ رزقھا (ھود ۲)

زمین پر چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں ہے جس کا رزق اللہ کے ذمے نہ ہو۔

وکاین من دابـۃ لا تحمل رزقھا اللّٰہ یرزقھا و ایاکم و ھو السمیع العلیم (عنکبوت ۔ ۶۰)

کتنے ہی جانور ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے اللہ ان کو رزق دیتا ہے

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور تمہارا رزق بھی وہی ہے، وہ سب کچھ سنتا ہے اور جانتا ہے۔

اللہ یبسط الرزق لمن یشاء و یقدر (رعد۔۲۶)

اللہ جس کو چاہتا ہے رزق کی فراخی بخشتا ہے اور جسے چاہتا ہے نپا تلا رزق دیتا ہے۔

سچے مومن کو موت کا خوف نہیں ہوتا، وہ موت کو حقیقت واقعہ کے طور پر دیکھتا ہے، وہ جانتا ہے کہ موت ایک حقیقت ہے، جس سے کوئی مفر نہیں ہے، ہر انسان کا ایک وقت مقرر ہے، وہ لمحہ آجائے تو پھر کوئی بھی اسے ٹال نہیں سکتا ہے:

کل نفس ذائقة الموت (آل عمران۔۱۸۵)

آخر کار ہر شخص کو مرنا ہے۔

اینما تکونوا یدرککم الموت و لو کنتم فی بروج مشیدة (نساء ۷۸)

رہی موت، تو جہاں بھی تم وہ بہر حال تمہیں آکر رہے گی خواہ تم کیسی ہی مضبوط عمارتوں میں ہو۔

انک میت و انهم میتون (زمر۔۳۰)

تمہیں بھی مرنا ہے اور ان لوگوں کو بھی مرنا ہے۔

و لکل امة اجل فاذا جاء اجلهم لا یستاخرون ساعه و لا یستقدمون (اعراف ۳۴)

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہر قوم کے لئے مہلت کی ایک مدت مقرر ہے ، پھر جب کسی قوم کی مدت آن پوری ہوتی ہے تو ایک گھڑی بھر کی تاخیر و تقدیم بھی نہیں ہوتی ۔

و لن یؤخر اللّٰہ نفسا اذا جاء اجلها (منافقون ۔ ۱۱)

حالانکہ جب کسی کی مہلت عمل پوری ہونے کا وقت آجاتا ہے تو اللہ کسی شخص کو ہرگز مزید مہلت نہیں دیتا ۔

و مایعمر من معمر و لا ینقص من عمره الا فی کتاب (فاطر ۔ ۱۱)

کوئی عمر پانے والا عمر نہیں پاتا اور نہ کسی کی عمر میں کچھ کمی ہوتی ہے مگر یہ سب کچھ ایک کتاب میں لکھا ہوتا ہے ۔

قل لن ینفعکم الفرار ان فررتم من الموت او القتل و اذا لا تمتعون الا قلیلا ۔ (احزاب ۔ ۱۶)

اے نبی ، ان سے کہو ، اگر تم موت یا قتل سے بھاگو تو یہ بھاگنا تمہارے لئے کچھ بھی نفع بخش نہ ہوگا اس کے بعد زندگی کے مزے لوٹنے کا تھوڑا ہی موقع تمیں مل سکے گا ۔

قل ان الموت الذی تفرون منه فانه ملاقیکم ثم تردون الی عالم الغیب و الشهادة فینبئکم بما کنتم تعملون (جمعه ۔ ۸)

ان سے کہو " جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ تو تمہیں آکر رہے گی پھر تم اس کے سامنے پیش کئے جاؤ گے جو پوشیدہ و ظاہر کا جاننے والا ہے ، اور وہ تمہیں بتادے گا کہ تم کیا کچھ کرتے رہے ہو ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

سچا مومن جانتا ہے کہ دنیا ایک گزرگاہ ہے ، جہاں سے جلد ہی گزر کر آخرت کی زندگی میں داخل ہوجانا ہے ، اس لئے وہ دنیا کے اندر اسی تناظر میں عمل کرتا ہے ، اور ایمان ، عبادت اور عمل صالح کے ذریعہ آخرت کے لئے اپنی تیاری کرتا رہتا ہے ، سچے مومن کو موت کا اس طرح خوف نہیں ہوتا جیسا دوسرے بیشتر لوگوں کو رہتا ہے ۔ اسے معلوم ہے کہ موت ہی اسے جوار الہی میں پہنچائے گی جہاں رب العزت کی خوشنودی ، انبیاء و صدیقین کی ملاقات اور اللہ کی بنائی ہوئی جنت کی نعمتوں سے وہ شاد کام ہوگا ۔

سچا مومن مصائب زندگی اور مشکلات ایام سے نہیں ڈرتا ہے ، اسے یہ اندیشہ نہیں ہوتا کہ امراض کے شکنجے اسے دبوچ لیں گے ، یا حادثات اس کو شکار بنالیں گے ، یا آفات کے پہاڑ اس پر ٹوٹ پڑیں گے کیونکہ قضاو قدر پر اس کا ایمان ہوتا ہے ، اور یقینی طور پر اسے معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ بھی نفع و نقصان اسے پہنچ سکتا ہے وہ اللہ کی جانب سے آزمائش ہوتی ہے کہ کون اس کی نعمتوں پر شکر گزار اور نقصان و ضرر پر صبر شعار ہوتا ہے ، اسی لئے کسی مصیبت و نقصان کے وقت وہ واویلا نہیں مچاتا ہے ، بلکہ تحمل اور صبر کرتا ہوا اللہ کی حمد و ثناء کرتا ہے اور نقصان و مصیبت کے ازالہ کے لئے اس سے دعا کرتا ہے ۔

و نبلوکم بالشر و الخیر فتنۃ و الینا ترجعون (انبیاء ۔ ۳۵)

اور ہم اچھے اور برے حالات میں ڈال کر تم سب کی آزمائش کر رہے ہیں اور آخر کار تمھیں ہماری ہی طرف پلٹنا ہے ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

سچا مومن اپنے غموں سے ٹوٹتا نہیں رہتا ہے ، ماضی کی یادوں میں تصویر غم بنا نہیں رہتا ، کھوئی ہوئی چیزوں پر حسرت و افسوس میں ڈوبا نہیں رہتا ، اسی لئے اسے ایسا غم نہیں ہوتا جو ماضی کے غم و الم کو سوچنے والے بہت سارے لوگوں کے دوش کو گرانبار بنائے رکھتا ہے ۔ (۱) اسی طرح کسی نفع و فائدہ پر وہ خوشی و سے اتراتا نہیں ہے ، نہ تکبر و سرکشی اپناتا ہے ، بلکہ ہر نعمت پر شکر الہی بجالاتا ہے :

ما اصاب من مصیبة فی الارض و لا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبراها ان ذلک علی اللّٰہ یسیر ، لکی لا تاسوا علی ما فاتکم و لا تفرحوا بما آتاکم و اللّٰہ لا یحب کل مختال فخور (حدید ۔ ۲۲ ۔ ۲۳)

کوئی مصیبت ایسی نہیں ہے جو زمین میں یا تمہارے اپنے نفس پر نازل ہوتی ہو اور ہم نے اس کو پیدا کرنے سے پہلے ایک کتاب میں لکھ نہ رکھا ہو ، ایسا کرنا اللہ کے لئے بہت آسان کام ہے ۔ (یہ سب کچھ اس لئے ہے) تاکہ جو کچھ بھی نقصان تمہیں ہو اس پر تم دل شکستہ نہ ہو اور جو کچھ اللہ تمہیں عطا فرمائے اسے بھول نہ جاؤ ۔

یا ایها الذین آمنوا لا تکونوا کالذین کفروا و قالوا لاخوانهم اذا ضربوا فی الارض او کانوا غزی لو کانوا عندنا ما ماتوا و ما قتلوا لیجعل اللّٰہ ذلک حسرة فی قلوبهم و اللّٰہ یحیی و یمیت و اللّٰہ بما تعملون بصیر (آل عمران ۔ ۱۵۶)

---

(۱) یوسف قرضاوی ، حوالہ سابق ص ۱۱۹۔۱۲۱

toobaa-elibrary.blogspot.com

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، کافروں کی سی باتیں نہ کرو جن کے عزیز و اقارب اگر کبھی سفر پر جاتے ہیں یا جنگ میں شریک ہوتے ہیں (اور وہاں کسی حادثہ سے دوچار ہوجاتے ہیں) تو وہ کہتے ہیں کہ اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مارے جاتے اور نہ قتل ہوتے، اور اللہ اس قسم کی باتوں کو ان کے دلوں میں حسرت واندوہ کا سبب بنا دیتا ہے، ورنہ دارصل مارنے اور جلانے والا تو اللہ ہی ہے اور تمہاری تمام حرکات پر وہی نگراں ہے۔

سچے مومن کو وہ قلق نہیں ہوتا جو گناہ کے لاشعوری احساس سے پیدا ہوتا ہے، اور جس سے بہت سارے نفسیاتی مریض دوچار رہتے ہیں، اس کے متعدد اسباب ہوتے ہیں:

اول: مومن جو عہد طفولیت سے اسلامی تربیت کے آغوش میں پرورش پاتا ہے، آسانی سے ورغلاہٹوں اور گمراہیوں میں آکر ان معاصی و گناہ کا مرتکب نہیں ہوتا جو ضمیر کو قلق زدہ اور حقارت نفس و پستی کا احساس پیدا کرتے ہیں، اور احساس گناہ اور ملامت ضمیر کا شکار اسے بنا دیتے ہیں۔

دوم: مومن سے جب غلطی ہوجاتی ہے اور غلطی سے کوئی نہیں بچتا، ہر انسان سے غلطی کا خطرہ رہتا ہے، تو وہ فورا اپنی غلطی کو یاد کرتا اور اس کا اعتراف کرتا ہے اور اپنی غلطی پر اللہ تعالی سے استغفار و توبہ کرتا ہے، اسے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی توبہ قبول کرتا ہے اور گناہوں کو معاف کرتا ہے:

من يعمل سوء او يظلم نفسه ثم يستغفر الله يجد الله غفورا رحيما (نساء ـ ۱۱۰)

toobaa-elibrary.blogspot.com

اگر کوئی شخص برا فعل کر گزرے یا اپنے نفس پر ظلم کر جائے اور اس کے بعد اللہ سے درگزر کی درخواست کرے تو اللہ کو درگزر کرنے والا اور رحیم پائے گا۔

و انی لغفار لمن تاب و آمن و عمل صالحا ثم اهتدی۔ (طه ۸۲)

البتہ جو توبہ کرلے اور ایمان لے آئے اور نیک عمل کرے، پھر سیدھا چلتا رہے، اس کے لئے میں بہت درگزر کرنے والا ہوں۔

قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسهم لا تقنطوا من رحمة الله ان الله یغفر الذنوب جمیعا انه هو الغفور الرحیم (زمر - ۵۳)

اے نبی! کہہ دو کہ اے میرے بندوں، جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوجاؤ، یقینا اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے، وہ تو غفور و رحیم ہے۔

گناہ کا اعتراف، اللہ تعالی سے استغفار اور توبہ کرنے کی وجہ سے مومن خیال گناہ کو اپنے ذہن سے دور کرنے کی کوشش سے محفوظ رہتا ہے، جو نفسیاتی تکلیف و الم پیدا کرتی ہے، ذہن سے گناہ کا خیال ہٹانے کی کوشش بالآخر خیال گناہ کو لاشعور میں کچلنے تک پہنچاتی ہے، لیکن خیال گناہ کو کچل دینے کے بعد بھی وہ انفعالی و تاثراتی طاقت یعنی احساس پستی ختم نہیں ہوتی جو خیال گناہ کے ساتھ ہوا کرتا ہے، اور یہ انفعالی طاقت پوشیدہ و مبہم قلق کی صورت میں ظاہر ہوکر انسان کو پریشان اور شدید نفسیاتی تناؤ کا شکار بنائے رکھتی ہے، ان حالات میں نفسیاتی معالج کی پوری کوشش یہ ہوتی ہے کہ لاشعور میں بیٹھے قدیم کچلے ہوئے

toobaa-elibrary.blogspot.com

الم ناک تجربات کو معلوم کر کے مریض کو وہ یاد دلائے اور از سرنو اس کے سامنے لائے ۰ اور پھر اس کا انکار کرنے یا اس خیال سے بھاگنے کے بجائے مریض کے ذہن میں اس کے تئیں دوسرا تصور بٹھائے ۰ مومن اپنے گناہوں کی یاد ۰ ان کا اعتراف ۰ اللہ تعالی سے استغفار اور توبہ کر کے احساس گناہ کو اپنے لاشعور میں کچلنے سے محفوظ رہتا ہے ۰ جو قلق اور نفسیاتی امراض کا سبب بنا کرتا ہے ۔

گذشتہ تفصیلات سے واضح ہوجاتا ہے کہ سچا مومن ان چیزوں سے خوف نہیں کھاتا ہے جن سے عموما بیشتر لوگ ڈرتے ہیں ۰ یعنی موت ۰ فقر ۰ اور مرض ۰ اسی طرح اسے نہ لوگوں کا ڈر ہوتا ہے ۰ نہ مصائب زمانہ کا اندیشہ ۰ مصائب انگیز کرنے کی بھرپور صلاحیت اس کے اندر ہوتی ہے کیونکہ انہیں وہ اللہ کی جانب سے آزمائش تصور کرتا ہے ۰ جن پر صبر اس کا شعار ہونا چاہئے ۰ وہ اپنے احساس گناہ کو کچلتا نہیں ہے بلکہ اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہے اور اللہ تعالی سے مغفرت طلب کرتا ہے ۰ اس کے بعد پھر کیا تعجب ہے کہ سچا مومن نفسیاتی امن و سکون ۰ اطمینان قلب اور مسرت و فرحت و راحت سے شاد کام نہ ہو :

من عمل صالحا من ذکر او انثی وھو مومن فلنحیینه حیاۃ طیبة و لنجزینھم اجرھم باحسن ما کانوا یعملون (نحل ۹۷)

جو شخص بھی نیک عمل کرے گا ۰ خواہ وہ مرد ہو یا عورت ۰ بشرطیکہ ہو وہ مومن ۰ اسے ہم دنیا میں پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے اور (آخرت میں) ایسے لوگوں کو ان کے اجر ان کے بہترین اعمال کے مطابق بخشیں گے ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ایمان سے محرومی اعلیٰ معانی اور بلند انسانی اقدار سے زندگی کو عاری بنادیتی ہے ۔
اور انسان زندگی میں اپنے عظیم پیغام کا احساس کھو بیٹھتا ہے جو خلیفہ اللہ فی الارض کی حیثیت سے اس پر عائد ہوتا ہے ۔جس کے بعد زندگی کے اہم ترین مقاصد یعنی اللہ کی عبادت ۔اس کا تقرب اور مجاہدہ نفس کے ذریعہ کمال انسانی کے بام عروج تک رسائی حاصل کر کے دنیا و آخرت کی سعادت سے ہمکناری ۔ کے تئیں واضح تصور ختم ہوجاتا ہے ۔ایمان سے محرومی کے نتیجہ میں قلق و حیرت ۔اور اضطراب و نقصان کی جس کیفیت سے انسان دو چار رہتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ایسی حالت سے تشبیہ دیتا ہے کہ جیسے کوئی انسان آسمان سے گر رہا ہو اور پرندہ اسے اچک لے جائے یا ہوا اسے دور مقام پر پھینک دے :

ومن یشرک باللّٰہ فکانما خر من السماء فتخطفه الطیر او تهوی به الریح فی مکان سحیق (حج)

اور جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرے توگویا وہ آسمان سے گر گیا اب یا تو اسے پرندے اچک لے جائیں گے یا ہوا اسے ایسی جگہ لے جاکر پھنک دے گی جہاں اس کے چیتھڑے اڑ جائیں گے ۔

قرآن قسم کھا کر اس حالت ناکامی و تباہی کاذکر کرتا ہے جس سے کفار دوچار ہوتے ہیں :

toobaa-elibrary.blogspot.com

و العصر ان الانسان لفی خسر الا الذین آمنوا و عملوا الصالحات و تواصوا بالحق ۔ تواصو بالصبر (سورہ عصر)

زمانے کی قسم، انسان درحقیقت خسارے میں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے، اور نیک اعمال کرتے رہے، اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت اور صبر کی تلقین کرتے رہے ۔

اللہ پر ایمان اور قرآن و حدیث کی بتائی ہوئی راہ کی پیروی ہی قلق و رنج سے گلو خلاصی کی تنہا راہ ہے (۱) اور اسی طریقہ میں انسان کی سعادت و امن پوشیدہ ہے، ایمان سے محرومی اور منہاج ایمانی سے زندگی میں دوری رنج و قلق اور شقاوت کا سبب ہے :

قال اهبطا منها جميعا بعضكم لبعض عدو فاما يا تينكم منی هدی فمن تبع هدای فلا یضل و لا یشقی و من اعرض عن ذکری فانه له معیشه ضنکا و نحشره یوم القیامة اعمی (طه ۱۲۳، ۱۲۴)

اور فرمایا، " تم دونوں (فریق، یعنی شیطان اور انسان) یہاں سے اتر جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن رہوگے، اب اگر میری طرف سے تمہیں کوئی ہدایت پہنچے تو جو کوئی میری اس ہدایت کی پیروی کرے گا وہ نہ بھٹکے گا نہ رو بختی میں بستلا ہوگا ۔ اور جو میرے " ذکر " (درس نصیحت) سے منہ موڑے گا اس کے لئے دنیا میں تنگ زندگی ہوگی اور قیامت کے روز ہم اسے اندھا اٹھائیں گے ۔

---

(۱) تفصیل کے لئے دیکھئے : ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم بن غالب، الاخلاق و السیر فی مداواۃ النفوس دارا الآفاق الجدیدۃ، بیروت ۱۹۷۸ء، صفحہ ۱۵ ۔ ۱۶

toobaa-elibrary.blogspot.com

ایمان اور جماعت سے وابستگی کا احساس :

قرآن کریم مومنوں کو اپنے مومن بھائیوں سے محبت کرنے ، ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور ان کی مدد و تعاون کرنے کی ترغیب دیتا ہے :

انما المومنون اخوة فاصلحوا بین اخویکم و اتقوا اللّٰہ لعلکم ترحمون (حجرات ۱۰)

مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں ، لہذا اپنے بھائیوں کے درمیان تعلقات کو درست کرو اور اللہ سے ڈرو ، امید ہے کہ تم پر رحم کیا جائے گا ۔

و الذین تبوء وا الدار و الایمان من قبلھم یحبون من ھاجر الیھم و لا یجدون فی صدورھم حاجة مما اوتوا و یوثرون علی انفسھم و لو کان بھم خصاصة و من یوق شح نفسه فاولئک ھم المفلحون (حشر ۹)

(اور وہ ان لوگوں کے لئے بھی ہے) جو ان مہاجرین کی آمد سے پہلے ہی ایمان لا کر دارلہجرت میں مقیم تھے ، یہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کے پاس آئے ہیں اور جو کچھ بھی ان کو دے دیا اس کی کوئی حاجت تک یہ اپنے دلوں میں محسوس نہیں کرے اور اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں خواہ اپنی جگہ خود محتاج ہوں ، حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اپنے دل کی تنگی سے بچالئے گئے وہی فلاح پانے والے ہیں ۔

فویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون الذین ھم یراء ون و یمنعون الماعون (ماعون ۲-۷)

toobaa-elibrary.blogspot.com

پھر تباہی ہے ان نماز پڑھنے والوں کے کے جو اپنی نماز سے غفلت برتتے ہیں جو ریاکاری کرتے ہیں اور معمولی ضرورت کی چیزیں (لوگوں کو) دینے سے گریز کرتے ہیں۔

قرآن کریم باہمی تعاون و ہمدردی کی ترغیب دیتا ہے اور ایسا متحدہ معاشرہ تشکیل دینے کا حکم دیتا ہے جس میں ہر مومن خود کو مکمل عمارت کی ایک اینٹ تصور کرتا ہو۔

و تعاونوا علی البر و التقوی و لا تعاونوا علی الاثم والعدوان (مائدہ ۲)

جو کام نیکی اور خدا ترسی کے ہیں ان میں سب سے تعاون کرو اور جو گناہ اور زیادتی کے کام ہیں ان میں کسی سے تعاون نہ کرو۔

مسلمانوں کے اندر اسی روح اجتماعیت کو بیدار رکھنے کے لئے جمعہ کی نماز جماعت فرض کی گئی جہاں سارے مسلمان مسجدوں میں نماز اور باہمی تعارف کے لئے اکٹھا ہوتے ہیں۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جماعت کا حکم دیا اور انفرادی نماز سے جماعت کی نماز کو افضل بتایا۔

مسلمانوں کو آپس میں محبت رکھنے کے حکم اور اتحاد صف کی ترغیب دے کر قرآن ان کے دلوں میں دوسروں کی محبت کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ اس سے ان کے اندر ایثار پسندی اور لوگوں و معاشرہ کے لئے خیر پسندی کا رجحان طاقتور ہوتا ہے۔ نفرت و حسد، ظلم و سرکشی اور خود غرضی و خود پسندی کے جذبات کمزور ہوتے ہیں، دوسروں کی محبت، ان کے لئے خیر پسندی اور معاشرہ کے لئے اچھے

toobaa-elibrary.blogspot.com

و مفید کاموں کی انجام دہی بلا شبہ جماعت سے وابستگی کے احساس کو مضبوط بناتا ہے ، اور اس احساس تنہائی و علاحدگی کو مٹاتا ہے جس سے نفسیاتی مریض دو چار ہوتے ہیں ، جماعت سے وابستگی کا احساس اور معاشرہ میں اس کا فعال رول انسان کی نفسیاتی صحت کے لئے بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے ، بہت سارے نفسیاتی معالجین نے بھی نفسیاتی علاج کے اندر انسانی تعلقات کی اہمیت کو محسوس کیا ہے ، الفرڈ اڈلر Alfred Adler اپنے نفسیاتی مریضوں کو دوسرے لوگوں کے ساتھ میں جول رکھنے ، ان سے دل بہلانے اور محتاج لوگوں کی مدد کرنے کا مشورہ خصوصیت کے ساتھ دیتا تھا ، اس کا خیال تھا کہ نفسیاتی مریض اگر معاشرہ میں گھل میل جائے اور لوگوں کے ساتھ اپنے تعلقات استوار کر لے تو نفسیاتی مرض سے شفایاب ہوسکتا ہے ، اڈلر کہتا ہے : " ان تمام امور سے میرا مقصد یہ ہے کہ اپنے مریضوں کو دوسروں میں گھلا ملا دوں ، اگر مریض اپنی جماعت میں گھل مل جائے گا دیگر افراد کے ساتھ مساوات کی راہ پر آکر ان کے لئے معاون اور مدد گار بن گیا تو وہ اپنے مرض سے شفایاب ہوگیا ، میرے نزدیک مذہب کی سب سے بڑی ہدایت پڑوسیوں سے محبت اور ان کی مدد ہے ، جو شخص دوسروں کی مدد سے گریزاں رہتا ہے ، مصائب و مشکلات کا شکار اسے ہونا ہی چاہئے ، فرد سے زندگی کا جو کچھ مطالبہ ہے وہ یہ ہے کہ لوگوں کے لئے وہ عمل کرنے والا ، پیداواری اضافہ کرنے اولا اور ان سے محبت کرنے والا ہو ، محبت اور شادی میں فعال ہو " (۱) اڈلر کا خیال

---

(۱) ڈیل کارنیجی ، حوالہ سابق ، صفحہ ۲۷۲ ـ ۲۷۳

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے کہ انسان اپنے گرد و پیش کے لوگوں اور عمومی طور پر انسانی معاشرہ کے ساتھ مفید سماجی عمل اور لوگوں سے محبت و دوستی کی راہ سے اپنے تعلقات کو خوشگوار و مضبوط بنا کر دوسرے لفظوں میں انسانیت کے ساتھ اپنی وابستگی پیدا کر کے اپنے احساس قلق سے گلو خلاصی حاصل کر سکتا ہے ۔(۱)

بلا شبہ فرد کی جماعت کے ساتھ وابستگی اور باہمی محبت ، اور بہترین انسانی تعلقات کی استواری دو ایسے بنیادی عوامل ہیں جو شخصیت کی درست تشکیل اور نفس انسانی میں امن و سکون پیدا کرنے میں معاون بنتے ہیں ۔

نفسیاتی علاج کا قرآنی طریقہ :

اگر آپ کسی انسان کی شخصیت اور اس کے کردار میں ترمیم ، یا تبدیلی پیدا کرنا چاہتے ہیں تو اس کے افکار اور رجحانات کے اندر تبدیلی لانا ضروری ہے ، کیونکہ انسان کا عمل اس کے افکار اور رجحانات سے بہت زیادہ متاثر ہوتا ہے ، اسی لئے نفسیاتی علاج کے اندر بنیادی طور پر اپنی ذات لوگوں اور زندگی سے متعلق نیز ان مشکلات سے متعلق جنہیں حل کرنے میں ناکامی ہوئی تھی اور جو قلق کا سبب بنی ہیں ، نفسیاتی مریضوں کے افکار و خیالات میں تبدیلی لائی جاتی ہے ، اور علاج

---

(1) Alfred Adler: Understanding Human Nature. New York Greenberg Publishers, Inc 1927 P. 239, Rollo May: The meaning of Anxiety, New York The Ronald Press, Co, 1950 PP. 128 _ 130 .

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے ذریعہ جب نفسیاتی مریض کے افکار میں تبدیلی آجاتی ہے، تب وہ اپنی مشکلات کا سامنا کرنے اور انہیں حل کرنے کی قدرت حاصل کرلیتا ہے، بلکہ اکثر و بیشتر اسے خیال ہونے لگتا ہے کہ ماضی میں جو مشکلات اس کے لئے پریشان کن و قلق انگیز بن رہی تھیں اور جن کی وجہ سے مرض پیدا ہوا وہ فی الحقیقت ایسی اہم نہیں تھیں جیسا اسے وہم ہوتا رہا تھا، اور ان کے سبب شدید قلق پیدا ہوجانے کی کوئی معقول وجہ نہیں تھی۔

تعلم کا عمل بھی بنیادی طور پر افکار و رجحانات اور عادات و اطوار کی تبدیلی سے مکمل ہوتا ہے اور نفسیاتی علاج میں بنیادی طور پر اس سابق غیر درست تعلم کی تصحیح کی جاتی ہے جس میں مریض اپنی ذات، دوسرے لوگوں اور حیات و مشکلات سے متعلق غلط یا وہمی تصورات حاصل کرلیا ہوتا ہے، اور ان خیالات سے چھٹکارا پانے کے لئے یا اس کی شدت میں کمی لانے کے لئے مخصوص قسم کے دفاعی طریقے سیکھ چکا ہوتا ہے، نفسیاتی معالج مریض کے افکار کی تصحیح کرتا ہے، اور اس کو اپنی ذات، لوگوں اور مشکلات زندگی کو سچی حقیقت واقعہ کے بطور دیکھنے، ان سے راہ فرار ڈھونڈنے کے بجائے ان کا سامنا کرنے، اور حل کی تلاش نہ ہونے کی صورت میں مستقل نفسیاتی کشمکش کا شکار رہنے کے بجائے حل دریافت کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔

اپنی ذات، لوگوں اور زندگی کے تئیں مریض کے نقطہ نظر کی یہ تبدیلی اسے مشکلات سے نبرد آزما ہونے اور حل نکالنے کی قدرت سے نواز دیتا ہے، جس کی وجہ سے نفسیاتی کشمکش اور اس سے پیدا ہونے والے قلق و اضطراب سے گلو

toobaa-elibrary.blogspot.com

خلاصی حاصل ہوجاتا ہے ، دوسری جانب مریض کے اندر نئی تازگی اور زندگی کا احساس پیدا ہوجاتا ہے ، وہ اپنی طبعی زندگی میں ولولہ تازہ کے ساتھ سرگرم ہوجاتا ہے اور زندگی میں لطف و لذت ، نفسیاتی خوشی ، قلبی سکون اور سعادت سے وہ شاد کام ہونے لگتا ہے :

ان اللّٰہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم (رعد ۱۱)

حقیقت یہ ہے کہ اللہ کسی قوم کے حال کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے اوصاف کو نہیں بدل دیتی۔

قرآن کریم کا نزول لوگوں کے افکار و رجحانات اور طرز عمل میں تبدیلی ، ان کی ہدایت ، جہالت و ضلالت کے خاتمہ ، خیر و بھلائی کی رہنمائی اور انسانی طبعیت اور زندگی میں اس کے پیغام سے متعلق نئے افکار ، نئے اخلاق و اقدار اور زندگی کے اعلی نمونوں سے نوازنے کے لئے ہوا ، شخصیات پر اثر اندازی میں قرآن نے عظیم کامیابی حاصل کی ، اور ان میں ایسی زبردست تبدیلی پیدا کردی جس نے انسان کی انفرادی زندگی کے نظام اور انسانی تعلقات خواہ خاندانی سطح پر ہو یا پورے معاشرہ کی سطح پر ، کے نظام کی نئی بنیادیں فراہم کرنے میں دور رس اثرات مرتب کئے ، مختصرا یہ کہ مسلمانوں کی شخصیات اور اسلامی معاشرہ کے اندر عظیم اثر انگیزی اور تبدیلی پیدا کرنے میں جو کامیابی قرآن نے حاصل کی ، تاریخ کے تمام ادوار میں کسی دینی دعوت کو ایسی کامیابی حاصل نہیں ہوسکی ، قرآن کریم نے انتہائی مختصر عرصہ میں مکمل ترین ، ہم آہنگ و متوازن ، امن و طمانیت سے آراستہ ایسی

toobaa-elibrary.blogspot.com

شخصیت پیدا کردی جس کی طاقت نے دنیا کو جھنجھوڑ دیا اور تاریخ کا رخ بدل دیا ۔ قرآن نے عربوں کے نفوس کا کس طرح علاج کیا ؟ اور ان کی شخصیات میں کیونکر تبدیلی پیدا کردی ؟ اگلی سطروں میں اسی کی کچھ تفصیل پیش کی جارہی ہے ۔

عقیدہ توحید پر ایمان :

قرآن نے عربوں کے نفوس میں سب سے پہلے جس چیز میں تبدیلی پیدا کی وہ عقیدہ تھا ۔ اس لئے دعوت اسلامی کے ابتدائی مراحل میں مکہ مکرمہ کے اندر نازل ہونے والی آیات بنیادی طور پر عقیدہ توحید سے متعلق تھیں ۔ قرآن کی فصاحت و بلاغت عربوں کے لئے بھی بے مثال تھی ۔ اور مسائل و احکام کو پیش کرنے کا عقلی استدلال بڑا اطمینان بخش ہوتا تھا ۔ قرآن کے قصص اور امثال مفاہیم کو واضح کرتے اور ذہنوں میں اتار دیتے تھے ۔ سامعین کے اندر اہتمام و توجہ پیدا کردیتے تھے ۔ قرآن نے تعلم کے محرک کو ابھارنے کے لئے ترغیب و ترہیب کے اسالیب اور مفاہیم و معانی کو ذہنوں میں بٹھانے کے لئے تکرار کا اسلوب اپنانے وغیرہ کے جو مبادی و اصول تعلم دئے ان پر گذشتہ پانچویں فصل میں تفصیلی گفتگو گزر چکی ہے ۔ نئے دین اور نئے عقیدہ کو قبول کرنے میں ان تمام چیزوں کا زبردست اثر رہا ۔ عقیدہ توحید پر ایمان شخصیت کے اندر زبردست تبدیلی پیدا کرنے کا پہلا قدم تھا ۔ عقیدہ ہی انسان کے اندر وہ عظیم روحانی طاقت پیدا کردیتا ہے جو اس کی ذات ۔ لوگوں ، زندگی اور پوری کائنات سے متعلق اس کے مفہوم و

toobaa-elibrary.blogspot.com

تصور ہی کو بدل دیتی ہے ۔ عقیدہ اسے زندگی اور اس کے پیغام کا نیا تصور عطا کرتا ہے ۔ اس کے دل کو اللہ ، رسول ، اور گرد و پیش کے لوگوں اور پوری انسانیت کی محبت سے بھر دیتا ہے ۔ اس کے اندر امن و طمانیت کا شعور پیدا کر دیتا ہے ۔ جس پر پچھلی سطروں میں گفتگو ہو چکی ہے ۔

تقویٰ :

اللہ پر ایمان کے ساتھ اس کا خوف اور تقویٰ بھی پیدا ہوتا ہے ۔ تقویٰ گناہوں سے دوری اور منہاج خداوندی و رسالت کی پیروی کر کے اللہ کے عذاب و غضب سے حفاظت کا نام ہے ۔

اپنے تاثرات اور محرکات و جذبات پر کنٹرول اور اپنی خواہشات و شہوات پر ضبط بھی تقویٰ کے مفہوم میں شامل ہے ۔ تاکہ شریعت کے حدود و دائرہ میں ان کی تکمیل کی جائے ۔ فطری محرکات کو کچلنے کا نام تقویٰ نہیں ہے ۔ بلکہ محض ان پر کنٹرول اور مقررہ دائرہ میں ان کی آسودگی تقویٰ کی حقیقت ہے ۔ فصل اول میں اس موضوع پر تفصیل سے عرض کیا جا چکا ہے ۔ تقویٰ کے مفہوم میں یہ بھی شامل ہے کہ انسان اپنے تمام کاموں میں حق ، عدل ، امانت اور صداقت کی پاسداری کرے ۔ لوگوں کے ساتھ حسن سلوک رکھے ، ظلم اور سرکشی سے گریز کرے ۔ تقویٰ کا مفہوم اس پر بھی دراز ہے کہ جو کام انسان کے سپرد کیا جائے ، اسے اچھی طرح انجام دے ، کیونکہ مومن اپنے تمام کاموں میں رضائے الٰہی کا جویا ہو کر اللہ کی

toobaa-elibrary.blogspot.com

جانب متوجہ رہتا ہے ۔اس کی وجہ سے وہ اپنی ذات کی تحسین اور اپنی صلاحیت و معلومات کی افزائش کرتا ہے تاکہ اپنا کام بہتر طریقہ پر انجام دے سکے ۔تقویٰ اس مفہوم میں انسان کو بہتر اور افضل کردار و عمل پر آمادہ کرنے والی ایک طاقت بن جاتا ہے ۔ذات کی ترقی و افزائش اور غلط کردار سے گریز پر آمادہ کرتا ہے ۔جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی شہوات و خواہشات پر کنٹرول کرے اور ان کا لگام خود اپنے ہاتھ میں رکھے ،پس تقویٰ شخصیت کو پختگی ،کمال ،اور توازن عطا کرنے والا ایک بنیادی عامل ہے ۔اور کمال انسانی تک رسائی کا شوق عطا کر کے ذات کو عروج بخشتا ہے :

یا ایها الذین آمنوا اتقوا اللّٰه و آمنوا برسوله یؤتکم کفلین من رحمته و یجعل لکم نورا تمشون به و یغفر لکم و اللّٰه غفور رحیم (حدید ۲۸)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو ،اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لاؤ ۔ اللہ تمہیں اپنی رحمت کا دوہرا حصہ عطا فرمائے گا اور تمہیں وہ نور بخشے گا جس کی روشنی میں تم چلو گے اور تمہارے قصور معاف کردے گا ،اللہ بڑا معاف کرنے والا اور مہربان ہے ۔

یا ایها الذین آمنوا اتقوا اللّٰه و قولوا قولا سدیدا یصلح لکم اعمالکم و یغفر لکم ذنوبکم و من یطع اللّٰه و رسوله فقد فاز فوزا عظیما (احزاب ۷۰-۷۱)

اے ایمان لانے والو ،اللہ سے ڈرو اور ٹھیک بات کہا کرو اللہ تمہارے اعمال درست کردے گا اور تمہارے قصوروں سے در گزر فرمائے گا ،جو شخص اللہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

ور اس کے رسول کی اطاعت کرے اس نے بڑی کامیابی حاصل کی۔

ومن یتق اللہ یجعل لہ من امرہ یسرا (طارق ۲)

جو شخص اللہ سے ڈرے اس کے معاملے میں وہ سہولت پیدا کردیتا ہے۔

عبادات:

کردار و عمل کی تبدیلی کے لئے افکار کی تبدیلی پہلا اور لازمی قدم ہے، لیکن جدید کردار و عمل کے تعلم کے لئے طویل و مسلسل مشق کی ضرورت بھی ہوتی ہے، تاکہ بار بار انجام دہی کے نتیجہ میں مضبوطی و استحکام پیدا ہوجائے، گذشتہ پانچویں فصل میں ہم بتا چکے ہیں کہ تعلم کے اندر خود سیکھنے والے کی فعال شرکت کس قدر اہمیت رکھتی ہے، اور تجربات بتاتے ہیں کہ جو لوگ الفاظ کو سنتے اور ساتھ ساتھ اپنی زبانوں سے دوہراتے جاتے ہیں وہ جلد سیکھ لیتے ہیں، جبکہ صرف سننے اور نگاہوں سے دیکھنے پر اکتفا اور خود اپنی زبانوں سے نہ دوہرانے والے دیر میں ان الفاظ کو سیکھتے ہیں، مختلف صنعتی مہارتوں اور پیشوں کو سیکھنے میں عملی شرکت اہمیت رکھتی ہے، عملی شرکت اور مشق کے بغیر تو انہیں سیکھا ہی نہیں جاسکتا ہے۔

نفسیاتی علاج کے اندر بھی مریض کی شفایابی کے لئے صرف اس قدر کافی نہیں ہے کہ وہ اپنی مشکلات سے آگاہی حاصل کرلے، مشکلات کے تئیں اس کے افکار بدل جائیں، زندگی، لوگوں اور اپنی ذات پر اس کی نظر میں تبدیلی آجائے،

toobaa-elibrary.blogspot.com

بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ نفسیاتی مریض زندگی میں نئے تجربات سے گذرے ، اپنی ذات اور لوگوں کے تیں نئے تجربات کو عملا برتے ، اور ذاتی طور پر یہ دیکھے کہ اس کا نیا طرز عمل کس طرح اس کے انسانی تعلقات میں کامیابی دلاتا ہے ، اور اس کے تیں لوگوں کے طرز عمل میں واضح تبدیلی آتی ہے ، اور لوگ اس سے محبت و احترام اور دوستی کا معاملہ کرنے لگتے ہیں ، نئے افکار سے پیدا ہونے والے نئے طرز عمل کی عملی مشق اور اس کے خوش کن نتائج مریض کی شخصیت میں بڑی تبدیلی اور کامیابی کی جانب تیز گامی عطا کرتے ہیں ۔

قرآن نے بھی لوگوں کی شخصیات اور کردار و سلوک میں جو تبدیلی مطلوب تھی ، اسے برپا کرنے کے لئے مشق و تکرار کا اسلوب اپنایا ، اور اسی لئے نماز ، روزہ ، زکاۃ اور حج جیسی مختلف عبادات فرض فرمائی ، مخصوص اوقات میں ان عبادات کی ادائیگی مومن کو اللہ کی اطاعت ، اس کے احکام کی تعمیل ، اور اس کی جانب توجہ و دائمی سر افگندگی کی تعلیم دیتی ہے ، اسے صبر ، مصائب انگیزی ، مجاہدہ نفس اور خواہشات و شہوات پر ضبط سکھاتی ہے ، لوگوں سے محبت اور حسن سلوک کی صفت پیدا کرتی ہے ، اور باہمی تعاون و ہمدردی کی روح بیدار کرتی ہے ، یہ ساری صفات انتہائی اعلی و ستودہ ہیں ، جو مکمل و متوازن شخصیت کو آراستہ کرتی ہیں ، جب مومن پورے اخلاص اور کمال کے ساتھ ان عبادات کو بجا لاتا ہے تو مذکورہ خصال حمیدہ پیدا ہوتی ہیں جو نفسیاتی صحت کے اسباب فراہم کرتی ہیں ، اور نفسیاتی امراض سے تحفظ عطا کرتی ہیں ، اس کی مزید تفصیل و توضیح ذیل کی گفتگو سے ہوگی جو شخصیت مسلم پر عبادات کے اثرات سے متعلق کی جا رہی ہے ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

الف : نماز (صلاۃ)

لفظ " صلاۃ " خود یہ اشارہ کر رہا ہے کہ اس میں انسان اور اس کے رب کے درمیان صلہ اور تعلق ہوتا ہے ۔ نماز میں انسان پورے خشوع اور فروتنی کے ساتھ ساری کائنات کے خالق اور اپنے پروردگا اللہ تعالی کے سامنے کھڑا ہوتا ہے ۔ انسان کا نحیف و ناتواں وجود اس عظیم ہستی کے رو برو ہوتا ہے جو ہر شئی پر قادر ہے ۔ کائنات کے ہر ذرہ پر حاکم ہے ۔ آسمانوں و زمین کی تدبیر کی باگ اس کے قبضہ میں ہے ۔ موت اور زندگی جس کے ہاتھ میں ہے ۔ جو لوگوں میں رزق تقسیم کرتا ہے ۔ جس کے حکم سے قضا و قدر کے فیصلہ ہوتے ہیں ۔ اور زندگی میں خیر یا شر کا معمولی حصہ بھی جس کے فرمان کے تابع ہوتا ہے ۔ ایسی عظیم و مقدس ہستی کے در پر کمال خشوع و خضوع کے ساتھ انسان کی جبہ سائی اس کے اندر ایسی روحانی قوت پیدا کر دیتی ہے ۔ جو اسے روحانی پاکیزگی ، قلبی اطمینان اور نفسیاتی امن کے احساس سے آراستہ کرتی ہے ۔ جب نماز اس طرح ادا کی جائے جیسی ادا کی جانی چاہیے تو اس میں انسان تمام اعضا و جوارح اور سارے حواس کے ساتھ اللہ کی جانب متوجہ ہوتا ہے ۔ دنیا کے تمام مشاغل اور مسائل سے کٹ چکا ہوتا ہے ۔ اس کی ہر سوچ و فکر کا مرکز ذات رب العالمین ہوتی ہے ۔ اور لب پر آیات قرآنی جاری ہوتی ہیں ۔ یہ زندگی کے تمام مشاغل و مسائل سے یکسوئی اور کمال خشوع کے ساتھ اس کے سامنے حاضری انسان کے اندر مکمل آرام کی حالت (۱) سکون

---

(۱) مزید دیکھئے : جمال ماضی ابو العزائم ، حوالہ سابق ، اسامہ محمد الراضی ، الاسلام و امراض العصر ، ندوۃ علم النفس و الکلام کلیۃ التربیۃ ، جامعۃ الریاض ، جلد اول ۱۹۷۸ء

toobaa-elibrary.blogspot.com

نفس اور راحت قلب پیدا کردیتی ہے ۔ اور نماز سے پیدا ہونے والا یہ سکون نفس اور مکمل آرام روز مرہ زندگی کے دباؤ سے پیدا ہونے والے اعصابی تناؤ کی اور قلق موت کی تخفیف میں اہم معالجاتی اثر رکھتا ہے ۔ معالج ٹومس ہایسلوب کہتا ہے :

"میں اپنے طویل ترین تجربات کے ذریعہ اس نتیجہ تک پہنچا کہ نیند کا سب سے اہم سبب نماز ہے ۔ میں یہ بات ایک معالج ہونے کی حیثیت سے کہہ رہا ہوں ۔ میں نے سمجھا ہے کہ تمام انتہائی اہم ذریعہ ہے جو نفوس کے اندر طمانیت اور اعصاب میں سکون و ٹھہراؤ پیدا کرتا ہے " (۱)

استرخاء (مکمل آرام) ان وسائل میں سے ایک ہے جسے نفسیاتی امراض کے علاج میں بعض موجودہ نفسیاتی معالجین اختیار کر رہے ہیں ۔ استرخاء کو عام طور پر مشق کے ذریعہ انسان سیکھ سکتا ہے مسلمانوں کو روزانہ پانچ اوقات کی نمازوں کی اچھی طرح ادائیگی مسلمانوں کو استرخاء کی مشق کرنے اور سیکھنے میں معاون بنتی ہے ۔ اور جب انسان استرخاء کی عادت سیکھ لیتا ہے تو وہ زندگی کے غموں اور دباؤ سے پیدا ہونے والے اعصابی تناؤ سے گلو خلاصی حاصل کرسکتا ہے ۔ جب نماز کا وقت آتا تو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرماتے : "اے بلال! نماز کے ذریعہ مجھے آرام پہنچاؤ " (۲) ایک حدیث میں ہے ہے کہ "جب کوئی واقعہ پیش آتا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا کرتے " (۳) آپ علیہ السلام نے مزید فرمایا : "میرے آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں بنائی گئی ہے " (۴)

---

(۱) ڈیل کارنجی ۔ حوالہ سابق ۔ صفحہ ۳۵۹ ـ ۳۶۰ ۔

(۲) مختصر تفسیر ابن کثیر ۱ ، ۱۲۲ ـ (۳) ابو داؤد ۔ حدیث ۱۳۱۹ ـ ۲ ، ۳۵ (۴) نسائی ۔ احمد ۔ حاکم

toobaa-elibrary.blogspot.com

استرخاء اور سکون نفس کی جو حالت نماز سے پیدا ہوتی ہے بعض نفسیاتی مریضوں کو درپیش قلق سے گلو خلاصی میں معاون بنتی ہے ۔کیونکہ استرخاء اور سکون نفس ادائیگی نماز کے کچھ دیر بعد تک برقرار رہتا ہے ۔ استرخاء اور سکون نفس کی حالت میں بسا اوقات انسان کو بعض قلق انگیز امور پیش آتے یا پرانے امور یاد آتے ہیں ۔جب نماز کے بعد استرخاء اور سکون نفس کی حالت میں بار بار اس طرح کے امور پیش آتے یا یاد آتے رہتے ہیں تو قلق و اضطراب بتدریج ختم ہوجاتا ہے اور ایسے قلق انگیز امور استرخاء اور سکون نفس کی حالت سے مربوط ہوجاتے ہیں ۔ اور اس طرح فرد کو قلق سے نجات مل جاتی ہے جو ان امور سے پیدا ہوجایا کرتا تھا۔

قلق کے علاج میں نماز سے پیدا ہونے والا یہ اہم اثر اس اثر کے مشابہ ہے جو قلق کے علاج میں بعض جدید نفسیاتی معالجین کے اپنائے ہوئے طریقہ سے پیدا ہوتا ہے ۔ ایسے نفسیاتی معالجین مثلا جوزیف ولپی وغیرہ قلق کے علاج میں جو طریقہ اپناتے ہیں وہ Reciprocal inhibition کہلاتا ہے ۔ اسے " استرخائی علاج " بھی کہا جاتا ہے ۔ یا "تاثراتی و انفعالی حساسیت میں تخفیف کے ذریعہ علاج " بھی کہا جاتا ہے ۔ اس طریقہ علاج میں معالج سب سے پہلے نفسیاتی مریض کو عمیق استرخاء کی مشق کراتا ہے ۔ اور حالت استرخاء کے دوران معالج مریض کو قلق انگیز امور اور چیزوں کو تصور میں لانے کی ہدایت کرتا ہے ۔ اس کے اندر مخصوص نظام کو اپناتے ہوئے معالج ایسی چیزوں سے آغاز کرتا ہے جو معمولی قلق انگیز ہوں ۔ اور بتدریج آگے بڑھتے ہوئے شدید قلق انگیز امور کا تصور کراتا ہے ۔ قلق انگیز امور کا

toobaa-elibrary.blogspot.com

تصور کرتے وقت اگر مریض کے اوپر قلق کے آثار ظاہر ہوتے ہیں تو معالج مریض کو اپنے ذہن سے وہ چیز دور کردینے اور دوبارہ استرخاء کی حالت میں لوٹ آنے کی ہدایت کرتا ہے ۔ جب مریض پرسکون ہوجاتا ہے اور استرخاء کی حالت میں لوٹ آتا ہے تو پھر دوبارہ اسے اسی قلق انگیز چیز کا تصور کراتا ہے ۔ اسی طریقہ پر علاج چلتا رہتا ہے ۔ یہاں تک کہ مریض استرخاء کی حالت کے ساتھ ہی اس چیز کا تصور بغیر کسی احساس قلق کے کرلیتا ہے ۔ پھر مریض کو پہلے سے کچھ زیادہ وجہ قلق انگیز شئ کا استرخاء کی حالت کے درمیان تصور کراتا ہے ۔ اسی نہج پر علاج جاری رہتا ہے یہاں تک کہ مریض اپنے قلق سے مکمل گلو خلاصی حاصل کر لیتا ہے ۔ ولبی وغیرہ نفسیاتی معالجین کا اپنایا ہوا یہ طریقہ بنیادی طور پر اشراط Conditioning کے اصول پر بنی ہے ، جس میں معالج کی کوشش ہوتی ہے کہ قلق انگیز مواقف اور قلق کے معارض رد عمل دونوں کے درمیان ربط پیدا کردیا جائے اور اسی کا نام استرخاء ہے (۱)

نفسیاتی معالجین کے اپنائے ہوئے طریقہ علاج اور نماز سے پیدا ہونے والے معالجاتی اثرات کے درمیان نقطہ اشتراک و مماثلت واضح طور پر نظر آتا ہے ۔ نماز سے پیدا ہونے والے استرخاء اور سکون نفس کی حالت کے ساتھ جب بار بار قلق انگیز امور وابستہ ہوتے ہیں ، خواہ اسی وقت پیش ہوئے ہوں یا انہیں یاد کیا

---

(۱) ریتشا دم شوین : حوالہ سابق ، صفحہ ۸۴۶ ۔ ۸۵۲ ۔ روبرت ہابر ، التحلیل النفسی و العلاج النفسی ، ترجمہ سعد جلال ہیئۃ مصریۃ عامہ للکتاب قاہرہ ۱۹۷۲ ، صفحہ ۱۶۷ ۔ ۱۶۹ ، شیلدان کاشدان : حوالہ سابق صفحہ ۲۳۲ ۔ ۲۳۵ ۔ جولیان روتر ، حوالہ سابق ، صفحہ ۱۸۲ ۔ ۱۸۵

toobaa-elibrary.blogspot.com

گیا ہو، نتیجہ کار وہ ان امور اور نماز سے پیدا ہونے والے استرخاء و سکون نفس کی کیفیت جو کیفیت قلق کے برعکس ہوتی ہے۔ کے درمیان جدید مشروط ارتباط پیدا کردیتا ہے ۔اور اس طرح انسان قلق سے نجات پالیتا ہے ۔ ٹھیک یہی اسلوب و طریقہ قلق کے علاج میں نفسیاتی معالج بھی اپناتے ہیں۔

نماز کے بعد فورا انسان تسبیح و دعا میں مشغول ہوجاتا ہے ،جس کی وجہ سے نماز کے بعد کچھ دیر تک سکون نفس اور استرخاء کی کیفیت برقرار رہتی ہے ۔ دعا میں انسان اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے ۔اس کے حضور اپنی زندگی کی مشکلات، پریشانیاں اور شکایات رکھتا ہے ۔اور اپنی حاجت روی اور مشکلات کے حل کی گدا گری کرتا ہے ۔ یہ گزارش، طلب و درخواست اور اپنی مشکلات کا اظہار ہی ،جب کہ سکون نفس اور استرخاء کی کیفیت برقرار ہوتی ہے ،قلق سے انسان کو نجات دلادیتا ہے ۔ کیونکہ اس صورت میں بھی سکون نفس و استرخاء کی کیفیت اور مشکلات کے درمیان جدید مشروط ارتباط پیدا ہوجاتا ہے جس کے نتیجہ میں ان مشکلات سے قلق انگیزی کی قوت بتدریج ختم ہوجاتی ہے ۔اور وہ سکون نفس و استرخاء یعنی قلق کے برعکس کیفیت کے ساتھ مشروط ارتباط پیدا کرلیتی ہیں۔

ان سب سے قطع نظر اپنے غم و رنج اور مشکلات کا دوسرے کے سامنے اظہار ہی انسان کے لئے نفسیاتی راحت رساں ہوتا ہے ۔ نفسیاتی معالجین کے نزدیک یہ معروف بات ہے کہ اپنی مشکلات کی یاد اور دوسرے سے تذکرہ نفسیاتی مریض کے قلق کی شدت میں تخفیف پیدا کردیتا ہے ۔ اگر اپنے جگری

toobaa-elibrary.blogspot.com

دوست ، یا نفسیاتی معالج کے سامنے مسائل و مشکلات کا اظہار انسانی کیفیت کو بہترین بنادیتا ہے ، تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حضور اپنی درپیش مشکلات کا اظہار نفسیاتی کیفیت میں کس قدر خوبی و بہتری پیدا کرسکتا ہے ، جب وہ ہر نماز کے بعد اپنے رب سے مناجاتیں کرتا ہو ، دعائیں کرتا ہو ، مدد اور استعانت طلب کرتا ہو ۔

یہ بھی اضافہ کرلیا جائے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا اور اس کے حضور گریہ وزاری ہی قلق کی شدت میں تخفیف پیدا کردیتی ہے ، اس لئے کہ مومن اس بات سے واقف ہوتا ہے کہ اللہ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے :

وقال ربکم ادعونی استجب لکم (غافر ۶۰)

تمہارا رب کہتا ہے مجھے پکارو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا ۔

و اذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان (بقرہ ۱۸۶)

اور اے نبی ، میرے بندے اگر تم سے میرے متعلق پوچھیں ، تو انہیں بتادو کہ میں ان سے قریب ہی ہوں ، پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے ، میں اس کی پکار سنتا ہوں اور جواب دیتا ہوں ۔

مومن چونکہ پر امید ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی مشکلات حل فرمائے گا ، اس کی حاجت روی کرے گا ، اور رنج و قلق کو دور کرے گا ، اس لئے اللہ تعالیٰ سے دعا اس کے قلق کی حدت کم کردیتی ہے ، قطع نظر اس سے کہ بارگاہ الٰہی میں اس کی دعا قبول ہوئی یا نہیں ہوئی ، صرف اللہ تعالیٰ سے داد رسی اور قبولیت کی امید ہی امکان قبولیت کے اندرونی اشارے کی وجہ سے شدت قلق کو کم کردیتی

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے۔

نفسیاتی کشمکش کو حل کرلینے سے محرومی انسان کے اندر قلق پیدا کرتی ہے اور نفسیاتی کشمکش انسان کی نفسیاتی طاقت کا بڑا حصہ ضائع کردیتی ہے۔ اسی لئے نفسیاتی مریض اپنی صلاحیتوں اور امکانات کا صحیح بھرپور اظہار نہیں کرپاتے ہیں۔ نفسیاتی کشمکش میں ان کی طاقت ضائع ہوجاتی ہے۔ ان کی صلاحیتیں اور امکانات ناکارہ ہوجاتے ہیں۔ لیکن جب ان کا علاج ہوجاتا ہے۔ اور نفسیاتی طاقتوں کو نفسیاتی کشمکش کی بندھنوں سے آزادی مل جاتی ہے۔ تو عموما وہ بہت زیادہ سرگرمی و نشاط کا اظہار کرتے ہیں اور عمل تخلیق کی قوت دوچند ہوجاتی ہے۔

نماز وہی نتائج برپا کرتی ہے جو کامیاب نفسیاتی علاج سے پیدا ہوتے ہیں۔ کیونکہ نماز سے پیدا ہونے والا احساس امن اور قلق سے دوری۔ قلق کے بوجھ تلے دبی انسان کی نفسیاتی طاقت کو آزادی عطا کرتی ہے۔ جس کی وجہ انسان اپنے وجود کے اندر بھرپور نشاط و تازگی اور امنڈتی ہوئی زندگی محسوس کرنے لگتا ہے۔

نماز کا اثر دوسرے پہلو سے نفسیاتی علاج کے اثر پر فوقیت رکھتا ہے۔ انسان کی نفسیاتی طاقت کو قلق کی بیڑیوں سے آزادی ملنے کے علاوہ نماز کے دوران انسان کا اپنے رب کے ساتھ قائم ہونے والا روحانی رابطہ اس کے اندر ایسی روحانی قوت پیدا کردیتا ہے جو امید میں جدت اور عزم میں قوت اور نفس کے اندر مصائب و مشکلات سے نبرد آزما ہونے اور کارہائے نمایاں انجام دینے کی زبردست صلاحیت پیدا کردیتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کے اندرون میں

toobaa-elibrary.blogspot.com

طاقت و قوت کا عظیم سرچشمہ ہوتا ہے ، جس کے بہت چھوٹے حصہ سے عموماً وہ کام لیتا ہے ، ولیم جیمس اس سلسلہ میں کہتا ہے " اگر ہم اپنا موازنہ اس بات سے کریں کہ ہم کو کیسا ہونا چاہئے تھا تو ہم آدھے انسان نظر آئیں گے ، ہم اپنی جسمانی اور ذہنی صلاحیتوں کے انتہائی معمولی حصہ کو استعمال کرتے ہیں ، دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے کہ انسان اپنے حقیقی دائرہ کے اندر اپنی خود ساختہ انتہائی تنگ دائرہ میں ہی زندگی گزارتا ہے ، وہ زبردست اور مختلف صلاحیتوں کا مالک ہوتا ہے لیکن عموماً وہ ان کا ادراک نہیں رکھتا ، یا ان کے استعمال میں ناکام رہتا ہے "(۱) نماز کے دوران اپنے رب کے ساتھ انسان کا روحانی رشتہ اور روحانی فیض الٰہی کا حصول غالباً اس کی پوشیدہ روحانی طاقتوں کو ابھار دیتے ہیں ، پھر اس کے عزم میں پختگی ، ارادہ میں قوت اور ہمت میں بلندی آجاتی ہے ، علم و معرفت کو قبول کرنے اور کار عظیم انجام دینے کی صلاحیت دو چند ہوجاتی ہے ، فرانسیسی معالج ایکسیس کاریل نے بھی اس بات کو محسوس کیا کہ نماز سے مخصوص روحانی نشاط پیدا ہوتا ہے جو حج و عبادات کے مقامات پر بعض مریضوں کو جلد شفایاب کرسکتا ہے (۲) نماز کی اثر انگیزی سے معلق ولیم جیمس کی رائے کے بعد انگریزی ماہر نفسیات سیرل بیرٹ نے بھی وہی بات دوہرائی ، اس نے کہا کہ نماز

---

(۱) ڈیل کارنجی ، حوالہ سابق ، صفحہ ۲۳۹۔ (۲) الکسیس کاریل : الانسان ذلک المجہول ، ایڈیشن سوم ترجمہ اسعد فرید ، مکتبۃ المعارف بیروت ۱۹۸۰ ، صفحہ ۱۷۰۔۱۷۱

(۳) سیرل بیروت : علم النفس الدینی ، ترجمہ سمیر عبدہ ، دار دمشق للطباعۃ و النشر ، دمشق ، صفحہ ۲۱

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے ذریعہ ہم " عقلی نشاط کے ایسے عظیم سرچشمہ میں داخل ہوسکتے ہیں جہاں تک رسائی عام حالات میں نہیں ہو سکتی ہے ۔ ایک مشہور ماہر نفسیات ولیم جیمس کا بھی یہی حال ہے "(۱)

ان سب کے علاوہ باجماعت نماز علاج کے اندر اہم اثر رکھتی ہے ۔ نماز جماعت کے لئے مسجد میں بار بار حاضری ۔ اپنے پڑوسیوں اور اپنے محلہ کے لوگوں سے ملنے جلنے کے مواقع فراہم کرتی ہے جس سے دوسرے لوگوں کے ساتھ ربط و ضبط ۔ سماجی تعلقات اور دوستانہ مراسم و تعلقات کی استواری ہوتی ہے ۔ یہ سماجی تعلقات اور دوسروں کے ساتھ دوستانہ مراسم فرد کی شخصیت کے نمو اور انفعالی پختگی میں معاون بنتے ہیں ۔ نیز سماجی وابستگی اور سماجی ہم آہنگی کی وجہ سے اس قلق سے تحفظ ہوجاتا ہے جس سے اپنے احساس تنہائی و علاحدگی اور سماج سے دوری کے نتیجہ میں بعض لوگ دوچار ہوتے ہیں ۔

.جمعہ کی نماز علاج کے اندر اہم رول ادا کرتی ہے ۔ جمعہ کے خطبہ میں خطیب حضرات لوگوں کے سماجی مسائل اور زندگی کی مختلف مشکلات کے موضوع پر گفتگو کرتے ہیں ۔ ان کے اسباب اور علاج کے طریقے بیان کرتے ہیں ۔ یہ خطبات اور تقاریر مصلیان کے لئے بہت مفید اور سود مند ہوتی ہیں ۔ مسائل زندگی سے نبرد آزمائی اور صحیح طرز زندگی اپنا کر نفسیاتی امن و سکون قلب حاصل کرنے کے طریقہ اور مشورہ انہیں معلوم ہوتے ہیں ۔

.جمعہ کی نماز سے معالجاتی تحفظ بھی حاصل ہوتا ہے ۔ کیونکہ بچپن سے نماز جمعہ کی پابندی کرنے کی وجہ سے مختلف قسم کی دینی معلومات اور صحیح رہنمائیاں

(۱) سیرل بیرت ۔ علم النفس الدینی ۔ ترجمہ سمیر عبدہ ۔ دار دمشق للطباعہ والنشر دمشق ص ۲۱

toobaa-elibrary.blogspot.com

حاصل ہوتی ہیں ۔ اور مشکلات زندگی کا سامنا کرنے کی قدرت پیدا ہوتی ہے ، دوسری جانب نماز جمعہ معالجاتی رول بھی ادا کرتی ہے ، جمعہ کے خطبات فرد کو درپیش مسائل زندگی کے صحیح فہم اور ان پر کنٹرول کی بھرپور قوت عطا کرتے ہیں ، کچھ لوگ نماز سے فراغت کے بعد اپنے مسائل سے متعلق امام سے مشورہ کرتے ہیں ، اور امام کے مشوروں سے ان کے قلق کی شدت میں تخفیف پیدا ہوتی ہے ، نیز ان کے ازالہ کا صحیح طریقہ معلوم ہوتا ہے ، افراد کی شخصیت کی درستگی اور علاج کے اندر جماعت کی نماز اور بالخصوص نماز جمعہ جو رول ادا کرتی ہے وہ بڑی حد تک اجتماعی نفسیاتی علاج کے مشابہ ہے ، Klapman اور دیگر معالجین نے بھی ادھر تعلیمی و اجتماعی نفسیاتی علاج کا ایسا طریقہ (۱) اپنایا جو مریضوں کو اپنے مسائل ، نفسیاتی کشمکش کی نوعیتوں ، ان سے دفاعی طریقوں اور مشکلات پر قابو پانے کے دیگر طریقوں کے تئیں واضح رہنمائی و ادراک سے آراستہ کرنے والے موضوعات و معلومات پر بنیادی طور پر انحصار کرتا ہے ۔

جدید تعلیمی و اجتماعی نفسیاتی علاج نوعیت زندگی کے دباؤ سے پیدا ہونے والی خفیف نفسیاتی مشکلات کے علاج اور ان سے تحفظ میں بنیادی طور پر خطبہ نماز جمعہ کے مشابہ (۲) رول ادا کرتی ہے ۔

---

(۱) روبرٹ ہاربر ، حوالہ سابق ، صفحہ ۲۰۹ ـ ۲۱۰

(۲) اب بیشتر مواقع پر جمعہ کے خطبات سے وہ فوائد نہیں حاصل ہو رہے ہیں جن کی جانب اوپر اشارہ کیا گیا ہے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اب خطبہ جمعہ کے لئے باقاعدہ تیاری نہیں کی جاتی ، ضرورت ہے کہ اس پہلو پر توجہ دی جائے ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

یہ بات غور کے قابل ہے کہ نفسیاتی علاج عموماً نفسیاتی مرض پیدا ہونے کے بعد اختیار کیا جاتا ہے ۔ لیکن نماز اور بالخصوص نماز جمعہ نفسیاتی مرض سے فرد کو اولاً تحفظ عطا کرتی ہے ۔ اور تحفظ یقیناً علاج سے بہتر ہے ۔ اس لئے اس رخ سے نماز کی اہمیت بڑھ جاتی ہے اور بعض ماہرین نفسیات بھی اب نفسیاتی مرض سے تحفظ کے موضوع سے دلچسپی لینے لگے ہیں ۔

نماز سے پہلے وضوء نہ صرف جسم کو میل کچیل سے صاف بناتا ہے بلکہ نفس کو بھی گندگیوں سے پاک کرتا ہے ۔ اچھی طرح وضو کرنے کے بعد جسمانی اور نفسیاتی نظافت کا احساس ہوتا ہے ۔ اور محسوس ہوتا ہے کہ اپنے گناہوں اور غلطیوں کی گندگیوں سے طہارت حاصل ہوگئی ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جب بندہ مومن وضو کرتا ہے اور چہرہ دھوتا ہے تو پانی یا پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ ہر وہ غلطی دھل جاتی ہے جو آنکھ نے کی ہو ۔ جب دونوں ہاتھ دھوتا ہے تو پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ ہر وہ غلطی دھل جاتی ہے جو ہاتھوں نے کی ہو ۔ جب دونوں پاؤں دھوتا ہے تو پاؤں سے انجام پانے والی ہر غلطی پانی کے آخری قطرے کے ساتھ صاف ہوجاتی ہے ۔ یہاں تک کہ وہ گناہوں سے پاک ہوکر نکل جاتا ہے " (۱) جسمانی اور نفسیاتی طہارت کا یہ احساس اللہ تعالی سے روحانی رشتہ استوار اور دوران نماز جسمانی و نفسیاتی استرخاء کی کیفیت پیدا کرتا ہے ۔

نفسیاتی تاثیر کے علاوہ وضو کے عضویاتی اثرات بھی مرتب ہوتے ہیں جن کی جانب بعض اہل قلم اور ڈاکٹروں نے اشارہ کیا ہے (۲) کیونکہ واضح ہوا ہے کہ

---

(۱) حدیث نمبر ۱۲۱ ، مختصر صحیح مسلم (۲) جمال ماضی ابو العزائم : حوالہ سابق ، اسامہ محمد الراضی : حوالہ سابق ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

روزانہ اور مخصوص وقفہ سے پانچ بار پانی سے دھونا عضلات کے اندر استرخاء اور نفسیاتی و جسمانی تناؤ کی شدت میں تخفیف کا سبب بنتا ہے ۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ کے وقت وضوء کی تلقین فرمائی ۔ ارشاد ہے : " غصہ شیطان کی طرف سے ہے ، اور شیطان کی تخلیق آگ سے ہوئی ہے ، اور آگ پانی سے بجھائی جاتی ہے ، اگر تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو وضو کرلے ۔ ابو داوٗد(۱)

ب۔ روزہ :

روزہ کے بہت سارے نفسیاتی فوائد ہیں ۔ اس سے نفس کی تربیت و تہذیب ہوتی ہے اور جسم و نفس کے متعدد امراض کا علاج ہوتا ہے ۔ ماہ رمضان کے تمام ایام میں فجر کے قبل سے غروب شمس تک کھانے پینے سے گریز انسان کو اپنی شہوات پر ضبط و کنٹرول کی مشق کراتا ہے ۔ جس کے نتیجہ میں تقوی کی روح پیدا ہوتی ہے :

یا ایہا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون (بقرہ ۱۸۲)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو ، تم پر روزے فرض کردئے گئے جس طرح تم سے پہلے انبیاء کے پیروں پر فرض کئے گئے تھے اس سے توقع ہے کہ تم میں تقوی کی صفت پیدا ہوگی ۔

---

(۱) حدیث نمبر ۴۷۸۲ ، سنن ابو داوٗد ۳/ ۲۳۹

toobaa-elibrary.blogspot.com

یعنی شاید کہ تم معاصی سے بچو، روزہ شہوت کو توڑ دیتا ہے، جس کا پیش خیمہ یہ معاصی ہوتے ہیں۔(۱) بخاری اور ابو داؤد کی حدیث میں ہے: "روزہ ڈھال ہے اگر تم میں سے کوئی روزہ سے ہو تو نہ فحش کلامی کرے، نہ جہالت کرے، اگر کوئی اس سے جھگڑے یا گالم گلوچ کرے تو دوبار وہ کہہ دے کہ میں روزہ سے ہوں، قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے، روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پاکیزہ ہے، وہ اپنے کھانے پینے اور شہوت کو میری وجہ سے ترک کرتا ہے، روزہ میرے لئے ہے، اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا، اور ہر نیکی کا بدلہ دس گنا ہے" (۲)

ہر سال پورے ایک ماہ تک ضبط نفس اور شہوت پر کنٹرول کی یہ مسلسل مشق و تربیت بلاشبہ انسان کے اندر نہ صرف اپنی شہوات و خواہشات کو قابو میں رکھنے بلکہ زندگی کے عام اطوار و عادات، اپنی ذمہ داریوں کی انجام دہی اور ہر ہر عمل میں حکم الہی کی رعایت رکھنے میں قوت ارادی اور صلابت عزم پیدا کردیتی ہے، اور اس طرح بھی ضمیر انسانی کی تربیت ہوتی رہتی ہے، پھر قانون کی لاٹھی نہیں بلکہ ضمیر کی پکار پر وہ اپنے ہر عمل کو پوری امانت اور خوبصورتی سے انجام دیتا رہتا ہے۔

روزہ انسان کے اندر بھوک و پیاس پر صبر اور شہوتوں پر ضبط کی عادت پیدا

---

(۱) تفسیر جلالین، صفحہ ۲۵

(۲) السید سابق: فقہ السنۃ، مجلد اول، دار الکتاب العربی بیروت، صفحہ ۲۳۶

toobaa-elibrary.blogspot.com

کرتا ہے ۔ روزہ سے صبر کی تعلیم حاصل کرکے اسے اپنی زندگی کے دیگر تمام گوشوں تک وہ دراز کرلیتا ہے ۔ تلاش معاش کی سختیوں ۔ آلام مرض ۔ مشکلات حیات اور مصائب زمانہ میں صبر اس کا شیوہ ہوجاتا ہے ۔ صبر ایک اچھی انسانی خصلت ہے ۔ اللہ اپنے بندوں کو اس سے آراستہ دیکھنا چاہتا ہے ۔ جدو جہد حیات ۔ مجاہدہ نفس اور شہوات و خواہشات کو انگیز کرنے میں صبر کی قوت کا رول زبردست ہے۔

روزہ کا نفسیاتی فائدہ یہ ہے کہ وہ مال دار شخص کو آلام بھوک کا احساس دلاتا ہے ۔ غریبوں اور محتاجوں کے لئے رحمت و شفقت کے جذبات بیدار کرتا ہے ۔ اور ان کے ساتھ نیکی و حسن سلوک پر اسے آمادہ کرتا ہے ۔ اس طرح معاشرہ میں تعاون ۔ ہمدردی اور سماجی کفالت کی روح عام ہوتی ہے ۔ ان نفسیاتی فوائد کے علاوہ روزہ کے طبی اور جسمانی امراض سے علاج کے فوائد بھی ہیں ۔ اور نفسیاتی صحت پر جسمانی صحت کی اثر انگیزی تو معروف امر ہے ۔ مشہور حکیمانہ جملہ ہے کہ "صحت مند عقل صحت مند جسم کے اندر ہوتی ہے "

ج ۔ زکاۃ :

فریضہ زکاۃ ۔ کہ ہر مسلمان اپنے مال کا ایک مخصوص حصہ ہر سال فقیروں پر خرچ کرے ۔ محتاجوں کے ساتھ ہمدردی و شفقت ان کا تعاون اور ان کی حاجت روی کی تربیت ہے ۔ یہ فقراء و مساکین کے ساتھ وجدانی اشتراک کا شعور بیدار کرتی

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے ۔ ان کے تئیں ذمہ داری کا احساس پیدا کرتی ہے اور ان کے لئے بہبود و آسانی کی فراہمی پر آمادہ کرتی ہے ۔ زکاۃ دوسروں سے محبت کرنا سکھاتی ہے انانیت ، خود پسندی ، بخل اور حرص و آز سے بچاتی ہے ۔ اور پیچھے بات گذر چکی ہے کہ دوسروں سے محبت اور ان کی بہبود کے لئے کاوش و عمل انسان کے اندر سماجی وابستگی کا احساس پیدا کرتا ہے ۔ معاشرہ کے اندر اپنے فعال رول کا احساس دلاتا ہے اور اندرونی خوشی بخشتا ہے ۔ نفسیاتی صحت کے لئے یہ امور بڑی اہمیت رکھتے ہیں ۔ صدقہ کے متعلق خواہ فریضہ زکاۃ ہو یا نفلی عطیات و خیرات ، قرآن کے مطابق وہ نفس کی تطہیر و تزکیہ کرتا ہے :

خذ من اموالهم صدقة تطهر هم و تز كيهم بها (توبه ۱۰۳)

اے نبی ، تم ان کے اموال میں سے صدقہ لے کر انہیں پاک کرو اور (نیکی کی راہ میں) انہیں بڑھاؤ ۔

بخل ، طمع ، خود غرضی ، خود پسندی اور فقیروں کے تئیں قساوت قلبی کی گندگیوں سے زکاۃ نفس کی تطہیر کرتی ہے اور اس کا تزکیہ کرتی ہے ، "یعنی اس کی افزائش ، خلقی و عملی برکتوں کے ذریعہ اس کی بلندی کر کے دنیا و آخرت کی سعادت کا اہل اسے بناتی ہے " (۱) امام احمد حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بنو تمیم کے ایک شخص نے

---

(۱) سید سابق ، حوالہ سابق ، صفحہ ۳۲۸ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

پوچھا کہ وہ اپنا مال کیسے خرچ کرے ، آپ نے فرمایا : "اپنے مال سے زکاۃ نکالو ، وہ تمہارے لئے پاکیزگی ہے ، تمہارے رشتہ داروں کے لئے صلہ رحمی ہے اور مسکین ، پڑوسی وسائل کے حقوق سے آگاہی ہے " (۱)

د۔ حج :

حج کے بھی عظیم الشان نفسیاتی فوائد ہیں ، مکہ مکرمہ میں کعبہ اللہ کی زیارت ، اور مدینہ منورہ میں مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوۃ و السلام کی زیارت ، وحی کے مقامات اور اسلامی جانفروشیوں کے مقامات کی زیارت مسلمان کے اندر ایسی عظیم روحانی طاقت پیدا کرتی ہے جو زندگی کے غم و الم کو دور کر کے امن و طمانیت اور راحت کے احساس سے بھر دیتی ہے ۔

ان سب کے علاوہ حج کے اندر تکان و مصائب کو انگیز کرنے اور تواضع کی مشق و تربیت ہے ، جہاں انسان اپنے زرق و برق اور خوشنما لباس اتار کر حج کے سادہ لباس پہنتا ہے ، جس میں امیر اور غریب ، آقا اور غلام ، حاکم اور محکوم سب یکساں ہوتے ہیں ، مختلف نسل و قوم اور طبقات کے تمام لوگوں میں اخوت کا رابطہ مضبوط ہوتا ہے ، جہاں تمام لوگ ایک مقام پر جمع ہوکر اللہ کی عبادت بجالاتے ہیں ، اس کے سامنے روتے اور گریہ و زاری کرتے ہیں ، مختلف قومیتوں کے ان تمام مسلمانوں کا یہ زبردست اجتماع باہمی دوستی و تعلقات کی استواری اور

---

(۱) حوالہ سابق صفحہ ۳۲۹

toobaa-elibrary.blogspot.com

تعارف و انسیت کے مواقع فراہم کرتا ہے ۔

حج کے اندر بھی ضبط نفس اور اپنی خواہشات و شہوات پر کنٹرول کی تربیت حاصل ہوتی ہے کیونکہ حالت احرام میں حاجی عورتوں سے مباشرت ، جھگڑے لڑائی ، گالم گلوچ ، معاصی اور اللہ کی منہیات سے گریز کرتا ہے ، جو ضبط نفس ، حسن سلوک اور حسن کردار کی تربیت سکھاتا ہے :

الحج اشهر معلومات فمن فرض فيهن الحج فلا رفث و لا فسوق و لا جدال في الحج و ما تفعلوا من خير يعلمه الله و تزودوا فان خير الزاد التقوى و اتقون يا اولي الالباب ، (بقره ۱۹۷)

حج کے مہینے سب کو معلوم ہیں جو شخص ان مقرر مہینوں میں حج کی نیت کرے ، اسے خبردار رہنا چاہئے کہ حج کے دوران میں اس سے کوئی شہوانی فعل کوئی بد عملی کوئی لڑائی جھگڑے کی بات سرزد نہ ، ہو جو نیک کام تم کرو گے ، وہ اللہ کے علم میں ہوگا سفر حج کے لئے زاد راہ ساتھ لے جاؤ ، اور سب سے بہتر زاد راہ پرہیز گاری ہے ، پس اے ہوشمندو ! نافرمانی سے پرہیز کرو ۔

اسی طرح حج نفس کا جہاد ہے ، اس میں انسان اپنے نفس کی تہذیب اور اپنی خواہشات پر ضبط کی کوشش کرتا ہے ، مشقت انگیزی ، نیکی اور لوگوں سے محبت کی مشق حاصل کرتا ہے ، حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا ۔ میں بزدل ہوں ، میں کمزور ہوں ، آپ نے فرمایا : ایسا جہاد کرو جس میں طاقت آزمائی نہیں ہے ، حج کرو " (۱)

(۱) سید سابق ، حوالہ سابق ، صفحہ ۷۲۷

toobaa-elibrary.blogspot.com

مسلمان آگاہ ہوتا ہے کہ حج مبرور سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں ، اور حج سے مسلمان اس طرح پاک لوٹتا ہے جیسا وہ اپنی پیدائش کے دن تھا ، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : حج اور عمرہ یکے بعد دیگرے کرو ، یہ دونوں فقر اور گناہ کو اس طرح صاف کردیتے ہیں جس طرح بھٹی میں لوہا ، سونا اور چاندی کا میل نکل جاتا ہے ، اور حج مبرور کا ثواب تو صرف جنت ہے " (نسائی و ترمذی) (۱) حج مبرور سے گناہوں کی معافی کا علم لوٹتے وقت حاجی کے سینہ کو انشراح و اطمینان سے بھر دیتا ہے ، اور اسے راحت قلب ، امن اور طمانیت کا احساس رہتا ہے ، اور یہ احساس اس کے اندر ایسی روحانی طاقت پیدا کردیتا ہے جس سے غم حیات غلط ہوجاتے ہیں اور اعصابی تناؤ و قلق دور ہوجاتا ہے ۔

صبر:

قرآن نے مسلمانوں کو صبر اختیار کرنے کی تعلیم دی ہے ، تربیت نفس ، شخصیت کی قوت ، مشکلات انگیزی ، مصائب و ہموم زمانہ سے نبرد آزمائی کی نئی قوت اور سربلندی اسلام کی راہ میں بر سر جہاد رہنے کی قدرت جیسے فوائد صبر سے وابستہ ہیں ۔

واستعینوا بالصبر و الصلوۃ و انھا لکبیرۃ الا علی الخاشعین (بقرہ ۴۵)

---

(۱) سید سابق : حوالہ سابق ، صفحہ ۶۲۶ ۔ ۶۲۷

toobaa-elibrary.blogspot.com

صبر اور نماز سے مدد لو، بے شک نماز ایک سخت مشکل کام ہے مگر ان فرماں بردار بندوں کے لئے مشکل نہیں ہے۔

یا ایہا الذین آمنوا استعینوا بالصبر و الصلوۃ ان اللّٰہ مع الصابرین (بقرہ ۱۵۳)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، صبر اور نماز سے مدد لو، اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

یا ایہا الذین آمنوا اصبروا و صابروا و رابطوا و اتقوا اللّٰہ لعلکم تفلحون (آل عمران ۲۰۰)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، صبر سے کام لو، باطل پرستوں کے مقابلہ میں پامردی دکھاؤ حق کی خدمت کے لئے کمربستہ رہو، اور اللہ سے ڈرتے رہو امید ہے کہ فلاح پاؤ گے۔

مومن صادق درپیش اذیت پر واویلا نہیں مچاتا، مشکلات و مصائب پر پست ہمت اور شکست خوردہ نہیں ہوتا، اسے معلوم ہوتا ہے کہ دنیاوی مصائب اللہ کی جانب سے آزمائش و ابتلاء ہے:

و لنبولنکم حتی نعلم المجاهدین منکم و الصابرین و نبلو اخبارکم (محمد ۳۱)

ہم ضرور تم لوگوں کو آزمائش میں ڈالیں گے تاکہ تمہارے حالات کی جانچ کریں اور دیکھ لیں کہ تم میں مجاہد اور ثابت قدم کون ہیں۔

و لنبلونکم بشئی من الخوف و الجوع و نقص من الاموال

toobaa-elibrary.blogspot.com

والانفس و الثمرات و بشر الصابرین الذین اذا اصابتهم مصیبة قالوا انا للّٰہ و انا الیہ راجعون اولئک علیہم صلوات من ربہم و رحمة و اولئک ہم المہتدون (بقرہ ۱۵۵۔ ۱۵۷)

اور ہم ضرور تمہیں خوف و خطر، فاقہ کشی، جان و مال کے نقصان اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے تمہاری آزمائش کریں گے ۔ ان حالات میں جو لوگ صبر کریں اور جب کوئی مصیبت پڑے تو کہیں کہ "ہم اللہ کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے انہیں خوشخبری دے دو ۔ ان پر ان کے رب کی طرف سے بڑی عنایات ہوں گی، اس کی رحمت ان پر سایہ کرے گی اور ایسے ہی لوگ راست رو ہیں ۔

لتبلون فی اموالکم و انفسکم و لتسمعن من الذین اوتو الکتاب من قبلکم و من الذین اشرکوا اذی کثیرا و ان تصبرو و تتقوا فان ذلک من عزم الامور (آل عمران ۱۸۶)

مسلمانو، تمہیں مال اور جان دونوں کی آزمائش پیش آکر رہیں گی اور تم اہل کتاب اور مشرکین سے بہت سی تکلیف دہ باتیں سنو گے ، اگر ان سب حالات میں تم صبر اور خدا ترسی کی روش پر قائم رہو تو یہ بڑے حوصلہ کا کام ہے ۔

صبر کو صفات حمیدہ میں شمار کرتے ہوئے متعدد مواقع پر قرآن نے اسے سراہا ہے :

و ما ادراک ماالعقبة ، فک رقبة او اطعام فی یوم ذی مسغبة یتیما ذا مقربة

toobaa-elibrary.blogspot.com

او مسکینا ذا متربة ثم کان من الذین آمنوا و تواصوا بالصبر و تواصوا بالمرحمة اولئک اصحاب المیمنة (بلد ۱۲۔۱۸)

اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی ؟ کسی گردن کو غلامی سے چھڑانا یا فاقہ کے دن کسی قریبی یتیم یا خاک نشین مسکین کو کھانا کھلانا۔ پھر (اس کے ساتھ یہ کہ) آدمی ان لوگوں میں شامل ہو جو ایمان لائے اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر اور (خلق خدا پر) رحم کی تلقین کی یہ لوگ ہیں دائیں بازو والے ۔

و العصر ان الانسان لفی خسر الا الذین آمنوا و عملوا الصالحات و تواصوا بالحق و تواصو بالصبر (سورۃ عصر)

زمانے کی قسم۔ انسان درحقیقت خسارے میں ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے۔ اور نیک اعمال کرتے رہے۔ اور ایک دوسرے کو حق کی نصحیت اور صبر کی تلقین کرتے رہے

لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق و المغرب و لکن البر من آمن باللہ و الیوم الاخر و الملائکة والکتاب و النبیین و آتی المال علی حبه ذوی القربی والیتامی و المساکین وابن السبیل والسائلین و فی الرقاب و اقام الصلوة و آتی الزکاة و الموفون بعهدھم اذا عاھدوا و الصابرین فی الباساء و الضراء و حین الباس اولئک الذین صدقوا و اولئک ھم المتقون (بقرہ ۱۷۷)

نیکی یہ نہیں کہ تم نے اپنے چہرے مشرق کی طرف کر لئے یا مغرب کی طرف۔ بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ کو اور یوم آخر کو اور ملائکہ کو اور اللہ کی نازل کی

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہوئی کتاب اور اس کے پیغمبروں کو دل سے ماننے اور اللہ کی محبت میں اپنا دل پسند مال رشتے داروں اور یتیموں پر، مسکینوں اور مسافروں پر مدد کے لئے ہاتھ پھیلانے والوں پر اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے، نماز قائم کرے اور زکوۃ دے، اور نیک وہ لوگ ہیں کہ جب عہد کریں تو اسے وفا کریں، اور تنگی و مصیبت کے وقت میں اور حق و باطل کی جنگ میں صبر کریں۔ یہ ہیں راستباز لوگ اور یہی لوگ متقی ہیں۔

صبر انسان کو عمل میں استقامت اور علمی و عملی مقاصد کے تکمیل کے لئے جہد و کاوش کی تعلیم دیتا ہے، حیات انسانی کے بیشتر مقاصد خواہ سماجی، اقتصادی، سیاسی جیسے عملی میدانوں سے متعلق ہوں یا علمی تحقیق کے میدان ہوں، کی رسائی و تکمیل کے لئے طویل وقت اور سخت محنت کی ضرورت پیش آتی ہے، اسی لئے محنت پر استقامت اور عملی مشکلات و تحقیق پر صبر کامیابی سے ہمکناری اور مقاصد کی تکمیل کے لئے ضروری صفات میں شمار ہوتا ہے۔

صبر اور استقامت دونوں قوت ارادی سے مربوط ہوتی ہیں، صبر کرنے والا شخص قوی الارادہ ہوتا ہے، اس کے عزم میں کمزوری، یا اس کی ہمت میں پستی نہیں آتی ہے خواہ کتنی ہی مشکلات اور رکاوٹیں درپیش ہوں، قوت ارادی کے بل پر عظیم الشان کاموں کی انجام دہی اور بلند مقاصد کی تکمیل انسان کے لئے ممکن ہوجاتی ہے:

ان یکن منکم عشرون صابرون یغلبوا ماتین و ان یکن منکم ماۃ

toobaa-elibrary.blogspot.com

يغلبوا الفا من الذين كفروا بانهم قوم لا يفقهون (انفال ۵۲)

اگر تم میں سے بیس آدمی صابر ہوں تو وہ دو سو پر غالب آئیں گے اور اگر سو آدمی ایسے ہوں تو منکرین حق میں سے ہزار آدمیوں پر بھاری رہیں گے ،کیونکہ وہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھ نہیں رکھتے ۔

جب انسان مشکلات حیات اور مصائب زمانہ پر صبر کرنا سیکھ لیتا ہے ، لوگوں کی عداوت اور اذیت پر صبر کرلیتا ہے ، اللہ کی عبادت اور تقوی پر صبر کرلیتا ہے ،اپنی شہوتوں اور جذبات پر صبر کرلیتا ہے ، کاموں اور کارناموں پر صبر سیکھ لیتا ہے ، پھر اس کی شخصیت پختہ ،مکمل ،متوازن ، نتیجہ خیز اور فعال ہوجاتی ہے ،وہ قلق پر مضبوط اور نفسیاتی اضطراب سے محفوظ ہوجاتا ہے ۔

ذکر :

اللہ تعالی کے ذکر ، تسبیح و تکبیر ،استغفار و دعاء اور تلاوت قرآن کی پابندی مومن کو پاکیزگی نفس اور شعور امن و طمانیت بخشتی ہے :

الذين آمنوا و تطمئن قلوبهم بذكر الله الا بذكر الله تطمئن القلوب (رعد ۔ ۲۸)

ایسے ہی لوگ ہیں وہ جنھوں نے (اس نبی کی دعوت کو) مان لیا ہے اور ان کے دلوں کو اللہ کی یاد سے اطمینان نصیب ہوتا ہے ۔ خبردار رہو اللہ کی یاد ہی وہ چیز ہے جس سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوا کرتا ہے ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

فاصبر علی ما یقولون و سبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس و قبل غروبها و من آناء اللیل فسبح و اطراف النهار لعلک ترضی (طه ۱۳۰)

پس اے نبی، جو باتیں یہ لوگ بناتے ہیں ان پر صبر کرو، اور اپنے رب کی حمد و ثنا کے ساتھ اس کی تسبیح کرو سورج نکلنے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے، اور رات کے اوقات میں تسبیح کرو اور دن کے کناروں پر بھی، شاید کہ تم راضی ہوجاؤ۔

و ننزل من القرآن ما ھو شفاء و رحمة للمومنین (اسراء ۸۲)

ہم اس قرآن کے سلسلۂ تنزیل میں وہ کچھ نازل کر رہے ہیں جو ماننے والوں کے لئے شفا اور رحمت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ کا ذکر دلوں کی شفاء ہے (۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی قوم ذکر الہی میں مشغول ہوتی ہے تو فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں، اور رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے، ان پر سکینت کا نزول ہوتا ہے اور اللہ ان کا ذکر اپنے پاس والوں میں کرتا ہے" (مسلم، ابو داؤد، ترمذی) (۲)

---

(۱) بروایت دیلمی، دیکھئے، حسن محمد شرقاوی: نحو علم نفس اسلامی، ھیئۃ مصریہ عامہ للکتاب، اسکندریہ، صفحہ ۳۰۰

(۲) بروایت ابن ماجہ، دیکھئے: حسن محمد شرقاوی، حوالہ سابق، صفحہ ۲۹۹، نیز دیکھئے: تیسیر الوصول الی جامع الاصول للشیبانی ۲، ۱۵

toobaa-elibrary.blogspot.com

جب مومن اللہ کے ذکر کی پابندی کرتا ہے تو اسے محسوس ہوتا ہے کہ وہ اللہ سے قریب ہے اور اس کی حمایت و نگہبانی کے زیر سایہ ہے ۔ یہ چیز اس کے اندر اعتماد و قوت کا احساس اور امن و سکون وطمانیت کا احساس پیدا کرتی ہے :

فاذکرونی اذکرکم (بقرہ ۱۵۲)

لہذا تم مجھے یاد رکھو ۔ میں تمہیں یاد رکھوں گا ۔

رسول اللہ صلی للہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ " اللہ تعالی فرماتا ہے کہ جب تک میرا بندہ میرا ذکر کرتا ہے اور میرے ذکر سے اس کے ہونٹ حرکت میں رہتے ہیں ۔ میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں (۱) آپ علیہ السلام کا ارشاد ہے : " اللہ کا ذکر اور قرآن کی تلاوت کرو ۔ یہ زمین میں نور اور آسمان میں تمہار تذکرہ ہے ۔" (۲)

ذکر الہی چونکہ نفس میں امن و سکون پیدا کرتی ہے ۔ اس لئے بلاشبہ وہ اس قلق کا علاج ہے جو مسائل حیات اور مشکلات زندگی کے سامنے اپنے کمزوری و بے بسی کی وجہ سے انسان کو پیش آتا ہے :

و من اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا (طہ ۔ ۱۲۴)

اور جو میرے " ذکر " (درس نصیحت) سے منہ موڑے گا اس کے لئے دنیا میں تنگ زندگی ہوگی ۔

---

(۱) امام شعرانی نے کشف الغمہ میں روایت کی ہے ۔ دیکھئے : حسن محمد شرقاوی ۔ حوالہ سابق ۔ صفحہ ۲۹۹

(۲) بروایت ابو یعلی ۔ دیکھئے : حسن محمد شرقاوی ۔ حوالہ سابق ۔ صفحہ ۳۰۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

ذکر افضل عبادات میں سے ہے (۱)

ذکر کی فضیلت درج ذیل آیت سے واضح ہوتی ہے :

ان الصلوۃ تنہی عن الفحشاء و المنکر و لذکر اللّٰہ اکبر (عنکبوت ۲۵)

یقینا نماز فحش اور برے کاموں سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر اس سے بھی زیادہ بڑی چیز ہے ۔

حضرت ابو موسی رضی اللہ عنہ کی روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں : " جس گھر میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے اور جس گھر میں اللہ کا ذکر نہیں ہوتا ہے دونوں کی مثال زندہ اور مردہ شخص کی ہے ۔ " (متفق علیہ)

حقیقت بھی یہی ہے کہ تمام عبادات یا تو خود ذکر ہیں یا ذکر میں معاون ، نماز کے اندر اللہ کی تکبیر قرآن کی تلاوت ، رکوع و سجدہ تسبیحات الٰہی ۔ اللہ کی حمد و ثناء اور نبی علیہ السلام پر درود پھر نماز کے بعد استغفار ، اللہ کی تسبیح و حمد اور تکبیر و دعا ہے ۔ اور یہ تمام چیزیں ذکر ہیں ، (۲) اللہ تعالی نماز کے متعلق فرماتا ہے :

اننی انا اللّٰہ لا الہ الا انا فاعبدنی و اقم الصلوۃ لذکری (طہ ۔ ۱۲)

میرے سوا کوئی خدا نہیں ہے ، پس تو میری بندگی کر اور میری یاد کے لئے نماز قائم کر ۔

---

(۱) دیکھئے منصور علی ناصف ، التاج الجامع للاصول فی احادیث الرسول ، دار الفکر قاہرہ ، ۱۹۷۵ء ، ۱ ، ۳۳۲ اور ۵ ، ۸۷

(۲) سعید حوی ، حوالہ سابق ، صفحہ ۲۲۸ ۔ ۲۳۱

toobaa-elibrary.blogspot.com

روزہ اللہ کی اطاعت، اس کے غضب سے دوری، اس کی تعظیم اور ہدایت پر شکر ہے، یہ بھی ذکر ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

و لتکملوا العدۃ و لتکبروا اللّٰہ علی ما ھداکم و لعلکم تشکرون (بقرہ ۱۸۵)

اس لئے یہ طریقہ تمہیں بتایا جارہا ہے تاکہ تم روزوں کی تعداد پوری کرسکو اور جس ہدایت سے اللہ نے تمہیں سرفراز کیا ہے، اس پر اللہ کی کبریائی کا اظہار و اعتراف کرو اور شکر گزار بنو۔

حج میں نماز، دعا، گریہ وزاری اور مناسک حج کی ادائیگی ہے، وہ بھی ذکر ہے، ارشاد الٰہی ہے :

و اذن فی الناس بالحج یاتوک رجالا و علی کل ضامر یا تین من کل فج عمیق لیشھدوا منافع لھم و یذکروا اسم اللّٰہ فی ایام معلومات علی مارزقھم من بھیمۃ الانعام (حج ۲۷، ۲۸)

اور لوگوں کو حج کے لئے اذن عام دے دو کہ وہ تمہارے پاس ہر دور دراز مقام سے پیدل اور اونٹوں پر سوار آئیں، تاکہ وہ فائدے دیکھیں جو یہاں ان کے لئے رکھے گئے ہیں اور چند مقرر دنوں میں ان جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اس نے انہیں بخشے ہیں۔

رمی جمار کے سلسلہ میں ارشاد ہے :

و اذکروا اللّٰہ فی ایام معدودات (بقرہ ۲۰۳)

toobaa-elibrary.blogspot.com

یہ گنتی کے چند روز ہیں جو تمہیں اللہ کی یاد میں بسر کرنے چاہئیں۔

مومن جو تقرب خداوندی کی راہ پر گامزن ہوتا ہے ، صرف نماز کے دوران ہی ذکر پر اکتفاء نہیں کرتا ہے ، بلکہ نماز کے علاوہ بھی ذکر میں مشغول رہتا ہے ، تسبیح و تکبیر اور دعاء و گریہ وزاری کرتا رہتا ہے ، عبادات ، تلاوت قرآن ، اوراد و اذکار اور دعاؤں کے ذریعہ اللہ کا تقرب دل میں ایمان کو پختہ اور نفس میں احساس امن و طمانیت کو اجاگر کرتا ہے۔

توبہ :

احساس گناہ انسان کے اندر نقص و اضطراب کا احساس پیدا کرتا ہے ، جس کے نتیجہ میں بعض نفسیاتی امراض پیدا ہوجاتے ہیں ، ان حالات میں نفسیاتی علاج کے اندر احساس گناہ سے پیدا ہونے والے سابقہ تجربات کے تئیں اس کا نقطۂ نظر بدل دیا جاتا ہے۔ تاکہ نئی نگاہ سے دیکھ کر احساس گناہ اور احساس نقص کا جواز اسے نظر نہ آئے ، نفس کی ملامت کم ہوجائے ، اور اپنی ذات کو وہ قبول کرنے لگے، اس طرح اس کا قلق اور نفسیاتی امراض ختم ہوجاتے ہیں۔

احساس گناہ کے علاج کا ایک کامیاب اور بے مثال اسلوب قرآن نے ہمیں بتایا ہے ، وہ ہے توبہ ، اللہ تعالی سے توبہ گناہوں کو معاف کرادیتی ہے ، رضائے الہی کی امید بڑھادیتی ہے ، جس کی وجہ سے قلق کی شدت میں کمی آجاتی ہے ، پھر توبہ عموما انسان کو اپنی اصلاح اور درستگی پر آمادہ کرتا ہے ، تاکہ دوبارہ وہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

شکار معصیت نہ ہوجائے ۔ اس طرح اپنی قدر ، خود اعتمادی اور خوش دلی کے اضافہ میں یہ چیز معاون بنتی ہے ۔ اور نفس کے اندر امن و طمانیت کا احساس پیدا ہوتا ہے :

قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسهم لا تقنطوا من رحمة الله ان الله یغفر الذنوب جمیعا انه هو الغفور الرحیم (زمر ۵۳)

(اے نبی) کہہ دو کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے ، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوجاؤ ، یقینا اللہ سارے گناہ معاف کردیتا ہے ، وہ تو غفور و رحیم ہے ۔

و من یعمل سوء او یظلم نفسه ثم یستغفر الله یجد الله غفورا رحیما (نساء ۱۱۰)

اگر کوئی شخص برا فعل کر گزرے یا اپنے نفس پر ظلم کر جائے اور اس کے بعد اللہ سے در گزر کی درخواست کرے تو اللہ کو در گزر کرنے والا اور رحیم پائے گا۔

ان الله لا یغفر ان یشرک به و یغفر ما دون ذلک لمن یشاء (نساء ۴۸)

اللہ بس شرک ہی کو معاف نہیں کرتا ، اس کے ماسوا دوسرے جس قدر گناہ ہیں وہ جس کے لئے چاہتا ہے معاف کردیتا ہے ۔

انما التوبة علی الله للذین یعملون السوء بجهالة ثم یتوبون من قریب فاولئک یتوب الله علیهم و کان الله علیما حکیما (نساء ۱۷)

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہاں یہ جان لو کہ اللہ پر توبہ کی قبولیت کا حق انہی لوگوں کے لئے ہے جو نادانی کی وجہ سے کوئی برا فعل کر گزرتے ہیں اور اس کے بعد جلد ہی توبہ کرلیتے ہیں ایسے لوگوں پر اللہ اپنی نظر عنایت سے پھر متوجہ ہوجاتا ہے اور اللہ ساری باتوں کی خبر رکھنے والا اور حکیم و دانا ہے ۔

فمن تاب من بعد ظلمه و اصلح فان الله يتوب عليه ان الله غفور رحيم (مائده ۳۹)

پھر جو ظلم کرنے کے بعد توبہ کرے اور اپنی اصلاح کرلے تو اللہ کی نظر عنایت پھر اس پر مائل ہوجائے گی ، اللہ بہت در گزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے ۔

واذا جاءک الذين يؤمنون باياتنا فقل سلام عليكم كتب ربكم على نفسه الرحمة انه من عمل منكم سوء بجهالة ثم تاب من بعده و اصلح فانه غفور رحيم (انعام ۵۴)

جب تمہارے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں تو ان سے کہو " تم پر سلامتی ہے ۔ تمہارے رب نے رحم و کرم کا شیوہ اپنے اوپر لازم کرلیا ہے (یہ اس کا رحم و کرم ہی ہے کہ) اگر تم میں سے کوئی نادانی کے ساتھ کسی برائی کا ارتکاب کر بیٹھا ہو پھر اس کے بعد توبہ کرے اور اصلاح کرلے تو وہ اسے معاف کر دیتا ہے اور نرمی سے کام لیتا ہے " ۔

والذين عملوا السيئات ثم تابوا من بعدها و آمنوا ان ربک من بعدها لغفور رحيم (اعراف ۱۵۳)

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور جو لوگ برے عمل کریں پھر توبہ کرلیں اور ایمان لے آئیں تو یقینا اس توبہ وایمان کے بعد تیرا رب درگذر اور رحم فرمانے والا ہے۔

و انی لغفار لمن تاب و آمن و عمل صالحا ثم اهتدی (طه۔۸۲)

البتہ جو توبہ کرلے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے ، پھر سیدھا چلتا رہے اس کے لئے میں بہت درگزر کرنے والا ہوں۔

والذین اذا فعلوا فاحشة او ظلموا انفسهم ذکروا الله فاستغفروا لذنوبهم و من یغفر الذنوب الا الله و لم یصروا علی ما فعلوا و هم یعلمون اولئک جزاؤهم مغفرة من ربهم و جنات تجری من تحتها الانهار خالدین فیها و نعم اجر العاملین (آل عمران ۱۳۵۔ ۱۳۶)

اور جن کا حال یہ ہے کہ اگر کبھی کوئی فحش کام ان سے سرزد ہوجاتا ہے یا کسی گناہ کا ارتکاب کر کے وہ اپنے اوپر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو معا اللہ انہیں یاد آجاتا ہے اور اس سے وہ اپنے قصوروں کی معافی چاہتے ہیں کیونکہ اللہ کے سوا اور کون ہے جو گناہ معاف کرسکتا ہو ، اور وہ کبھی دانستہ اپنے کئے پر اصرار نہیں کرتے ۔ ایسے لوگوں کی جزاء ان کے رب کے پاس یہ ہے کہ وہ ان کو معاف کردے گا اور ایسے باغوں میں انہیں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہاں وہ ہمیشہ رہیں گے ۔کیا اچھا بدلہ ہے نیک اعمال کرنے والوں کے لئے ۔

مسلمان کا یقین کہ اللہ جل شانہ توبہ قبول فرماتا ہے ،گناہوں کو معاف کرتا ہے ، اللہ تعالی وعدہ خلافی نہیں کرتا ، اسے استغفار ، توبہ ، اور مغفرت و خوشنودی کی

toobaa-elibrary.blogspot.com

امید میں معاصی سے اجتناب پر آمادہ کرتا ہے ۔جب مسلمان سچی توبہ کرتا ہے ، اللہ کی عبادت و اطاعت اور عمل صالح کی پابندی کرتا ہے تو دل کو راحت اور نفس کو اطمینان ملتا ہے ،اور قلق و اضطراب پیدا کرنے والا احساس گناہ ختم ہوجاتا ہے ۔

قرآن کریم نے اس طرح عربوں کے نفوس کا علاج کیا ،اور متعدد طریقے اپنا کر ان کی شخصیتوں میں زبردست تبدیلی پیدا کردی ۔وہ طریقے درج ذیل تھے ۔۔۔

اول : نفوس کے اندر عقیدہ توحید اور دلوں میں تقوی پیدا کر کے شخصیت و کردار سازی ۔

دوم : مختلف عبادات کے ذریعہ سابقہ غلط عادات و اطوار سے گلو خلاصی اور صفات حمیدہ سے آراستگی کر کے معتدل و متوازن اور مکمل شخصیت کی تعمیر ۔

سوم : صبر کی تعلیم ۔جو خوش دلی کے ساتھ مشکلات کو انگیز کرنے اور تناؤ و تنگی اور احساس غم و قلق کو کم کرنے میں معاون بننے والی صفت ہے ۔

چہارم : ذکر الہی کی پابندی کی ترغیب ، جو اللہ کے تقرب ،اس کی حمایت اور نگہبانی کا شعور عطا کر کے امن و طمانیت کا احساس پیدا کرتی ہے ۔

پنجم : استغفار و توبہ کی ترغیب ، جو احساس گناہ سے ابھرنے والے قلق سے گلو خلاصی عطا کرتی ہے ۔

ششم : کردار و عمل کی تبدیلی کے لئے متعدد فعال طریقے مثلا شراب نوشی اور سود خواری کے علاج میں قرآن کا تدریجی طریقہ ، ترغیب و ترہیب ، قصص اور روز مرہ واقعات کے ذریعہ جذبات و محرکات انگیزی ، فعال شرکت کا اسلوب

toobaa-elibrary.blogspot.com

تقسیم تعلم کا اسلوب وغیرہ جن پر تفصیل کے ساتھ گذشتہ پانچویں فصل میں گفتگو ہو چکی ہے ۔

ان طریقوں کے ذریعہ قرآن کریم نے کامیابی کے ساتھ مسلمانوں کی شخصیتوں کے کمزور پہلوؤں کا علاج کیا ۔ اور ان کے نفوس میں اچھی و پاکیزہ صفات کی تخم ریزی کی جو ان کی متوازن و مکمل ہموار شخصیات کی تعمیر میں معاون بنی ۔ اور جزیرہ نمائے عرب کے عرب معاشرہ اور پوری دنیا کے اسلامی معاشرہ میں زندگی کے تمام گوشوں کے اندر زبردست دور رس اثرات کی حامل تبدیلیاں رو نما کرنے میں اس کا بہت زیادہ اثر رہا ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حواله جات

١ - القرآن الكريم.

٢ _ إبراهيم دسوقى مرعى : الطفولة فى الإسلام . قاهرة : دار الاعتصام .١٩٩٩م.

٣ - أبو الحسن مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيرى : صحيح مسلم بشرح النووى ، قاهرة : المطبعة المصرية ومكتبها .

۴ - أبو الفضل شهاب الدين السيد محمود الآلوسي البغدادى : روح المعانى فى تفيسر القرآن . قاهرة ، المطبعة الأميرية بولاق . ١٣٠١ هـ .

٥ - أبو القاسم الحسن بن محمد المفضل الراغب الأصفهانى : كتاب تفصيل النشأتين و تحصيل السعادتين ، بيروت ، ١٣١٩ هـ .

٦ - أبو حامد محمد بن محمد الغزالى : معارج القدس فى مدارج معرفة النفس ، طبع ٢ . بيروت : دار الآفاق الجديدة ، ١٩٣٠ .

۷_ أبو حامد محمد بن محمد الغزالى : إحياء علوم الدين ، قاهرة : دار الشعب (د . ت)

٨ - أبو عبد الله محمد بن أحمد الأنصارى القرطبى : الجامع لأحكام القرآن . قاهرة : دار الكاتب العربى للطباعة و النشر ، ١٩٦۷.

toobaa-elibrary.blogspot.com

٩ - أبو محمد على بن أحمد بن سعيد بن حزم بن غالب : الأخلاق و السير فى مداواة النفوس . بيروت : دار الآفاق الجديدة ، ١٩٧٨ .

١٠ - أحمد محمد جمال : نحو تربية إسلامية . جدة : تهامة ، ١٩٨٠

١١ - أحمد محمد فارس : النماذج الإنسانية فى القرآن الكريم . بيروت : دار الفكر .

١٢ - إريك فروم : الدين و التحليل النفسى ، ترجمة فؤاد كامل . قاهرة : مكتبة غريب ، ١٩٧٧ .

١٣ - أسامة محمد الراضى : الإسلام و أمراض العصر . ندوة علم النفس و الإسلام ، كلية التربية جامعة الرياض ، جلد اول ، ١٩٧٨ .

١٤ - أنور الجندى : مفاهيم العلوم الاجتماعية و النفس و الأخلاق فى ضوء الإسلام . قاهرة : دار الاعتصام ، ١٩٧٧ .

١٥ - البهي الخولي : آدم عليه السلام ، فلسفة تقويم الإنسان وخلافته ، ط ٣ . قاهرة : مكتبة و هبة ١٩٧٤ .

١٦ - حافظ أبو الفضل شهاب الدين أحمد بن على بن محمد العسقلاني الشافعي : فتح البارى بشرح صحيح البخارى .

١٧ - حافظ منذري : مختصر صحيح مسلم . تحقيق ناصر الدين الألبانى ، ط ٣ . بيروت : المكتب الإسلامى ، ١٩٧٧ .

toobaa-elibrary.blogspot.com

١٨ - حافظ عماد الدين أبو الفداء اسماعيل بن كثير القرشي الدمشقي: تفسير القرآن العظيم ، قاهرة ، دار إحياء الكتب العربية لعيسى البابى الحلبى و شركاؤه :دار بيروت : دار المعرفة ، ١٩٨٠ .

١٩ - السيد سابق : فقه السنة ، جلد أول بيروت : دار الكتاب العربى ،

٢٠ - الكسيس كاريل : الإنسان ذلك المجهول . ط ٣ ، ترجمة شفيق أسعد فريد ، بيروت : مكتبة المعارف ، ١٩٨٠ .

٢١ - جلال الدين محمد بن أحمد المحلي و جلال الدين عبد الرحمن بن ابو بكر السيوطي : القرآن الكريم ، تفسير جلالين ، بيروت : دار الكتب الدينية .

٢٢ - المنتخب في تفيسر القرآن الكريم : المجلس الأعلى للشؤن الإسلامية بوزارة الأوقاف بجمهورية مصر العربية . ط ٧، ١٩٧٩ .

٢٣ - جمال ماضي أبو العزائم : القرآن و علم النفس، ندوة علم النفس و الإسلام ، كلية التربية جامعة الرياض ، جلد أول ١٩٧٨ .

toobaa-elibrary.blogspot.com

٢٤ - جوليان روتر : علم النفس الإكلينيكـي ، ترجمـة عطيـة محمـود هنا ، نظـر ثـاني : محمـد عثمـان نجـاتي ، كويـت : دار القلـم ، ١٩٧٧.

٢٥ - مصطفى الرافعي : الإسلام و مشكلات العصر ، بـيروت : دار الكتاب اللبناني ١٩٧٢ .

٢٦ - حـامد عبـد العزيـز فقـي : دراسـات في سيكولوجية النمـو ، كويت ، ١٩٧٧ .

٢٧ - حسن محمد شرقاوي : نحو علم نفس إسـلامى ، الإسـكندرة : الهيئة المصرية العامة للكتاب ،

٢٨ - ديل كارنيجي : دع القلـق و ابـدأ الحيـاة ، ترجمـة عبـد المنعـم الزيادى ، ط ٥ . قاهرة : مكتبة الخانجي ، ١٩٥٦ .

٢٩ - روبرت هاربر : التحليـل النفسـي و العـلاج النفسـي ، ترجمـة سعد جلال . القاهرة : الهيئة المصرية العامة للكتاب ، ١٩٧٣ .

٣٠ - ريتشارد لازاروس : الشخصية ، ترجمة سيد محمد غنيم ، نظـر ثاني : محمد عثمان نجاتي . بيروت دار الشروق . ١٩٨١ .

٣١ - ريتشاردم شوين : علـم الأمـراض النفسـية و العقليـة ، ترجمـة أحمد عبد العزيز سلامة ، قاهرة : دار النهضة العربية ، ١٩٧٩ .

toobaa-elibrary.blogspot.com

٣٢ - سـارنوف أ . مدنيـك ، هـواردر . بوليـو ، الـسيزابت ف . لوفتاس: التعلم . ترجمة محمد عماد الدين إسماعيل ، نظـر ثـاني : محمد عثمان نجاتى ، بيروت : دار الشروق ، ١٩٨١ .

٣٣ - سعيد حوي : تربيتنا الروحية ، ط ٢ . قاهرة : مكتبة و هبـة ، ١٩٧٩ .

٣٤ - سيجمند فرويد : معالم التحليل النفساني ، ترجمة محمد عثمـان نجاتى ، ط ٤ . قاهرة : دار النهضة العربية ، ١٩٦٦ .

٣٥ - سيجمند فرويد : الذات و الغرائز ، ترجمة محمد عثمان نجاتى ، ط ٣ ، قاهرة : مكتبة النهضة العربية ، ١٩٦١ .

٣٦ - سيد قطـب : التصويـر الفـني في القـرآن ، ط ٣ . قـاهرة : دار المعارف ، ١٩٧٠ .

٣٧ - سيرل بيروت : علم النفس الديني ، ترجمة سمير عبده . دمشـق : دار دمشق للطباعة و النشر .

٣٨ - شيلدون كاشدان : علم نفس الشواذ ، ترجمة أحمد عبد العزيـز سلامة . نظر ثاني ، محمـد عثمـان نجـاتي ، كويـت ، دار القلـم ١٩٧٧ .

٣٩ - عبـاس محمـود العقـاد : عبقريـة عمـر . بـيروت : دار الكتـاب العربى ، ١٩٦٩ .

toobaa-elibrary.blogspot.com

٤٠ – عبد الرزاق نوفل : القرآن و العلم الحديث . بيروت : دار الكتاب العربي ، ١٩٧٣ .

٤١ – عبد الغني عبود : الإنسان في الإسلام والإنسان المعاصر . قاهرة: دار الفكر العربي ،١٩٨٤

٤٢ – عبد الفتاح جلال : من الأصول التربوية في الإسلام، سرس الليان مصر : المركز الدولي للتعليم الوظيفى للكبار في العالم العربي ، ١٩٠٠ .

٤٣ – عبد الوهاب حمودة : القرآن و علم النفس . قاهرة : دار القلم ١٩٦٢ .

٤٤ – علي الصابوني : مختصر تفيسر ابن كثير . بيروت : دار القرآن . ١٩٠٠ .

٤٥ – علي عبد العظيم : فلسفة التربية في القرآن الكريم . قاهرة : مجمع البحوث الإسلامية ، ١٩٤٣

٤٦ – فخر الدين محمد بن عمر الرازى : كتاب النفس و الروح وشرح قواهما . تحقيق محمد صغير حسن المعصومي .مطبوعات معهد الأبحاث الإسلامية ، كراجي .

٤٧ – فؤاد البهي السيد : الأسس النفسية للنمو ، ط . القاهرة : دار الفكر الفكر العربي ، ١٩٧٥ .

toobaa-elibrary.blogspot.com

٤٨- محمد إسماعيل إبراهيم : القرآن وإعجازه العلمي . القاهرة : دار الكتاب العربي ، ١٩٧٧ .

٤٩- محمد البهي : الاسلام في حياة المسلم ، ط ٢ قاهرة : مكتبة وهبة ، ١٩٧٣ .

٥٠ - محمد الصادق عفيفي : الفكر الاسلامي : مبادئه ، مناهجه ، قيمه ، أخلاقياته . قاهرة : مكتبة الخانجي ،

٥١ - محمد الغزالي : الجانب العاطفي من الاسلام ، بحث في الخلق والسلوك والتصوف . قاهرة : دار الكتب الحديثة .

٥٢ - محمد بن سيرين : منتخب الكلام في تفسير الاحلام ، حاشية : كتاب تعطير الانام في تعبير المنام لعبد الغني النابلسي .مصر ١٣٤٧هـ

٥٣ - محمد جواد مغنية : فلسفة الاخلاق في الاسلام بيروت : دار العلم للملايين ، ١٩٧٧ .

٥٤ - محمد رشيد رِضا : تفسير القرآن الحكيم الشهير بتفسير المنار قاهرة : دار المنار ، ١٣٧٣ هـ .

٥٥ - محمد سعيد رمضان البوطي : منهج تربوى فريد في القرآن . مجلة الوعي الاسلامي (الكويت) السنة السابعة ، ط ٨١ ، اكتوبر ١٩٧١ .

٥٦ - محمد شديد : منهج القرآن في التربية . بيروت : مؤسسة الرسالة ، ١٩٧٩ .

toobaa-elibrary.blogspot.com

٥٧ - محمد قطب : في النفس والمجتمع ، ط . القاهرة : مكتبة وهبة ١٩٦٢ .

٥٨ - محمد قطب : الانسان بين المادية والاسلام، ط ٣ . القاهرة : عيسى البابي الحلبي وشركاه، ١٩٦٠.

٥٩ - محمد قطب : دراسات فى النفس الإنسانية . بيروت : دار الشروق، ١٩٧٩ .

٦٠ - محمد قطب : منهج التربية الإسلامية . ط ٢ . بيروت : دار الشروق .

٦١ - محمد عثمان نجاتي : الإدراك الحسي عند ابن سينا، بحث فى علم النفس عند العرب، ط ٣ . بيروت : دار الشروق ، ١٩٨٠ .

٦٢ - محمد عثمان نجاتي : علم النفس فى حياتنا اليومية ، ط١١ . الكويت : دار القلم . ١٩٨٤ .

٦٣ - محمد علي التسخيري : التوازن فى الإسلام . بيروت : الدار الإسلامية، ١٩٧٩ .

٦٤ - محمد متولي الشعراوي : معجزة القرآن ، جلد ١ . قاهرة : كتاب اليوم، ١٩٨٠ .

٦٥ - محمود شلبي : حياة آدم . ط ٢ . بيروت : دار الجيل .

٦٦ - علي ناصف : التاج الجامع للأصول فى أحاديث الرسول صلى الله عليه وسلم ط . قاهرة : دار الفكر، ١٩٧٥ .

toobaa-elibrary.blogspot.com

٦٧ - يوسف القرضاوي : الإيمان والحياة ، ط ٦، القاهرة : مكتبة وهبة، ١٩ ٨

غير عربي مراجع

1. Adler Alfred : Understanding Human Nature, New York, Publishers, Inc. 1927.
2. Cannon, W. B.: The Wisdom of the Body. New York.
3. Jung, Carl. G. : Modern Man In Search of A Saul . London , Kegan Paul, Ltd. 1966.
4. Lindzey, G., Hall, C. S. and Thompson, R. F. Psychology, Worth Publishers. Inc .. 1976.
5. May, Rollo : The Meaning of Anxiety. New York 1950.
6. Morris, Charles G. : Psychology, An Introduction: 3rd ed. New Jersey : Prentice - Hall, Inc., 1979.

IQBAL LIBRARY BHOPAL * ESTD. 1939 Tel.: 2642 659

toobaa book
AF.448

IQBAL LIBRARY
(REGD.)

toobaa-elibrary.blogspot.com

50th
Anniversary
of Indian
Independence

toobaa-elibrary.blogspot.com